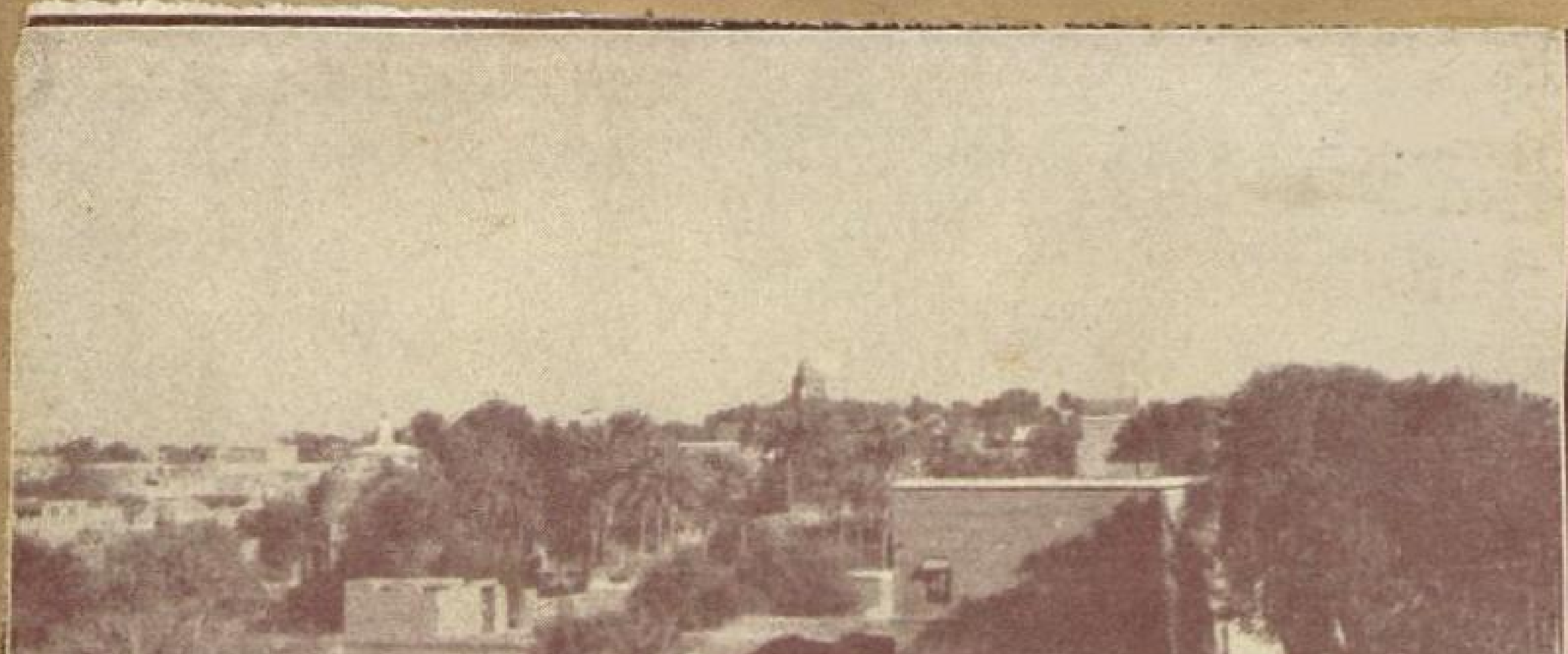
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلدۃٌ طیبۃٌ وربٌّ غفورٌ

سیروا فیہا لیالی وایاماً آمنین

سرزمین ملتان

ملتانِ ما بجنتِ اعلیٰ برابر است (امیر خسرو) آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کند



عروس البلاد ملتان کا منظرِ عمومی

نور احمد خان
فریدی

۷۸۶

اَلْمُلْکُ لِلّٰہ

سرزمینِ مُلتان

از خاکپائے درویشاں

نور احمد خان فریدی منشی فاضل

جگووالہ ضلع ملتان

ناشر

ایم عطاء اللہ صاحب فرخ بک سیلرو سٹیشنرز

متصل گورنمنٹ ہائی سکول ملتان

مجلد [illegible]

باراول

غیر مجلد عہ

تقریظ

از جناب آغا محمد عزیز مرزا صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل ملتان

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

مولانا نور احمد خاں صاحب فریدی میرے عزیز دوست ہیں۔ اور اعلیحضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت رکھنے کے سبب فریدیؔ کہلاتے ہیں۔ پچھلے سال appendicitis کے شدید ترین حملوں سے دوچار ہوئے اور منت مانی کہ "اگر خدائے ذوالجلال نے شفائے کاملہ عطا کی تو اولیائے اللہ ملتان کی سیرت پر ایک کتاب لکھونگا"۔ چنانچہ "سرزمین ملتان" اسی نذر کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب نہ صرف زبان کی شگفتگی اور دلکش بیان ہی کی وجہ سے قابل تعریف ہے بلکہ اس حیثیت سے بھی قابل قدر ہے کہ اس میں فاضل مصنف نے جعلی اور نقلی درویشوں کے تاریک ترین پہلو کو نہایت لطیف اور دلکش پیرائے میں بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔ اور ساتھ ہی جس ہمت اور استقلال سے انہوں نے "مسلمانان درگور" کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش کی ہے اسکی بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے۔ آجکل کی عام تصانیف مدح سرائی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور بعض ان کے علی الرغم محض ذم کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ لیکن میرے محترم دوست نے جو چیز پیش کی ہے وہ تحسین و آفرین سے ماورئ اور مدح و ذم سے مستغنی محض ایک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے جس میں مسلمانوں سے گذارش کی گئی ہے۔ کہ وہ حال کو ماضی کی روشنی

یں دیکھ کر اپنے اصلی خدوخال کو بے عملی کے گردوغبار سے جھاڑ لیں۔

لاریب ملتان کے مشائخ و فقراء نے نہ صرف حکماءِ زمانہ کے دماغوں کو منور اور درخشندہ کیا بلکہ ہندوستان کے طول وعرض کی جاہل آبادیوں کو بھی اپنی تیز و تند شعاعوں سے جگمگا دیا۔ انکی روحانیت اور اخلاقی بلندی نے نہ صرف مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ بلکہ غیر مسلم حضرات کو بھی اپنا والہ و شیدا بنا لیا جس کا ثبوت انکے کوہ وقار مقابر کے در و دیوار کی ہندی اور گورمکھی تحریروں سے مل سکتا ہے۔

اگرچہ فریدی صاحب نے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں حاضری اور فاتحہ کے طریق کو نہایت خوبصورت اسلوب میں پیش کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی اس تفصیل کی بعض ایسی جزئیات رہ گئی ہیں جن سے شکوک و شبہات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ انہیں واضح طور پر بیان کر دوں۔ زائر کیلئے سب سے مقدم امر یہ ہے کہ وہ اولیائے کرام کے علوئے کمال کا تصور کر کے انتہائی خشوع خضوع کے ساتھ ملتان میں داخل ہو غسل کر صاف ستھرا لباس پہن سب سے پہلے شیخ کے مقبرے پر حاضر ہو۔ اور اپنی دوسری مصروفیتوں کو اس پر مقدم نہ سمجھے داخل ہوتے وقت اپنا دایاں پاؤں اندر رکھے۔ اور یہ دعا پڑھے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَبِنُوْرِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔
بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۞

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِيْ وَاَعِنِّيْ
عَلٰى كُلِّ مَا يُرْضِيْكَ وَمُنَّ عَلَيَّ الْحُسْنَ الْاَدَبِ ۞

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَیْخَ الْاُمَّۃِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ٭ فرطِ محبت یا عقیدت سے اگر کسی کا اپنے اوپر ضبط نہ رہے اور وہ بیخود ہو کر مزار سے چمٹ جائے۔ گریہ کرے، یا قبر کو بوسہ دے۔ تو اس میں مضائقہ نہیں کیونکہ جناب بلالؓ کے فعل سے ثابت ہے

"بلال چوں بہ قبرِ نبوی رسید گریہ کرد و روئے نیاز بخاک مالید" (اجذب القلوب)

دنیا میں دو قسم کے انسان ملتے ہیں۔ بعض کی عقل پر محبت غالب ہوتی ہے۔ اور بعض کی محبت پر عقل کا تسلط ہوتا ہے جیسا کہ عہد رسالت میں حضرت عمرؓ اور علیؓ کی دو محبوب شخصیتیں بیک وقت سرگرم عمل رہیں۔ حضرت علیؓ زندگی بھر بلا ضرورت ایک درخت کی شاخ سے جھک کر گذرتے رہے کہ حضرت رسولِ خدا جھک کر گذرے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے شجر بیعت الرضوان کو یہ کہہ کر کٹوا دیا کہ اس سے شرک پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے جو لوگ حضرت عمرؓ کی سی طبیعت رکھتے ہیں۔ وہ شخصی محبت سے زیادہ اصول کو چاہتے ہیں۔ اور اپنی محبت کا معراج اپنے محبوب کے مقاصد کی ترویج کو سمجھتے ہیں۔ لیکن جنہیں اپنے محبوب سے والہانہ محبت ہوتی ہے اُنہیں یار کی ہر شے مرغوب نظر آتی ہے۔ ان کا دل یہ چاہتا ہے کہ محبوب کی ایک ایک ادا پر جان نچھاور کر دیں۔ چنانچہ جو لوگ اپنے شیخ سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ اگر وہ قابو میں نہ رہ سکیں۔ اور جناب بلالؓ کی طرح مزار حبیب کے ذرہ ذرہ کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں رکھنا چاہیں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ایسی گرویدگی اور بیخودی کی حالت میں بھی سجدہ اور طواف کی اجازت نہیں۔ جو لوگ اس قسم کی غیر مشروع حرکات کرتے ہیں۔ اُن سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہو گی۔

فاتحہ کے وقت آدمی کو صاحبِ قبر کی طرف رُخ کر کے اس طرح کھڑا ہونا چاہیئے۔

کہ منہ قبلہ کی جانب ہے۔ فاتحہ کے بعد زائر جو کچھ بھی طلب کرے۔ مسؤل رب ذوالجلال کی ذات ہے صاحب قبر کا واسطہ دیا جا سکتا ہے لیکن اُسے حاجت روا قرار نہیں دینا چاہیئے۔ توسل کے جواز میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی یہ عبارت کافی ہے۔

"از انس بن مالک آمدہ است کہ چوں قحط می شد و امساک باراں روی نمود عمرؓ در استقا توسل بعباسؓ می کرد و گفت" اے خداوندا! ما استقامی کنیم بعم" پیغمبرِ تو و استشفاع می نمائیم بہ پیری وے"۔ و عباس در دعائے خود گفت" اے خداوندا۔ ایں قوم توجہ بمن آوردہ انداز جہت نسبتے کہ مرا بہ پیغمبرِ تست۔ خداوندا۔ مرا از وا ایشاں شرمندہ مکن"۔

قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ جب زکریا علیہ السلام نے دیکھا۔ کہ حضرت مریم کے حجرے میں بے موسم کے پھل اور میوے پڑے ہیں۔ تو انہوں نے جائے مقبولیت سمجھ کر فوراً اولاد کیلئے استدعا کی۔ کما قولہ تعالیٰ ھُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ متبرک جگہ پر دعا جلد قبول ہوتی ہے مگر اجابت کیلئے دعا کا دل کی گہرائیوں سے نکلنا شرط ہے۔

حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج

ترا زبان دگر، دل دگر، دعا چہ کند

اخیر میں ظاہر بین حضرات سے نیاز مندانہ استدعا ہے کہ وہ آنکھوں سے تعصب کے محدب شیشے اتار کر "سرزمین ملتان" کے مشائخ اور فقرا کی سیرتوں کا مطالعہ کریں اور ظلمت دلوں میں امتیاز کرنے کے لئے اسلام کی دلربائی اور اس کی عالمگیر محبوبیت کو مشعل راہ بنائیں۔ و باللہ التوفیق

آغا محمد عزیز مرزا

بہ پیشگاہ

مخدومی و مکرمی جناب چوہدری مبارک علی صاحب بی اے پی ای ایس

ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان شہر

مخدومی! گورنمنٹ ہائی سکول ملتان کی ملازمت کے دوران میں جو عنایتیں حضور والا کی طرف سے اس خاکسار پر ہوتی رہی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ شکر گذاری کی زبان اُن کے تشکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اپنی تصنیف کے یہ چند اوراق جناب کے نام نامی و اسم گرامی سے اس لئے منسوب کرتا ہوں کہ جب تک یہ تصنیف باقی رہے۔ آپ کی للّٰہی شفقت و رافت کی یادگار بھی باقی رہے۔ اور فقرائے ملتان کی آخری آرامگاہوں پر حاضری دینے والے حضرات آپ کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ امید ہے کہ جناب میری اس پیش کش کو "حسن قبول" کا درجہ عطا فرما کر مجھے ہمیشہ کے لئے تشکر و امتنان کا موقعہ بخشیں گے۔ والسلام

عقیدت مند

نور احمد خاں فریدی

یکم جنوری سنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشِ احوالِ واقعی

بیا ور ید گر اینجا بُود زباندانے
غریبِ شہر سخنہائے گفتنی دارد

ملتان کے تقدس اور بزرگی سے کسی کو انکار نہیں۔ بزرگان دین اور مشائخ جو اس خطۂ پاک کے خمیر سے معرضِ وجود میں آئے۔ اور پھر اسی کا پیوند بنے۔ اس قدر کشش اور جاذبیت رکھتے ہیں۔ کہ ہر سال ہزاروں سعید روحیں ہندوستان اور رُوم شام کیا بلکہ سات سمندر پار سے سفر سقر کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد یہاں پہنچتی اور ان کے تبرک اثر مقابر پر فاتحہ کا نذرانہ پیش کرتی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ملتان کے گلی کوچے نہایت تنگ اور پیچدار ہیں۔ کہ مسافر تو بجائے خود رہے۔ یہاں کے باشندے بھی راستہ بھول جاتے ہیں۔ اور پھر خانقاہیں اور مزارات اس کثرت سے ہیں کہ زائر گھبرا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ فاتحہ پڑھ لیتا ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کس "مجاہد سرفروش" یا کس "مردِ حق آگاہ" کے مرقد پر کھڑا ہے۔ ٹانگے والے اس درجہ کے ستم ظریف واقع ہوئے ہیں۔ کہ خدا پناہ! دو تین خانقاہوں پر جو انہیں راستہ میں ملیں گی لے جائیں گے۔ اور کچھ کے کچھ افسانے سنا کر پیسے ٹور لیں گے۔ یہاں

ایسے گائیڈ بھی نہیں ہیں۔ جو خضرِ راہ بن کر زائرین کی تشنگی بجھا سکیں۔ آج تک کوئی ایسی کتاب بھی طبع نہیں ہوئی۔ جس میں بزرگان دین کے حالات جمع کئے ہوئے ہوں۔ یا کم از کم اُن کی آخری آرامگاہوں کا نقشہ دیا ہوا ہو۔ ایک مختصر سی گائیڈ سٹی ریڈنگ روم اینڈ لائبریری میں موجود ہے جو رائے زادہ تیرتھ رام صاحب بی اے کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ سنہ ۱۹۱۶ سنِ طباعت ہے۔ اسلئے اعداد و شمار کے لحاظ سے غیر موثق ہے علاوہ ازیں فقرائے ملتان کے حالات مفصل نہیں ہیں اور معابد و منادر کے حالات میں بھی حد درجہ کا اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔

"مرقع ملتان" حال میں ہی سید محمد اولاد علی صاحب گیلانی ایم اے ایم او ایل کی ہمت سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر بازار — میں آ چکی ہے۔ مگر اس قدر ضخیم اور قیمتی ہے کہ معمولی حیثیت کے آدمی خرید نہیں سکتے۔ اس لئے ہزار ہا لوگ کالے کوسوں کا سفر طے کرنے کے باوجود ملتان شریف کی کوچہ پیمائی کرتے ہوئے بھی بزرگانِ دین کے مقابر کی زیارت سے کامل طور پر بہرہ اندوز نہیں ہوتے۔ چنانچہ مسافروں اور زائروں کی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے بندہ نے اپنی عدیم الفرصتی، بدنی بے طاقتی، کم ہمتی اور علمی بے مائیگی کے باوجود اس مبارک کام کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ایک ایک بزرگ کے مرقد پر حاضر ہو کر ضروری معلومات حاصل کئے۔ چند دوستوں اور بزرگوں نے بھی اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائی۔ جن میں سید محمد اولاد علیؒ گیلانی ایم اے سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ میرے شکریہ کے خاص مستحق ہیں۔ کہ ان کی کتاب "مرقع ملتان" نے مجھے اس کتاب کی تدوین میں

دوڑ دھوپ کرنے سے کافی حد تک بچا لیا۔ اور فقیر غلام حیدر صاحب حاضری آفیسر ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان نے اس مسودہ پر نظر ثانی کرنے کی زحمت گوارا فرمائی۔

ڈاکٹر نثار حسین صاحب اور ایم عطاء اللہ صاحب فرخ کا میں بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی کاروباری مصروفیتوں سے وقت بچا کر اس کتاب کے لئے اعداد و شمار بہم پہنچائے۔ اور اس کی طباعت تک ہر ممکن طریقے سے میری امداد کرتے رہے جزاکم اللہ خیر الجزا۔

یہ انہی حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج بندہ ایسی ضروری اور اہم چیز ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہے جس کی طرف سرمایہ، وقت اور قوت تحریر رکھتے ہوئے بھی کسی اہل قلم نے توجہ نہیں کی تھی۔ الحمد للہ علی احسانک۔

خدا کرے میری یہ ناچیز تصنیف میری توقع سے بڑھ کر خلق خدا کے لئے مفید ثابت ہو۔ اور ہر نو وارد اس سے کامل طور پر استفادہ حاصل کر سکے۔ والی اللہ التوفیق

خاکسار

یکم جنوری ۱۹۴۰ء　　　　نور احمد خاں فریدی



خاکسار:- نور احمد خان فریدیؔ عفی عنہٗ

سرزمین ملتان کا تعارف

(زائرین سے)

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

یہ وہی خطۂ پاک ہے جسے سب سے پہلے مجاہدین کے قدم چومنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہی شہر ہے جس پر سب سے پہلے ہلالی عَلَم لہرایا گیا یہ وہی مبارک سرزمین ہے۔ جہاں سب سے پہلے اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہ کی آواز بلند ہوئی۔ یہ وہی ملتان ہے۔ جہاں ہندوستان کے تاجدار سب سے زیادہ مدبر منتظم اور پختہ کار گورنر مقرر کیا کرتے تھے۔ یہ وہی پوتر نگر ہے۔ جہاں ہرناکش کے سندر بالک پرہلاد نے صدائے توحید بلند کی۔ ہاں یہ وہی ناقابلِ تسخیر شہر ہے۔ جہاں سکندر زخمی ہوا۔ اور جہاں محمدؐ بن قاسمؒ کو چھ ماہ تک فتح کی انتظار کرنی پڑی۔

خداوندِ قدیر جسے چاہتا ہے۔ بلندی اور رفعت کے اوجِ کمال پر پہونچا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے۔ ہلاکت اور ادبار کی عمیق ترین گھاٹیوں میں پھینک دیتا ہے۔ یہ وہی شہر مولتان ہے جو کبھی بنگال کی طرح حکومت ہند کا اہم ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔ علم و ادب کا گہوارہ

تھا تجارت کی بڑی منڈی تھی۔ اور روحانیت کی آماجگاہ تھی۔ اکناف و اطرافِ عالم سے طالبانِ حق اپنی تشنگی بجھانے کے لئے یہاں پہونچتے۔ کوئی غوث بن کر یہاں سے نکلتا تو کوئی ابدال، معرفت الٰہی کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھا۔ جو رحمت الٰہی کے جوش میں موجزن ہو کر ہزاروں قطب اور اوتاد ودر ہائے آبدار کی طرح ساحل پر اُگل دیتا۔ کئی عراقی بن کر مغرب کو چلدیتے تو کئی عبدالحقؒ محدث کی صورت میں علم و ادب کے آفتاب بن کر دہلی جا چمکتے۔ مگر آہ! آج وہی ملتان ہے جو نحوست اور ادبار کی گھٹاؤں میں گھرا ہوا ہے۔ دنیا کی ہر دوڑ میں پیچھے ترقی کے ہر شعبے میں ناکام۔ سب سے بڑی بات یہ کہ افتراق اور انشقاق نے رہا سہا وقار بھی ضائع کر دیا۔ بہی خواہانِ خلائق جس قدر محبت اور آشتی کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ منافرت کی خلیج اُسی قدر وسیع ہوتی جاتی ہے۔ دنیا کو نہ تو یہاں کے رسم و رواج ایک آنکھ بھاتے ہیں۔ اور نہ ہی زبان پسندیدہ نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ زمانے کی ستم ظریفیوں اور ہماری بدعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ تاہم اس مبارک سرزمین میں اس قدر قوتیں پوشیدہ ہیں۔ اور اتنے قدسی نفوس یہاں آرام کی نیند سو رہے ہیں کہ ان کی کشش اور برکت سے لاکھوں انسان ہر سال یہاں آتے ہیں۔ اور گلی کوچوں میں چکر لگا کر بزرگانِ ملت کی مستقل آرامگاہوں پر فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ اِسی لئے جناب امیر خسروؒ نے فرمایا تھا ؎

ملتانِ ما بجنتِ اعلیٰ برابر است
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

عروس البلاد ملتان کی سرگذشت

(ماضی و حال)

سُن کر مرا افسانہ انہیں لطف آ گیا،
سنتا ہوں اب کہ روز طلب قصہ خواں کی ہے

پیروں اور فقیروں کا یہ شہر بہت ہی پرانے زمانے کا ہے ہیون سانگ نے اس کا تذکرہ ملی استھان پورہ کے نام سے کیا ہے۔ سر الیگزنڈر برنیز کا بیان ہے کہ انہوں نے خود لوگوں کی زبانی اس کا نام ملی تھان سُنا۔ اور گیارہویں صدی کے سیاح البیرونی نے ملتانہ کے نام سے اس شہر کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملی قوم اس علاقہ پر حکومت کرتی تھی۔ اُسی کی نسبت سے یہ شہر ملی استھان مشہور تھا۔ امتداد زمانہ سے بگڑتے بگڑتے ملتان بن گیا۔

سکندر رومی ۳۲۵ قبل مسیح طوفان کی طرح مقدونیہ سے اُٹھا۔ اور گرجتا برستا پنجاب تک جا پہنچا۔ اس کی عالی ہمتی اور عسکری شجاعت کے آگے دارا اور پورس جیسے فرمانروا خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے گئے۔ لیکن یہ شہر اتنا مضبوط تھا کہ وہ مرد جانباز مہینوں یہاں محاصرہ کئے بیٹھا رہا۔ ہزاروں لاکھوں کا نقصان اُٹھایا۔ اپنی جان پر زخم کھائے تب کہیں جا کر اسے فتح کیا۔ لیکن زخم ایسے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکا اور بابل میں پہنچکر جوانی

کے عالم میں اپنی جان آفرینندۂ جہاں کے سپرد کی۔ سکندر رومی کے بعد کچھ عرصہ تک فیلقوس نے بطور وائسرائے یہاں حکومت کی مگر بہت جلد مہاراجگانِ مگدھ نے غلبہ پاکر اسے فتح کر لیا۔ ۳۲۰ء قبل مسیح سے ۴۷۰ء تک قبیلہ کوشان کا تسلط رہا۔ اور ۴۷۰ء سے ۵۴۸ء تک وائٹ ہنز نامی یورپین قوم قابض رہی۔ اس کے بعد کہروڑ اور لونی کے مابین مہاراجہ بکرماجیت نے فیصلہ کن جنگ کر کے اس علاقہ کو فتح کر لیا۔ ۶۳۱ء تک راجہ سہس رائے کی حکومت رہی، بعد میں چچ نامی برہمن نے طاقت پیدا کر کے اسے اپنے اقتدار میں لے لیا۔ راجہ داہر اسی فرمانروا کا شجاع فرزند تھا۔ اس وقت ملتان صوبہ سندھ کا دارالخلافہ تھا۔ اس صوبہ کی وسعت[1] کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ صوبہ مغرب میں مکران تک جنوب میں بحیرۂ عرب اور گجرات تک مشرق میں موجودہ ملک مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں کشمیر تک پھیلا ہوا تھا

۷۱۲ء میں غازی محمد بن قاسم مسلمانوں کا اٹھارہ سالہ جرنیل معمولی سی جمعیت کے ساتھ سندھ پر حملہ آور ہوا۔ اور بگولے کی طرح دیبل ٹھٹھہ۔ برہمن نگر۔ بیرون اور سیوستان کے اقتدار کو ملیامیٹ کرتا ہوا ملتان آ پہنچا۔ مگر ملتان کی فتح کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تین ماہ تک کامل محاصرہ کئے بیٹھا رہا۔ لیکن فتح نہ کر سکا۔ آخر میں چند مسلمان ایک خفیہ راستے کے ذریعے شہر میں داخل ہو گئے۔ اور اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگانے کے بعد دروازہ کھول دیا جس سے مسلمان فوج شہر میں گھس گئی۔ یہ پہلی منظم فوج تھی۔ جو ملتان پر قابض ہوئی۔ اور جس نے

---

[1] آئینہ حقیقت نما از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی

پرچم ہلالی کو بلدیہ ملتان کی فضا میں بلند کیا۔ امیر داؤد نصر بن ولید عمانی ملتان کے پہلے اسلامی گورنر مقرر ہوئے۔ اور چونکہ یہ قبضہ محض فوجی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے حاکم وقت شہر سے دو میل دُور مغرب کی جانب چھاؤنی میں رہتے تھے۔ جس کا نام المنصورہ[1] رکھا گیا تھا۔ شہر کے اندر اور باہر جو عریض و طویل قبریں نظر آتی ہیں۔ اور صحابہؓ کی قبروں سے موسوم کی جاتی ہیں۔ یہ اسی حملے کی یادگار ہیں۔ جب تک خلافتِ بغداد اپنی پوری قوت میں برسرِ اقتدار رہی۔ ملتان بھی اس کے قبضے میں رہا۔ مگر اس کے زوال کے ساتھ ساتھ یہ علاقہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

۹۷۰ء کے قریب الپتگین کے جرنیل سبکتگین نے حملہ کر کے ملتان کو تاخت و تاراج کیا ———— اور ———— ۹۸۰ء میں جلم بن شعبان نامی قرامطی سردار نے کافی قتل و غارت کرنے کے بعد ملتان کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ سورج[2] مندر کو گرا کر ہموار

---

[1] المنصورہ کا لفظ بگڑتے بگڑتے علمدی سورہ رہ گیا ہے۔ ملتان سے دو میل مغرب کی جانب نہایت پُر فضا اور روح پرور فضا میں ایک قصبہ آباد ہے اس میں بے انتہا مقابر اور مساجد پائی جاتی ہیں۔ کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ حجازی مسافروں کی یاد میں ماتم کناں نظر آتے ہیں۔ سوائے حضرت علی اکبر اور آپکی والدہ ماجدہ کے روضہ کے اور کوئی تاریخی مقام باقی نہیں رہا۔ یہاں سید۔ قریشی۔ خواجہ صدیقی اور سوہرے دجو منصورے کا بگڑا ہوا ہے) آباد ہیں۔

[2] ملتان میں ایک مشہور مندر تھا۔ جہاں دور دراز سے ہندو لوگ سفر طے کر کے جاترا کی غرض سے پہونچتے تھے۔ اور لاکھوں روپے کے قیمتی تحفے مندر پر چڑھائے جاتے تھے۔ بلاذری کے الفاظ یہ ہیں۔ وکان بُدّ الملتان بُدًّا تھدی الیہ الاموال وینذر لہ النذور ویحج الیہ السند فیطوفون بہ ویحلقون رؤسھم ولحاھم عندہٗ ویزعمون ان صنمًا فیہ ھوالوب النبی علیہ السلام

کر دیا۔ پرانی مسجد کو منہدم کر کے ایک نئی مسجد تعمیر کی۔ سنہ ۱۰۱۰ء تک قرامطی برسر اقتدار رہے۔ اسکے بعد کچھ عرصہ تک بظاہر تو غزنوی سکہ چلتا رہا لیکن اندر ہی اندر قرامطی سازشوں کا جال بچھاتے رہے۔ اور جونہی موقعہ پایا۔ پھر سے حاکم بن بیٹھے۔

سنہ ۱۱۷۵ء میں شہاب الدین غوری گردیز کو ملیامیٹ کرتا ہوا ملتان پر حملہ آور ہوا اور اس باطل فرقے کو تہس نہس کر کے سرزمین ملتان کو کفر و الحاد کی لعنت سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا۔ سنہ ۱۲۱۹ء سے مغلوں نے ہندوستان کی طرف عنانِ توجہ منعطف کی۔ اور سنہ ۱۵۲۶ء تک غیر منظم طور پر حملے کرتے رہے۔ چونکہ ملتان آخری حد پر واقع ہے اس لئے یہاں حکومت کا بیحد پختہ کار اور معتمد جرنیل گورنر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ ناصر الدین قباچہ اور ملک شیر خاں نہایت بہادر اور حکومت کے خیر سگال گورنر تھے۔ ملک عز الدین بلبن سنہ ۱۲۵۵ء میں حاکم مقرر ہوا۔ اور اُس نے بدنیتی سے درونِ پردہ سازش کر کے مغلوں کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ سنہ ۱۲۵۷ء میں مغل ملتان میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ کو بُرج اور مورچے گرا کر غیر محفوظ کر دیا۔ شہر میں قتل و غارت کرنے کو تھے کہ حضرت مخدوم العالم شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ ایک لاکھ درہم نقد لے کر پہنچے۔ اور چنگیز خاں کی نذر گزران کر شہر کو تباہی سے بچایا۔

سنہ ۱۲۷۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن فرمانروائے ہند نے اپنے جگر گوشہ سلطان محمد کو ملتان کا گورنر مقرر کیا۔ یہ نہایت نیک دل گورنر تھا۔ حضرت امیر خسروؒ آپ کے بہترین دوست اور مصاحب تھے۔ یہ ان کے فیض کا ہی نتیجہ تھا کہ محمد دربار میں ہمیشہ باوضو اور دوزانو ہو کر بیٹھتا۔ بڑے بڑے علماء اور فضلا دربار میں جمع رہتے اور شہر کے اندر مشرق و مغرب سے عابد و مرتاض لوگ کھچ کھچا کر

جمع ہونے لگے۔ جناب سعدیؒ کو بھی طلب کیا گیا۔ مگر وہ پیرانہ سالی کے باعث تشریف نہ لا سکے۔
۱۲۸۴ء میں مغل پھر حملہ آور ہوئے۔ اور سلطان محمد کو جبکہ وہ انہیں شکست فاش دینے کے بعد اپنی مختصر سی جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اور امیر خسروؒ کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے

۱۲۸۸ء سے غلجی خاندان کی حکومت شروع ہوئی اور ۱۳۲۱ء میں تغلق خاندان برسرِ اقتدار ہوا۔ ۱۳۳۴ء میں اسلامی دنیا کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اوچ کے راستہ ملتان میں داخل ہوا اور شاہی حکم سے حضرت شاہ رکن العالمؒ کے ہاں قیام کیا۔ ۱۳۴۰ء میں محمد تغلق کا حکم پہنچا۔ کہ ملتان کی رعایا جس قدر ممکن ہو سکے۔ دولت آباد بھیجی جائے۔ تاکہ وہاں کی آبادی میں اضافہ ہو۔ بہرام آبیہ گورنر ملتان اس پیغام سے سخت رنجیدہ ہوا۔ اور قاصد کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا۔ طوفان کی طرح ملتان آ پہنچا اور بہرام کو شکست دے کر شہر میں قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ ہزاروں بے گناہ قتل ہونے شروع ہوئے۔ شاہ رکن العالم رحمۃ اللہ علیہ شدتِ غم سے بیتاب ہو کر اپنے محل سے باہر نکل آئے۔ برہنہ سر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔ "از خدائے بے نیاز بترس واز خونِ ناحق دست بکش" اس پر بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور خونریزی موقوف ہوئی۔

۱۴۴۳ء تک ملتان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ اور پے بہ پے حملے ہوتے رہے۔ امیر تیمور کے حملے میں تیس ہزار گھوڑے یہاں سے فراہم کئے گئے۔ بعد میں بھی جب کسی کو موقعہ ملا۔ ملتان پر چڑھ دوڑا۔ آخر ۱۴۴۳ء میں اہالیان ملتان نے آئے دن کی مصیبتوں سے تنگ آ کر شیخ یوسفؒ کو جو کہ ایک خاندان کے باثر چشم وچراغ تھے۔ اپنا حاکم تسلیم کیا۔ ۱۴۴۵ء میں

رائے سہرہ نامی لنگاہ سردار نے دھوکہ سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور شیخ جان بچا کر دہلی تشریف لے گئے رائے سہرہ نے قطب الدین کا لقب اختیار کر کے خود مختارانہ حکومت شروع کی۔ اس کے عہد میں پورا امن رہا۔ ۱۴۶۹ء میں حسین خاں لنگاہ تخت نشین ہوا۔ اور تیس برس تک نہایت کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا پوتا سلطان محمود تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت عیاش بادشاہ تھا ۱۵۲۵ء میں مسموم ہو کر انتقال کیا۔ اس کا لڑکا حسین تین برس کا تھا۔ ابھی اس ننھے سے فرمانروا کو تخت پر بیٹھے آٹھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اقوام خاں و لشکر خاں لنگاہ سرداران قوم حکومت سے باغی ہو گئے۔ اور مرزا شاہ حسین ارغون سے مل کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ آخر ارغون ترک لوہاری دروازے کو کلہاڑوں اور ہتھوڑوں کی ضربات سے چکنا چور کر کے اندر داخل ہو گئے۔ صغیر سن بادشاہ اور سات سال سے ستر سال تک کے کل شہری گرفتار کر لئے گئے۔ اکثر لوگ جانیں بچانے کی خاطر حضرت شیخ رکن العالمؒ کے مقبرہ میں گھس گئے۔ لیکن وہاں بھی انہیں پناہ نہ ملی۔ اس تبرک اثر عمارت کو آگ دکھا دی گئی۔ اور اندر کشت و خون کا بازار گرم کیا گیا۔ اس واقعہ سے ملتان کو جو ضعف پہنچا اس کا مداوا کسی سے نہ ہو سکا۔ آخر ۱۵۲۶ء میں شہنشاہ بابر حکومت ہند کا مالک بنا۔ تو اس کے دم قدم سے ملتان کو بھی آرام و سکون نصیب ہوا۔ جو ہمیشہ دار الفساد بنا رہتا تھا۔ دار الامان کہا اور لکھا جانے لگا۔

۱۵۴۱ء میں شیر شاہ سوری برسر اقتدار ہوا۔ تو اس نے حضرت شاہ بہاؤ الدین زکریاؒ حضرت شاہ رکن العالمؒ اور حضرت شاہ یوسف گردیزؒ کے مقابر کے پاس روغنی اینٹوں کی تین عالیشان مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اسی زمانہ میں بلوچوں نے بھی قدم آگے بڑھایا۔ مزاری بلوچ تلمبہ

تک جا پہنچے۔ اور ادھر میر چاکر جو رند قبیلہ کے سردار تھے۔ انہوں نے منٹگمری میں ست گھرہ کے نام سے قصبہ آباد کیا۔ اور گردو نواح کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ شیر شاہ سوری کو علم ہوا۔ تو اس نے ہیبت خاں گورنر لاہور کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ میر چاکر کو شکست ہوئی۔ اور ہیبت خاں نے میر چاکر کے جواں بیٹے کو قتل کر کے اس کی پسلیاں آگ پر بھنوائیں۔ میر چاکر نے دوبارہ حملہ کر کے ملتان فتح کر لیا۔ اور پھر ہیبت خاں کا تعاقب کرتا ہوا سیت پور تک پہنچا۔ گھمسان کا رن پڑا ہیبت خاں مارا گیا۔ اور میر چاکر نے اس کی کھوپری کا پیالہ بنا کر اس میں پانی پیا۔ اس طرح ایک بلوچ سردار نے اپنے انتقام کی آگ بجھائی۔ شیر شاہ کی عملداری میں ملتان کو خوب رونق نصیب ہوئی۔ عمارات نئی طرز پر بنائی گئیں۔ سڑکوں اور نہروں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ اکبری عہد میں یہاں حکومت کی طرف سے ایک ٹکسال مقرر کی گئی۔ جس میں چاندی اور تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔

شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ملتان کا علاقہ شہزادہ مراد بخش کو بطور جاگیر عنایت ہوا جس نے شہر کے گرد موجودہ فصیل تعمیر کرائی۔ اور آباد کار لوگ منگوا کر آبادی میں اضافہ کیا۔ اسکے بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ بطور گورنر یہاں مقرر ہوئے۔ انہوں نے حضرت سید زین العابدینؒ واقع سرور شکوٹ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابر کی مرمت کرائی۔ اور شاہ رکن العالمؒ کے فلک بوس مقبرہ کے پاس خشت و آہک کی ایک روح پرور اور دلستاں مسجد تعمیر کی۔ ۱۶۵۲ء میں دارا شکوہ ملتان پر پھر قابض ہو گیا۔ اور حضرت شیخ موسےٰ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا۔ ۱۶۵۸ء میں شاہ عالمگیر دارا شکوہ کا تعاقب کرتا ہوا ملتان پہنچا۔ اور بھائی کے

مقرر کردہ گورنر حضرت موسٰیؒ گیلانی کو معزول کر کے لشکر خاں کو تعینات کیا۔ چند سالوں کے بعد ملتان کی عملداری شہزادہ معظم کو عطا ہوئی۔ یہ نہایت دور اندیش شہزادہ تھا۔ ہاروں الرشید کی طرح بھیس بدل کر رات کو رعایا کی دیکھ بھال کرتا اور علما و صلحا سے دربار کو آراستہ رکھتا۔

محمد شاہ کے عہد میں یہاں باقر خاںؒ نامی ایک عالی ظرف گورنر مقرر ہوا۔ اس نے شہر سے دو میل مشرق کی جانب ایک عالیشان مسجد تعمیر کی۔ جو اب تک موجود ہے۔ بعد میں نواب عبد الصمد تورانی کو لاہور و ملتان کی عملداریاں تفویض ہوئیں۔ اس دریا دل نواب نے مسلمانان ملتان کی ضرورت کے پیش نظر ایک عالیشان عید گاہ تعمیر کرائی۔ ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے ملتان کو اپنی علمداری میں شامل کیا۔ اور اپنا سکہ جاری کیا۔ نواب علی محمد خاںؒ صوبیدار مقرر ہوا۔ ابتدا میں یہ نہایت وسیع الظرف اور نیکدل فرمانروا تھا۔ شہر کے گرداگرد خشتہائے پختہ کی فصیل تھی۔ جو متواتر گولہ باریوں سے قریباً قریباً منہدم ہو چکی تھی۔ اس کی مرمت کی۔ اور اپنے نام پر ایک نہر احداث کرائی۔ شہر کے اندر ۱۷۶۸ء میں ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر کی جو اب تک اسی شان سے قائم ہے۔ لوگ فارغ البال اور آسودہ حال تھے۔ مگر بعد میں طبیعت پر حرص غالب آئی۔ اور خلق خدا کو آزار پہنچانے لگا۔ شجاع خاں بانئے شجاع آباد کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ لوگ تنگ آ آ کر یہاں سے ہجرت کرنے لگے۔ دفعتہً احمد شاہ ابدالی قضائے مبرم

---

۱ مرقع ملتان از سید محمد اولاد علی گیلانی ایم اے

۲ حضرت غوث پاک کی پائینی دروازہ کے عین نیچے آسودہ ہے۔

۳ یہ مظلوم تاجدار شاہ حسن پروانہؒ کے قبرستان میں قیامت کی نیند سو رہا ہے۔

کی طرح آپہنچا۔ اور شجاع خاں رہا کیا گیا۔ اس کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر بادشاہ غصہ میں بھر گیا علی محمد خاں کو گرفتار کیا اور اس کا پیٹ چاک کر کے لاش کو ملتان کے گلی کوچوں میں پھروایا۔ اور شجاع خاں کو ملتان کی فرمانروائی عطا کی۔

شجاع خاں کا یہ عہد کوئی مستقل نہ تھا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کے مصداق کبھی ملتان سے شجاع آباد چلے جانے پر مجبور ہو جاتے اور کبھی پھر برسر اقتدار ہو جاتے۔ اسی لیل و نہار میں ۱۷۷۶ء میں بمقام شجاع آباد واصل بحق ہوئے[1]۔ اور ان کی جگہ نواب مظفر خاں تخت نشین ہوئے۔ ۱۸۱۸ء تک اس نیک دل اور خدا ترس فرمانروا کی حکومت رہی۔ اس مبارک عہد میں مظفر گڑھ، غضنفر گڑھ اور خان گڑھ معرضِ وجود میں آئے۔ اور ملتان تجارت کی بڑی بھاری منڈی بن گیا۔ ۱۸۰۰ء میں نواب ممدوح حج پر گئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے نواب سرفراز خاں صاحب قائم مقامی کرتے رہے۔ اور والد کی عدم موجودگی میں فوج کی تعداد تین گنا کر دی۔ ان دنوں میں لاہور پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ جب نواب مظفر خاں حج سے فارغ ہو کر ساحل پر اُترے۔ تو مہاراجہ نے حکمتِ عملی سے کہلا بھیجا کہ آپ کا بیٹا آپ سے باغی ہو گیا ہے۔ اور طاقت بڑھا لی ہے۔ آپ کا ملتان جانا خطرے سے خالی نہیں۔ نواب صاحب کو شک گزرا اور بیٹے کو لکھا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر فوج کیوں بڑھائی ہے، قبل اس کے ملتان پہنچوں۔ زائد فوج ہٹا دو۔ نواب سرفراز خاں کو

---

[1] مرقد شجاع آباد شہر کے مغرب میں کوئی ایک میل کے فاصلے پر بیکسی کا مزار بنا ہوا ہے۔

بہت افسوس ہوا۔ مگر والد صاحب کا ارشاد تھا۔ بصد اکراہ زائد فوج ہٹا دی۔ نواب ممدوح آئے اور امر واقعہ سے آگاہی پائی تو انہیں بھی بے حد افسوس ہوا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ ملتان پر ایک عرصہ سے نظر جمائے ہوئے تھے سنہ ۱۸۰۲ء سے سنہ ۱۸۱۶ء تک تین بار حملے کر چکے تھے۔ یہاں جمعیت کم تھی اور ہمسایہ طاقتیں بھی اپنا اقتدار ملیامیٹ کر چکی تھیں۔ کسی سے امداد کی توقع بھی نہ تھی۔ ۲۴ فروری سنہ ۱۸۱۸ء میں منظم طور پر مہاراجہ کی فوجیں آپہنچیں اس بار زمزمہ توپ بھی ہمراہ تھی۔ جو ایک من وزن کا گولہ پھینکتی تھی۔ نواب کی فوج نے سرنگ لگا کر عطر سنگھ کی توپوں کو اُڑا دیا۔ اور سردار مذکور اپنے بارہ رفیقوں کے ساتھ مارا گیا۔ فوج خوفزدہ ہو کر بھاگ گئی۔ نواب ممدوح نے سکھ سردار کی لاش کو نہایت احترام کے ساتھ دوشالہ میں لپیٹ کر مہاراجہ کے کیمپ میں بھجوا دیا۔ کئی بار پھر حملے ہوئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر اڑھائی لاکھ روپیہ نقد اور بیس اسپ خاصہ سالانہ بطورِ خراج قبول کر کے ۲۵ اپریل کو مہاراجہ واپس لاہور تشریف لے گئے۔ ماہ فروری سنہ ۱۸۱۸ء کے آغاز میں مصر دیوان چند کی سرکردگی میں پچیس ۲۵ ہزار سپاہیوں کی ایک زبردست فوج خانگڑھ اور مظفر گڈھ کو فتح کرتی ہوئی ملتان آپہنچی۔ سکھ فوج ہر قسم کے سامانِ حرب سے مسلح تھی۔ اور ادھر مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر فوج بددل ہو چکی تھی۔ نواب ممدوح نے علماء سے مشورہ کیا کہ ایسے حالات میں جبکہ ہمارے پاس مدافعت کی کوئی طاقت نہیں۔ اور دشمنوں کی فتح یقینی ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ اگر ارشاد ہو تو میں یہ شہر خود بخود ان کے حوالے کر کے عامۃ المسلمین کو خونریزی سے بچا لوں۔ علمائے حق نے جواب دیا۔ "نواب صاحب! آپ اس اسلامی حکومت کے پاسبان ہیں۔ اور پاسبان کو جنگ کے بغیر شہر دشمنوں کے حوالے نہیں کرنا چاہیئے"

اس پر نواب صاحب نے سمجھ لیا کہ شہادت کا وقت آپہنچا۔ سکھ بڑھتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ ملتان شہر فتح کر لیا۔ بے کس اور بے بس نواب کے پاس صرف ڈھائی ہزار نوجوان تھے۔ اور سامان رسد بھی ناکافی تھا۔ لیکن اس شیر دل پیر مرد نے اتنی جلادت اور شجاعت سے مقابلہ کیا کہ دشمن بھی دنگ رہ گئے۔ زمزمہ توپ سے قلعہ کی دیواروں میں دو بڑے شگاف ہو گئے۔ نواب نے وہاں مٹی کے تودے کھڑے کر دئے۔ پے در پے حملے ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ قلعہ میں دو تین سو آدمی رہ گئے۔

۲ جون ۱۸۱۸ء کو تین شبانہ روز کی جنگ سے اندر کی فوج تھک گئی اور آرام لینے لگی بد قسمتی سے فوج کے چند سردار رشوت لے کر درون پردہ مہاراجہ سے ملے ہوئے تھے۔ ایک خائن سردار نے ایک چٹ پر یہ عبارت تحریر کی۔

"فوج آرام کر رہی ہے اور شمالی دروازہ غیر محفوظ ہے
اگر حملہ کرو گے تو بآسانی داخل ہو سکو گے۔"

اور سکھوں کی فوج میں تیر کے ذریعے پھینکوا دیا۔ چنانچہ سکھوں نے دھاوا بول دیا۔ اور سادھو سنگھ نامی ایک اکالی سردار آن کی آن میں قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اور فوج خضری دروازہ سے اندر گھس آئی۔ اسی برس کا بوڑھا نواب سبز لباس پہن شمشیر بدست محل سے باہر نکلا سامنے وہی بدبخت اور خائن سردار گھر کو جاتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ نے فرمایا جلو خان! تخت یا تختہ کا وقت ہے۔ کدھر جاتے ہو؟ کہا حرم سے ہو کر ابھی آیا" آپ نے عالم غضب میں تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا۔ کہ کاٹ کر رکھ دیا۔ اس وقت نواب کے ساتھ آٹھوں صاحبزادے اور چند گنتی کے سردار

جاں نثار تھے سکھوں کے آتے ہی شیر دل نواب نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ اور ایسے گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سینکڑوں بہادر سر وار تہ تیغ ہو گئے۔ نواب نہایت چابکدستی سے تلوار چلا رہے تھے۔ اور زبان پر قرآن مقدس کی یہ مبارک آیت جاری تھی۔

"قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝"

ترجمہ۔ "ان سے کہدو کہ اے نفس پرستو! جس موت سے تم اس قدر بھاگتے ہو۔ وہ تمہیں چھوڑ نہ دے گی۔ ایک دن ضرور آئیگی۔ پھر تم اُسی خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے"۔

سکھوں کی فوج شمشیر زنی سے تنگ آگئی اور بندوقیں چلانے لگی۔ نواب نے کڑک کر کہا۔ "بزدلوں کی طرح مت لڑو۔ اگر ہمت ہے تو دست بدست لڑائی کرو"۔ لیکن اس کے جواب میں سن سے ایک گولی آئی اور نواب کے بدن میں سے گزرتی ہوئی پار نکل گئی۔ لیکن واہ رے شجاع۔ برابر کڑکتے گرجتے سکھوں کی فوج میں گھستے چلے گئے۔ دوبارہ سہ بارہ گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور نواب لڑکھڑا کر میدان کارزار میں گر پڑے۔ اور مسکرا کر داعی اجل کو لبیک[1] کہا۔ آپ کے پانچ جانباز فرزند بھی والد بزرگوار کے ساتھ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ نواب سرفراز خاں ۸۰ زخم کھا کر بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا

---

[1] نواب مظفر خاں شہید اپنے پانچوں مجاہد اور جاں نثار فرزندوں سمیت حضرت غوث پاک کی خانقاہ میں دفن کئے گئے۔ مولف

تو بیساختہ کہا کہ ؎ مظفر بر بساطِ مرگ بنشست مسلمانی ز ملتان رخت بر بست

اور امیر بیگ خاں و ذوالفقار خاں نے بھی زخمی ہو کر ہتھیار پھینک دئیے اور امان پائی۔ اس طرح ملتان میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سید محمد لطیف اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ سکھوں نے جب قلعے کو فتح کیا تو اُس وقت قلعہ کے اندر چار پانچ سو مکانات تھے جنہیں منہدم کرا دیا گیا۔ لوگوں کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا۔ نواب کے محل سے جو کچھ دستیاب ہوا سب بحق سرکار ضبط ہوا۔ شہر کو آگ لگا دی گئی۔ اور لوگوں کے کپڑے اتار لئے گئے۔ عورتوں کی عصمتیں پامال کی گئیں بعض عفت مآب خواتین اپنے ناموس کو بچانے کی خاطر کنوؤں میں کود پڑیں۔ اور بعضوں نے خودکشی کر لی جب شہر میں سینکڑوں آدمی جان سے مارے گئے۔ اور اکثر مکانات جل کر راکھ ہو گئے تو کنور کھڑک سنگھ فاتحانہ انداز سے شہر میں داخل ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب کنور صاحب نواب کے مال و متاع کا جائزہ لے رہے تھے تو ایک گوژہ پشت بڑھیا جس کی آنکھوں سے غیض و غضب کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ آگے بڑھی اور بولی:۔

"اے ظالم! تم خوش ہو رہے ہو۔ کہ تم نے ہماری بربادی و تباہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر لی۔ لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ اس دنیا میں کسی کو ثبات نہیں اور مسرت و شادمانی کی گھڑیاں محض عارضی ہوتی ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جبکہ تمہاری تباہی اور بربادی کا وقت بھی آجائیگا۔ اگرچہ اُس وقت کو دیکھنے کے لئے

ہم نہ ہونگے لیکن ہمارے بدنوں کی خاک اور ملتان کے درودیوار
کے ذرات موجود ہوں گے۔

۱۸۱۸ء سے ملتان پر سکھوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔ ۱۸۲۱ء سے باقاعدہ طور پر دیوان ساون مل ملتان کے صوبیدار مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۲ء تک اس بیدار مغز فرمانروا نے نہایت دور اندیشی اور انصاف پسندی سے حکومت کی۔ اس کے عہد میں چوری اور رہزنی کا نام تک مٹ گیا تھا۔ زناکاری مطلق بند ہوگئی تھی۔ حکم دے رکھا تھا کہ اگر خاوند اپنی اہلیہ کو کسی آشنا کے ساتھ دیکھ پائے تو بے دریغ دونوں کو قتل کردے۔ اس نے حسب ذیل عمارتیں تعمیر کرائیں۔

۱۔ شوالہ متصل بوہڑ دروازہ

۲۔ پختہ تالاب سورج کنڈ

۳۔ شوالہ کے متصل ایک پختہ زینہ

۴۔ بدھلہ سنت کے مکانات و تالاب وغیرہ

۵۔ عام و خاص باغ میں عدالت کی عمارتیں

دیوان ساون مل کے بعد اُن کا بیٹا مولراج تخت نشین ہوا۔ یہ باپ کی طرح مدبر اور دور اندیش نہ تھا۔ زمیندار اور تجارت پیشہ لوگ اس کے سلوک سے نالاں تھے آئے دن اس کے خلاف ریزیڈنٹ کے پاس شکایات پہنچتی رہتی تھیں۔ یہ اس امر کو سخت ناگوار سمجھتا تھا کہ جب مالگزاری کی پوری پوری رقم ادا کردی جاتی ہے۔ تو اس کے اندرونی معاملات

میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے"؟ اس سے تنگ آ کر اس نے استعفےٰ دیدیا۔ جو دربار لاہور میں منظور کر لیا گیا۔ اور یہ طے پایا کہ سردار خان سنگھ کو ناظم مقرر کیا جائے۔ اور مسٹر وانز ایگنیو اور لفٹنٹ اینڈرسن مشیرانِ خاص کے طور پر کام کریں۔ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مذکورہ بالا آفیسر پانصد سکھوں کے ہمراہ ملتان روانہ ہوئے۔ دیوان مولراج نے عیدگاہ میں ان کے قیام کا بندوبست کیا۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۴۸ء کو جبکہ وہ چابیاں لینے کی غرض سے مولراج کے ہمراہ جا رہے تھے۔ راستے میں دو سواروں نے یکلخت اُن پر حملہ کر دیا۔ لفٹنٹ اینڈرسن سخت زخمی ہوئے۔ اور سردار خان سنگھ کی بدولت مسٹر وانز ایگنیو کی جان بھی بچ گئی۔ مگر رات کو عیدگاہ میں شہر کا ایک بڑا ہجوم پہنچا اور دونوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ اگرچہ دیوان مولراج کا اس حملہ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ تو اس نے علی الاعلان مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

۲۶ دسمبر تک سورج کنڈ اور شہر کے نواح میں طرفین سے غیر منظم طور پر جھڑپ ہوتی رہی۔ ۲۸ دسمبر کو منظم طور پر بمبئی اور بنگال کی قلعہ شکن توپوں سے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی گئی اور سارا دن یہ ہولناک توپیں آگ برساتی رہیں۔ آتش باری اس زور شور سے کی گئی کہ ایک افسر نے بہاولپور میں توپوں کی گرج کو اچھی طرح سے سُنا۔ ۳۰ دسمبر کو قلعہ شکن توپ کا ایک گولہ قلعہ کے میگزین پر جا گرا جس سے ایسا زبردست دھماکا ہوا کہ سولہ ہزار پونڈ بارود بھک سے اُڑ گیا۔ شہر کے بڑے بڑے مکانات اور معابد تباہ و برباد ہو گئے اور ۸۰۰ کے قریب آدمی لقمۂ اجل بنے۔ ۳۱ دسمبر کو قلعہ کے گودام میں آگ لگ گئی۔ اور

سات نُو من غلہ تیل اور گھی کے ہزار ہا کپوں کے ساتھ جل کر راکھ ہوگیا۔ اس دن جنرل وِش نے دیوان مولراج کو ایک خط لکھا کہ بے فائدہ کشت وخون بست کرو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ قلعہ سرکار کے حوالے کردو۔ دیوان نے اس خط کو لمبی زد والی توپ کے دہانہ پر رکھوا کر بارود کے ذریعے واپس انگریزی کیمپ میں بھجوا دیا۔

یکم جنوری ۱۸۴۹ء کو خونی برج کی جانب سے ہولناک گولہ باری کی گئی۔ اور کافی نقصان اُٹھانے کے بعد انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہوگئیں۔ دیوان مولراج نے انتہائی پامردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر کہاں تک۔ ۲۲ جنوری ۱۸۴۹ء کی صبح کو اس نے غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو جنرل وِش کے حوالے کردیا اور اس کے بعد ملتان میں انگریزی حکومت کا دَور دَورہ شروع ہوگیا۔

شہر ملتان کا دورِ جدید

بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ

شہر ملتان مرتفع سطح پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے گرداگرد شکستہ فصیل اب تک موجود ہے فصیل کے باہر ساتھ ساتھ خندق تھی جس کے نشانات کہیں کہیں اب بھی نظر آجاتے ہیں۔ شہر کا رقبہ ۲۰۰ ۴۲×۴۰۰ ۴۲ فٹ ہے۔ دائرہ تین میل اور حدود میونسپلٹی ۵ میل کے قریب ہے۔

شہر کے چھ دروازے ہیں۔ جن میں حرم دروازہ۔ بوہڑ دروازہ اور دہلی دروازہ اصلی حالت میں واقع ہیں۔ پاک دروازہ، دولت دروازہ اور لوہاری دروازہ پر کوئی عمارت نہیں۔ کھلے بازار ہیں۔

دروازوں سے جو بازار چوک کو گئے ہیں۔ اکثر خمدار اور ڈھلوان ہیں۔ آپ جوں جوں آگے جائیں گے۔ آپ کو محسوس ہوگا۔ کہ آپ کسی بلندی پر چڑھ رہے ہیں۔ اور جگہ بہ جگہ موڑ ملینگے ان میں حکمت یہ تھی کہ طوائف الملوکی کے زمانہ میں اگر دشمن کی فوج دروازوں کو توڑ تاڑ اندر گھس بھی آتی۔ تو چوک تک پہنچنا اُن کے لئے آسان نہ ہوتا۔ اگر ایک موڑ پر شہریوں کو شکست ہو جاتی۔ تو وہ پیچھے ہٹ کر دوسرے موڑ پر پھر جم جاتے۔ اور سر توڑ مقابلہ کرتے۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ لڑائی میں اونچی جگہ والے فائدہ میں رہتے ہیں۔

دوسری غرض اس ڈھلوان سے یہ تھی۔ کہ بارش کتنے زور سے کیوں نہ برسے

بازاروں میں پانی نہ رُک سکے۔ اور کیچڑ سے خلق خدا کو تکلیف نہ ہو۔

شہر ملتان کی آبادی مجموعی طور پر ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اور روز افزوں شمالاً جنوباً مکانات کی تعمیر کا سلسلہ قائم ہوتا جارہا ہے۔ قریباً قریباً ملتان شہر اور ملتان چھاونی آپس میں مل چکے ہیں بسنہ ۱۹۳۰ء میں شہر کے گلی بازاروں کی حالت بہت خراب تھی۔ اور آئے دن کوئی نہ کوئی بیماری پھوٹ پڑتی تھی۔ لیکن خان بہادر مخدوم راجن بخش مرحوم صدر بلدیہ کی توجہ سے شہر کو صاف ستھرا بنانے کی ایک مہم شروع ہو گئی۔ چنانچہ پہلے کی نسبت اب اس کی حالت بہت اچھی ہے۔ پانی اور بجلی کا بہت اعلیٰ انتظام ہے۔ بازاروں میں آٹھوں پہر گہما گہمی سی رہتی ہے خاص کر چوک بازار اپنی وسعت اور رونق کی وجہ سے تمام بازاروں پر فوقیت رکھتا ہے عصر کے وقت یہاں اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ آدمی کے لئے چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کے کاریگر اپنی دن کی کمائی یہاں لاکر رکھ دیتے ہیں۔ معلوم یوں ہوتا ہے۔ گویا ملتان نے صنعت و حرفت کی نمائش دکھانے کی غرض سے اپنے جگر کے ٹکڑے اُگل دیئے ہیں۔ خاص کر اندھی کھوئی کی چہل پہل اور خرید و فروخت کی گرما گرمی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ یہاں لاکھوں روپے کا روزانہ بیوپار ہوتا ہے۔

تاریخی حیثیت سے بھی یہ شہر بہت بلند حیثیت رکھتا ہے۔ فقرا، علما، صلحا کے مامن و مسکن ہونے کے علاوہ اُسے تین نامور سلاطین کی جائے پیدائش ہونے کا فخر حاصل ہے۔ پندرہویں صدی کے وسط میں حسین آگاہی کے اندر مکان قاضیانوالہ میں بہلول لودھی پیدا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مکان کے دفعتہً گر جانے سے سلطان کی ولادت قبل از وقت ہوئی تھی۔ دوسرے سلطان

سلطان محمد تغلق ہیں۔ جو لوہاری دروازہ کے باہر کوٹلہ تغلق خاں میں کتم عدم سے عالم وجود میں آئے تیسرے سلطان احمد شاہ ابدالی امیر افغانستان ہیں جنہوں نے مرہٹوں کو شکست فاش دے کر ایک دفعہ ہندوستان میں پھر اسلامی حکومت قائم کی۔ آپ سترہویں صدی کے آخر میں کڑی سدوزئی میں پیدا ہوئے۔ امتداد زمانہ نے محلات کا تو نام و نشاں نہیں رکھا لیکن شیش محل کے سامنے اسی مقام پر آپ کی یادگار باقی رکھنے کے لئے مرمریں کتبہ موجود ہے۔ جو ہر رہرو کے دل میں آپ کے عظمت و جلال کا احساس زندہ کر دیتا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے پنجاب کے شہروں میں ملتان کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔ پنجاب اور افغانستان کی بڑی منڈی ہے۔ یہاں غلہ، گندم، نیل، روئی، تیل نکالنے کے بیج، مکی، جو، باجرہ، جوار، بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ میوہ جات میں انار، آم، سنگترے، اور کھجور ہزاروں من کی تعداد میں روزانہ بیرونجات کو جاتے ہیں۔ موم بتیاں، صابون، روغنی برتن، تیل، میناکاری کے اسٹڈ، بٹن اور رکابیاں، پائیدار غالیچے، دریائی، دھوپ چھاؤں صوفی لنگیاں۔ ریشمی زرتار دوپٹے ملتان کی خاص صنعت ہیں۔ ہندوستان کی مشہور طوفانی ٹرین کراچی میل یہاں سے گذرتی ہے اجناس خام لاکھوں منوں کی تعداد میں کراچی کے ذریعے دساور کو جاتی ہیں۔ اگر اس حیثیت سے کراچی کو ملتان کی بندرگاہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ملتان شہر کے متصل شمال کو پرانا قلعہ ہے۔ اگرچہ فصیل اب منہدم ہو چکی ہے لیکن جہاں کوئی ٹکڑا سالم ہے اس سے قلعہ کی پختگی بلندی اور استواری کا اندازہ ہوتا ہے۔ لاریب کسی زمانہ میں یہ نہایت شاندار قلعہ ہوگا۔ آثار کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ ۱/۲ میل مربع تھا۔ اور

۴۶ مورچے تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ قلعہ کے تین دمدمے تھے۔ ایک اپنی اُسی حالت میں موجود ہے۔ اور سیاحوں کی دلبستگی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ جو شخص بھی قلعہ میں داخل ہوتا ہے اس دمدمے پر چڑھے بغیر نہیں رہتا۔ اہل دل جب یہاں پہنچتے ہیں۔ تو انقلاب زمانہ کی اس زندہ تصویر کو دیکھکر کانپ اُٹھتے ہیں ——— میں نے ایک موقعہ پر مغرب کے قریب یہاں ایک معمر پٹھان کو دیکھا جو وجد کی حالت میں جھوم جھوم کر یہ کہہ رہا تھا ؎

من نہ آں رندم کہ ترکِ شاہد و ساغر کنم
محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم

دیوالی یا چراغاں کے کسی اور موقعہ پر یہاں سے ملتان شہر کا نظارہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے
دوسرا دمدمہ حضرت قاضی قطب الدینؒ کے مزار کے پاس تھا۔ جو اب معدوم ہو چکا ہے
تیسرا پرہلاد مندر کے پاس تھا جس کے آثار اب تک موجود ہیں۔ قلعہ اس وقت تودۂ خاک بنا ہوا ہے شاہی محلات اور ایوان کا نشان تک نہیں۔ اگرچہ اُسے اُجڑے ہوئے ایک صدی یا اس سے کچھ کم کا عرصہ ہوا ہے لیکن معلوم یوں ہوتا ہے۔ کہ گویا چار پانچ سو سالوں سے یہی کیفیت چلی آتی ہے۔ دنیا کے اور بھی قلعے ہیں۔ اُن پر بھی خزاں آئی ہے لیکن پھر بھی ان کے اندر محلات، ایوان مساجد اور معابد اپنی اصلی یا شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ لیکن یہ تو کچھ ایسی بُری طرح سے تباہ ہوا ہے کہ اس پر قلعہ کا گماں بھی نہیں ہوتا۔ دیوان مولراج کے زمانہ میں قلعہ کے سامان کی جو کیفیت تھی ایک مشہور وقایع نگار اُسے یوں بیان کرتا ہے۔

"قلعہ ملتان بنئے کی مکمل دوکان معلوم ہوتا ہے۔ جس کی نظیر ہندوستان

میں نہیں ملتی۔ ایسی رسدگاہ اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی جس میں سامانِ رسد، سامانِ تجارت اور سامانِ حرب بیجا اس کثرت و افراط سے موجود ہوں۔ اس قلعہ میں افیون، نیل، نمک، گندھک ہر قسم کی دوائیں کثرت کے ساتھ جمع ہیں۔ گندم اور چاول کے ذخیرے زیرِ زمین دفن ہیں۔ تہ خانوں میں گھی کے ہزارہا چرمی کپے موجود ہیں۔ ریشمی لبادے اور خلعت ہائے فاخرہ کے انبار قلعہ کی زیرین تاریکیوں میں چمک رہے ہیں۔ ملبوسات کی بے شمار گٹھریاں نیچے اوپر پڑی ہیں، تانبے لکڑی اور لوہے کے مضبوط سنگین اور بڑے بڑے صندوق زر و جواہرات سے پُر ہیں۔ قلم میں یہ طاقت کہاں کہ ان گوناگوں کیفیات کا ذکر کر سکے۔ جو اس خزانہ کے دیکھنے سے دل و دماغ میں پیدا ہوتی ہیں۔"

یہ سب کچھ تھا۔ خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس کوہ وقار قلعہ میں ایسے ساز و سامان سے حکمرانی کرتے رہے۔ اور خوش بخت تھے وہ قدسی نفوس جنہوں نے ملتان کو قوم اور مذہب کی امانت جان کر دشمنوں سے آخیر دم تک مقابلہ کیا۔ اور جب تک خاکی پیکر میں رمق حیات تک بھی باقی رہی۔ دشمنوں کو شہر اور قلعے کا مالک نہ بننے دیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین لیکن ہاں۔ — وہی قلعہ آج شوکت و اجلال کا گورستان بنا ہوا ہے مغلوں، تاتاریوں، سدوزیوں اور سکھوں کی ہڈیاں چمک چمک کر زبانِ حال سے پکار اٹھتی ہیں۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۞

اس تعمیری فقدان کے باوجود قلعہ سربلند ہے، اور اتنا سربلند کہ اکبرآباد، شاہجہان آباد اور لاہور کے فلک شکوہ قلعے بھی اسکے آگے سرنگوں نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اس تودہ خاک میں شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الدین زکریا کی بلند شخصیت اپنے صد ہا نامدار فرزندوں سمیت سو رہی ہے۔ کیا دنیا کا کوئی فلک بوس قلعہ اس کی ہمسری کر سکتا ہے ؎

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار (اقبالؒ)

ملتان مشرقی دنیا کے سیاحوں کا مرکز ہے۔ باہر سے آنیوالے اکثر سیاح کافی مدت اس شہر کی سیر اور مقابر و معابد پر حاضری دینے میں صرف کرتے ہیں۔ نالہ ولی محمد جو شہر کے پاس سے ہی گذرتا ہے۔ اس کا نظارہ بے حد خوبصورت اور دلکش ہے۔ نالہ کے کنارے حسین مندر اور دیدہ زیب گھاٹ واقع ہیں۔ جو سیاحوں اور سیلانیوں کے لئے موسم گرما میں دلچسپی کا کافی سامان پیش کرتے ہیں۔ شہر کے بے فکرے ساون کے اکثر دن اور چاندنی کی اکثر راتیں اسی خوبصورت نالہ کے کنارے اور لانگے خاں کے باغ میں گزارتے ہیں۔ چاندنی راتوں میں باغ کی بہار خوب لطف دیتی ہے۔ اور آدمی بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

بیا ساقی بدہ باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنارِ آب رکناباد و گلگشت مصلّی را

اس وقت نالہ ولی محمد رکن آباد اور لانگے خاں گارڈن مصلّی کا سماں پیش کر رہے ہوتے ہیں۔
مختصر یہ کہ مجموعی طور پر عروس البلاد ملتان حسین اور دلکش ہے اور غیر ممالک سے آنے

والے سیاح اور زائر یہاں آکر مایوس نہیں ہوتے۔

ملتان شہر کی آب و ہوا

خدا معلوم کس ستم ظریف نے کہا تھا ؎

چہار چیز است تحفۂ ملتان،
گرد، گرما، گدا و گورستان

اس میں کچھ شک نہیں کہ شہر ملتان میں گدا و گورستان کی کمی نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ تو گدا ملتان سے کچھ تعلق رکھتے ہیں اور نہ گورستان، انفرادی طور پر سارے قبرستانوں کا جائزہ لیا جائے۔ تو باشندگانِ ملتان کی قبریں ۲۵ فیصدی سے بھی کم ملیں گی۔ باقی یا تو زائر ہوں گے۔ جو بزرگانِ دین کے مقابر پر فاتحہ پڑھنے کی غرض سے آئے اور یہیں فوت ہو کر دفن ہوئے یا مجاہد سرفروش ہوں گے جو غازی محمد بن قاسمؒ سے لے کر نواب مظفر خاں کے دور تک لڑائیوں میں جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔ بچ بچا کے گرد و گرما ہی رہ جاتی ہے۔ اور اگر سچ پوچھئے۔ تو یہ بھی ملتان کے خلاف ایک جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ کیونکہ دوسرے اضلاع کی نسبت ملتان کی راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملتان میں درجۂ حرارت زیادہ ہونے کے باوجود حبس کی صورت پیدا نہیں ہوتی، اور خشک ہوا چلتی رہتی ہے۔ نیز صبح اور شام کو گرمی کے موسم میں بالعموم خنکی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر درجہ حرارت زیادہ ہو جائے تو فوراً آندھی آ جاتی ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزی قبضہ کے وقت شہر ملتان میں چھ چھ لوہ

سات سات منزلوں کے مکان بنے ہوئے تھے۔ گلی کوچے تو اب بھی اُسی طرح تنگ اور پیچدار موجود ہیں۔ ان سے مقصود یہ تھا۔ کہ مکانوں کے زیریں حصے دھوپ اور روشنی کی زد سے محفوظ رہیں چنانچہ اب کوٹھی بنا اور یک منزلہ مکانوں میں جو لوگ گرمی اور سردی سے تکلیف اُٹھاتے ہیں یہ مصیبت اُن کی اپنی خریدکردہ ہے۔ اگر بزرگوں کے طرز تعمیر کو پیش نظر رکھا جاتا تو آج انہیں گرمی کی شکایت کا موقعہ نہ ملتا۔

سیروتفریح کے لئے یہاں نومبر سے اپریل تک کا موسم اچھا ہے۔ جو لوگ محض تفریح یا زیارت کی خاطر یہاں آنا چاہیں۔ انہیں اسی موسم میں آنا چاہیئے خاص کر کرسمس کے ایام میں یہاں خوب لطف رہتا ہے۔ پانی نہایت عمدہ ہے۔ اس لئے بدہضمی کی شکایت بہت کم پیدا ہوتی ہے۔ ہر قسم کے لوگ اور ہر رنگ کی طبیعتیں یہاں آکر اپنے وطن کا سا ماحول پاتی ہیں۔ بعض ناشکرے خواہ مخواہ ملتان کی گرمی کو کوستے رہتے ہیں۔ ایک مغرب زدہ حضرت نے تو مجھے یہاں تک بتایا کہ لندن میں اگر کسی صاحب بہادر کے آگے ملتان کا نام لیا جائے تو اُس کے چہرے پر خوفِ تمازت سے پسینہ کے قطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی بالعموم دیکھا جاتا ہے کہ بیرونی اضلاع کے اہلکار گرمی کے دنوں میں "مر گئے مر گئے" کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اندر ہی اندر وہ ملتان کی آب وہوا سے ایسے مانوس ہوتے ہیں کہ رخصتوں میں بھی گھر جانے کا نام تک نہیں لیتے۔ ایسے لوگ "اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا" کے بالکل ضد اور "قَلِیْلًا مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ" کے پورے پورے مصداق ہیں۔ خدا انہیں سرزمین ملتان کے محاسن ومحامد سے استفادہ کرنے پر ہدیہ تشکر وامتنان ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

ذرائع آمدورفت

زمانہ وسطیٰ میں تاجر لوگ قافلوں اور کاروانوں کے ذریعے یہاں مال واسباب لایا کرتے تھے۔ اور مسافروں کو بھی قافلوں کے ساتھ چلنا پڑتا تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں راستے بیحد دشوار اور خطرناک تھے۔ جگہ جگہ قزاقوں اور رہزنوں کے اڈے تھے۔ اس لئے حفاظت کے بغیر سفر کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ سرور عالم روحی فداہ کا ارشاد ہے کہ تنہا سفر کرنے والے کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔ ایک اور مقولہ ہے۔ اَلسَّفَرُ سَقَرٌ وَلَوْ کَانَ مِیلاً سفر سقر ہے اگرچہ ایک میل کیوں نہ ہو۔

جن مقامات کو دریا قریب پڑتا تھا۔ وہ کشتیوں کے ذریعے مال تجارت لے کر یہاں پہنچتے تھے۔ دریائے چناب کے دو گھاٹ راج گھاٹ اور بندر گھاٹ اب تک اس زمانہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ چوکی چہلیک کے پاس ایک کارواں سرائے بھی ہے۔ اب بھی افغانستان سے جو پٹھان آتے ہیں یہاں آکر رہائش رکھتے ہیں۔ قافلوں اور کشتیوں کا رواج اب نہیں رہا۔ ریلوے کے ایک جھوڑ دو سٹیشن ہیں۔ ملتان چھاونی کا اسٹیشن پنجاب کی حسین تریں عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ عمارت میں ملتان کی روغنی اینٹیں بکثرت استعمال کی گئی ہیں جس سے خوشنمائی اور دلفریبی میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا ہے۔ ملتان شہر کا اسٹیشن مختصر سہی مگر خوبصورت ضرور ہے۔ دن میں درجنوں ریل گاڑیاں یہاں سے چلتی پہنچتی اور گذرتی ہیں۔ ایکسپریس اور پسنجر ٹرینوں کے علاوہ یہاں سے "کوہ کش" اور برق وش کراچی میل بھی گزرتی ہے۔ جس سے اسٹیشنوں پر خوب رونق ہو جاتی ہے۔ شہر میں بھی لوگوں کے آرام کے لئے تین امدادی ریلوے

آفس قائم ہیں۔ جہاں سے مال بک کرایا اور ٹکٹیں خریدی جا سکتی ہیں۔ ان میں بکنگ آفس حرم گیٹ پر دوسرا کپ بازار میں اور تیسرا لوہاری دروازہ کے پاس واقع ہے۔

موٹروں اور بسوں کا رواج روز بروز عام ہو رہا ہے۔ اگرچہ ریل گاڑی جیسا فائدہ اور آرام ان سے نہیں ملتا مگر اختیاری سواری ہے اور کرایہ میں بھی کچھ نہ کچھ بچت ہو جاتی ہے حرم دروازہ اور بوہڑ دروازہ کے درمیان لاریوں کا زبردست اڈہ ہے۔ جہاں سے چاروں پہر مختلف اطراف کو لاریاں چلتی رہتی ہیں۔

ان کے علاوہ بوہڑ دروازہ، حرم دروازہ، لوہاری دروازہ اور حسین آگاہی میں تانگوں اور ٹمٹموں کے مستقل اڈے ہیں۔ ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک تانگے کا کرایہ ایک پیسہ فی سواری ہے۔ ملتان شہر اسٹیشن، ملتان چھاؤنی اسٹیشن اور چھاؤنی صدر کے اڈوں پر بھی تانگے ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ کرائے کمیٹی کی جانب سے مقرر ہیں۔ تاہم میلے وغیرہ کے موقعوں پر کوچوان کرائے بڑھا لیتے ہیں۔ اور جب سواریاں کم ہوں کرایہ گھٹا بھی دیتے ہیں۔ اس لئے فیصلہ کئے بغیر تانگے پر سوار نہیں ہونا چاہیئے۔

ٹیکسی کا رواج ملتان میں ابھی تک نہیں ہوا۔ پنجاب موٹر ورکس چھاؤنی صدر اور چھاؤنی اسٹیشن کے درمیان پختہ سڑک پر واقع ہے۔ شیخ عبدالعزیز خاں صاحب اس کے مالک ہیں۔ ضرورت مند اصحاب ان سے مل کر مناسب کرایہ پر ٹیکسی لے سکتے ہیں۔

ذیل میں مسافروں کی راہنمائی کیلئے ریلوے لاری اور تانگے کے کرائے دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم ان سے کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائیگا:

شرح کرایہ ریلوے

نمبر شمار	نام اسٹیشن	فاصلہ	کرایہ یک طرفہ	کرایہ واپسی	کیفیت
۱	شیر شاہ	۹ میل	۳ر آنے	×	برائے خانقاہ شاہ علی محمد صاحبؒ شیر شاہ
۲	مظفر گڑھ	۲۲ میل	۳ر آنے	۶ر آنے	ضلع کا صدر مقام اور تاریخی شہر ہے
۳	چک	۱۹ میل	۵ر آنے	×	برائے خانقاہ حضرت قاضی محمد عیسیٰؒ خان پور شریف قاضیاں
۴	شجاع آباد	۴۵ میل	۹ر آنے	۸ر آنے	تاریخی شہر ہے نواب شجاع خاں کا مرقد یہاں واقع ہے
۵	گیلے والہ	۹۳ میل	۱۰ر آنے	×	برائے خانقاہ سید فتح اللہ شاہ
۶	بہاول پور	۶۲ میل	-/۲/۱ روپیہ	×	دارالسلطنت دولت عباسیہ بہاولپور

ٹانگے

قسم ٹانگہ	پہلا گھنٹہ	باقی گھنٹے	کیفیت
درجہ اول	۹ر آنے	۷ر آنے فی گھنٹہ	ٹانگوں کی ملتان شہر میں کمی نہیں۔ ہر جگہ اور ہر وقت
درجہ دوم	۷ر آنے	۵ر آنے	ٹانگے مل جاتے ہیں۔ اسلئے اگر کہیں فاتحہ کیلئے جانا
درجہ سوم	×	×	ہو تو صرف ایک طرف کا کرایہ کر لینا چاہیئے۔

فاصلہ

ملتان چھاؤنی اسٹیشن سے

نمبر شمار	مقام	فاصلہ	نمبر شمار	مقام	فاصلہ
۱	چھاؤنی صدر	¾ میل	۷	لوہاری دروازہ (پرانا قلعہ)	۱½ میل
۲	ڈسٹرکٹ جیل	۱½ میل	۸	حافظ محمدؒ جمالؒ	۲ میل براستہ لوہاری دروازہ
۳	سورہ میانی	۲½ میل	۹	عیدگاہ	۳ میل
۴	بندر گھاٹ	۲½ میل	۱۰	وکٹوریہ سرائے	۲¼ میل
۵	ملتان کچہری	۲ میل	۱۱	خونی برُج	۲ میل
۶	ملتان شہر حرم گیٹ	۱¼ میل	۱۲	سماوھ دیوان ساون مل	۳¼ میل

کرایہ لاری از اڈہ ملتان شہر

نمبر شمار	مقام	فاصلہ	کرایہ	نمبر شمار	مقام	فاصلہ	کرایہ
۱	مخدوم رشید	۱۵ میل	-/۴/۰	۴	قادر پور راں	۱۵ میل	-/۴/۰
۲	مظفر گڑھ	۲۲ میل	-/۵/۶	۵	کبیر والہ	۲۸ میل	-/۷/۰
۳	ڈیرہ غازیخاں	۶۰ میل	۱/۲/۰	۶	خانیوال	۲۵ میل	-/۷/۰

کرایہ لاری از اڈہ کوٹلہ تولیخاں

نمبر شمار	مقام	فاصلہ	کرایہ	نمبر شمار	مقام	فاصلہ	کرایہ
۱	بوسن	۱۳ میل	-/۵/-	۳	جھوک وینس	۱۵ میل	-/۶/-
۲	ڈ علم پور	۱۴ میل	-/۵/-	۴	سالار واہن کہنہ	۲۲ میل	-/۸/-

مسافر خانے و ہوٹل

عام مسافروں کیلئے حسب ذیل سراؤں اور مسافر خانوں میں عارضی رہائش کا انتظام ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام سرائے	کیفیت
۱	سرائے سیٹھ خدا بخش	نزد اسٹیشن ملتان شہر
۲	سرائے لالہ سلامت رائے	" " "
۳	سرائے عام خاص	بیرون بوہڑ دروازہ
۴	وکٹوریہ سرائے	نزد حسین آگاہی
۵	سرائے حافظ محمد جمال	نزد عام خاص باغ (یہاں چارپائی بسترہ اور ایک وقت کا کھانا بھی مفت ملتا ہی
۶	سرائے شاہ بہاؤالدین زکریا	شیخ الاسلام کی خانقاہ پر واقع ہے۔
۷	سرائے حاجی غلام رسول	بیرون پاک دروازہ

شوالے

نمبر شمار	نام شوالہ	کیفیت
۱	دھرمسال بھائی دیال	دلہیڈ دازہ کے اندر واقع ہے مسافروں کی رہائش و خوراک کا اچھا انتظام ہے
۲	شوالہ دیوان ساون مل	بوہڑ دروازہ کے باہر نالہ ولی محمدؐ کے کنارے واقع ہے۔

معززین کے لئے آرامگاہیں

نمبر شمار	مقام	کیفیت
۱	رسٹ ہاؤس پی۔ڈبلیو۔ڈی	بالمقابل کوٹھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ملتان
۲	کمرشل ہوٹل	سول لائن
۳	ڈاک بنگلہ	نزد "القریش" (بہاول پور ہاؤس)

ملتان میں جو اصحاب سیر و تفریح یا زیارت مقابر بزرگانِ دین کے لئے تشریف لائیں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی رہائش وکٹوریہ سرائے میں رکھیں۔ یہاں رہتے ہوئے زائر کو تانگے کے خرچ کا زیر بار نہیں ہونا پڑتا۔ شاہ شمس تبریزؒ حافظ محمدؐ جمال اللہؒ اور حضرت شیخ الاسلام کی خانقاہوں پر حاضری دیں یا دربار پیراں اور خواجہ محمدؐ موسےٰ کے مزارات پر جا کر فاتحہ پڑھیں۔ برابر کا فاصلہ ہے۔ کھانا وغیرہ حسین آگاہی کے اندر مسلم ہوٹل میں اچھا مل جاتا ہے۔

ہندو حضرات کے لئے حرم گیٹ کے باہر "سندھ پنجاب ہوٹل" موجود ہے یہاں کھانے

اور رہائش کا اچھا انتظام ہو سکتا ہے۔ اور ضروریات کی سب چیزیں مل جاتی ہیں۔ ہوٹل کے کمرے آرام دہ اور کافی کشادہ ہیں اور ان میں بجلی کے پنکھے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ منیجر صاحب نہایت منتظم اور بے حد خلیق ہیں۔ سندھ پنجاب ہوٹل کے متصل حرم گیٹ کے بالکل سامنے مسلمانوں کے لئے بھی ایک اچھا سا ہوٹل موجود ہے۔ جو چراغ عرب ہوٹل کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں حسب منشار کھانا مل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کپڑی ٹوبلیاں (اندرون پاک دروازہ) میں حاجی احمد بخش تھومی سری کے سالن کا استاد مانا جاتا ہے۔ ملتان بھر میں اس جیسا عمدہ سری کا سالن اور کوئی تیار نہیں کر سکتا۔ امیر ہوں یا غریب سب بڑے شوق کے ساتھ یہاں سے سالن مذکور منگوا کر کھاتے ہیں۔ چھاؤنی صدر میں صرف خورشید حسین شاہ کا ہی ہوٹل ایسا ہے جس میں مسافر کو سستے داموں اچھا کھانا مل سکتا ہے۔ یہاں غلہ منڈی کے متصل بڑے بازار میں خالصہ ہوٹل بھی ہے۔ جہاں سکھوں کو دل پسند کھانا مل سکتا ہے۔

ملتان کی سوغاتیں

نام شے	نام دوکان اور اُس کا محل وقوع	کیفیت
تیل	۱۔ اللہ وسایا تیلی اندرون حرم دروازہ ۲۔ رحیم بخش وودو سوداگران تیل بیرون بوہڑ دروازہ	سرسوں اور دھنیا کا یہاں خاص تیل تیار کیا جاتا ہے۔
صابون	۱۔ اقبال احمد صابون فروش اندرون بوہڑ دروازہ ۲۔ پائینر سوپ ملز اندرون حرم دروازہ	

	۲۔ بھائی آسانند چاندہ رام سوپ میکر اندرون حرم دروازہ	
قالین	۱۔ حاجی رحیم بخش صاحب قالین باف محلہ قالین بافاں اندرون حسین آگاہی ۲۔ حاجی محمد سلیمان صاحب 〃 〃 〃	
چمڑے کے پھولدان	۱۔ سپر فائن آرٹ ہاؤس حسین آگاہی ملتان ۲۔ احمد بخش تاج دین پروپرائیٹرز دی ملتان آرٹ میوزم حسین آگاہی ۳۔ میاں عبداللہ صاحب محلہ کمنگراں اندرون حسین آگاہی	یہاں اونٹ کے چمڑے کے دیسی خوشنما پھولدان تیار ہوتے ہیں۔
کاشی کے برتن	۱۔ حاجی فیض دین کاشی گر بیرون دولت دروازہ ۲۔ خدا بخش کاشی گر 〃 〃	مٹی کے برتنوں پر گلکاری کرکے پکاتے ہیں اور سجاوٹ کا نفیس سامان تیار کرتے ہیں
لنگیاں گلبدن	۱۔ حاجی عبدالرحمٰن عبدالوہاب چوک بازار	

ملتان کی مشہور دوکانیں

قسم دوکان	نام دوکان اور اس کا محل وقوع	کیفیت
بزاز	۱۔ لالہ جیارام و خوشی رام بزازان اندھی کھوئی چوک بازار ۲۔ میاں نبی بخش حسن بخش بزازان بازار حسین آگاہی ۳۔ حاجی عبدالجبار بزاز 〃 ۴۔ سیٹھ کشن چند و دینا ناتھ بزازان چوک بازار ۵۔ حافظ محمد یار بزاز 〃	

درزی	۱۔ حاجی اللہ ڈتہ ٹیلر ماسٹر اندرون حسین آگاہی ۲۔ ماسٹر چنن دین صاحب ٹیلر ماسٹر صدر بازار ملتان چھاؤنی ۳۔ ماسٹر عبدالحمید صاحب ٹیلر ماسٹر " " "
جنرل مرچنٹس	۱۔ میسرز نور بھائی نادر بھائی اینڈ سنز لائیسنیدار اسلحہ و مینجنگ لیٹڈ پیرٹ اندرون حسین آگاہی ۲۔ میسرز فضل الرحمٰن سیف الرحمٰن جنرل سٹورز اندرون حسین آگاہی ۳۔ بھولارام رکھب داس چوک بازار ۴۔ کمار جنرل سٹورز اندرون لوہاری دروازہ ۵۔ جیون جی ابراہیم جی ملتان چھاؤنی ۶۔ کارخانہ میسرز علی بھائی ولی جی متصل ریلوے اسٹیشن ملتان چھاؤنی
دندان ساز	۱۔ ڈاکٹر کوڑا لال ڈینٹسٹ اندرون حرم گیٹ ۲۔ ڈاکٹر بالکشن صاحب پاوا ایل۔ڈی۔ایس۔سی ڈینٹل سرجن پرنسپل ڈینٹل کالج لوہاری دروازہ ۳۔ ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب ایل۔ڈی۔ایس۔سی اندرون حسین آگاہی ۴۔ ڈاکٹر شوورت ڈینٹل سرجن مصنف رہنمائے ڈینٹسٹ اندرون حرم گیٹ ۵۔ ڈاکٹر رمضان خاں صاحب ڈینٹسٹ ملتان چھاؤنی ۶۔ ڈاکٹر عبدالعزیز خانصاحب " " "

ہومیوپیتھک ڈاکٹرز	۱۔ڈاکٹر وسورام صاحب سندھوانی ایل سی پی اینڈ ایس بمبئے ہومیوپیتھک فزیشن اینڈ آئی سرجن اندرون بوہڑ دروازہ ۲۔ڈاکٹر نثار حسین صاحب[1] ہومیوپیتھک ڈاکٹر وشاکسٹ بیرون بوہڑ دروازہ ۳۔ ڈاکٹر رحیم بخش صاحب ایم۔ ڈی نزد کوتوالی حرم گیٹ ۴۔ ڈاکٹر بھگت نرائن صاحب اندرون لوہاری دروازہ	[1] آپ نہایت ہمدرد اور کامل الفن ڈاکٹر ہیں آپکے مطلب کا نام ہمدرد میڈیکل ہال ہے۔جہاں ہر وقت ہومیوپیتھک ادویات مل سکتی ہیں
سرجن[1]	ڈاکٹر کے۔کے مہتہ ریٹائرڈ سول سرجن بیرون حسین آگاہی ۲۔ ڈاکٹر عزیز رسول صاحب ایل۔ایس۔ایم۔ ایف کچہری روڈ	[1] مزید براں سول ہسپتال میں بھی ایک سول سرجن اور ایک اسسٹنٹ سرجن سرکاری طور پر مقرر ہیں۔اور بیماروں کا اپریشن مفت کرتے ہیں۔
جرّاح	۱۔حکیم امام دین صاحب جراح اندرون حرم گیٹ ۲۔شیخ فیض رسول صاحب انصاری منیجر دار الصحت دکان ڈاکٹر عمر دین صاحب اندرون حرم دروازہ ۳۔ میاں رحیم بخش صاحب ٹھٹھار (کیڑی تیلیاں) اندرون حرم دروازہ	
ڈاکٹر	ڈاکٹر مقبول احمد صاحب[1] ایم۔بی۔بی۔ایس اندرون حرم دروازہ ۲۔ ڈاکٹر ولی رام ایم۔پی۔ایل بیرون لوہاری دروازہ ۳۔ڈاکٹر عبدالحق خاں صاحب ایل۔آر۔سی۔پی۔ایس (اڈنبرا) ایل ایف۔پی۔ایس (گلاسگو) محلہ سلطان سعد اللہ اندرون حرم دروازہ ۴۔ڈاکٹر حبیب احمد ایم۔پی۔ایل حسین آگاہی ۵۔ڈاکٹر بی۔ایچ وانیا ایم۔بی۔بی۔ایس اندرون لوہاری دروازہ	[1] آپ سرجری میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔

	۶- ڈاکٹر سلیم اللہ خاں ایل-سی-پی ایس چھاؤنی صدر ۷- ڈاکٹر رستم-ایم-بی-ایل ”	
ادویہ فروش	۱- کراؤن میڈیکل ہال کپ بازار ۲- پرنس میڈیکل ہال صدر بازار ملتان چھاؤنی ۳- ایڈورڈ میڈیکل ہال ملتان چھاؤنی	
حکما	۱- ابو عبیدہ حکیم خدا بخش صاحب فارانی پرنسپل طبیہ کالج ملتان ۲- حکیم شیر محمود[1] صاحب شاگرد حکیم عبد المجید خاں صاحب دہلوی، محلہ قدیر آباد بیرون لوہاری دروازہ ۳- حکیم عطا اللہ خاں شاگرد رشید مسیح الملک دہلوی کڑی افغاناں بیرون لوہاری دروازہ ۴- حکیم غلام محی الدین محبوب سبحانی سرکلر روڈ- مابین بیرون حرم گیٹ / بوہڑ گیٹ ۵- حکیم احمد بخش صاحب مالک شفاخانہ احمدیہ اندرون بوہڑ دروازہ ۶- حکیم فیروز الدین صاحب خلف حکیم محمد اسمٰعیل صاحب بر سر فصیل مابین خونی برج / پاک دروازہ ۷- حکیم[2] سربلند خاں صاحب زبدۃ الحکما سرکلر روڈ حسین آگاہی ۸- حکیم خلیل احمد صاحب خلف حکیم شاہ بخش صاحب اندرون حرم دروازہ ۹- حکیم امین اللہ خاں صاحب منیجر اسلیمی شفاخانہ ملتان چھاؤنی	[1] آپ اپنے زمانہ کے بہترین حکیم ہیں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی بھی آپ کی قابلیت اور کاملیت کے قائل تھے [2] تشخیص مرض میں بےمثیل ہیں مریض کے دیکھتے ہی اُس کی بیماری کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ آپ کے فیض سے خداوند عالم نے ہزاروں مایوس العلاج مریضوں کو شفایاب کیا ہے۔

وید	۱۔ پنڈت چیلارام صاحب وید نزد کالہ منڈی اندرون بوہڑ دروازہ ۲۔ پنڈت بلدیو داس صاحب وید اندرون محلہ کمنگراں حسین آگاہی	
یونانی دواساز	۱۔ حکیم مولوی قمر الدین صاحب گلی مچھی ہٹ اندرون پاک دروازہ ۲۔ حکیم عتیق محمد صاحب (حکیم حاذق) اندرون پاک دروازہ ۳۔ حکیم عبد الشکور صاحب قریشی (حکیم حاذق) کچہری روڈ۔ نزد ٹاؤن ہال	
پنساری	۱۔ حافظ رفیق احمد صاحب اندرون بوہڑ دروازہ ۲۔ وڈا پنساری المعروف ترک والہ حسین آگاہی ۳۔ چانده رام اینڈ سنز پنساریان چھاؤنی صدر	
شربت ساز	۱۔ حاجی رحیم بخش صاحب شربت ساز حسین آگاہی ۲۔ حکیم عبد القادر صاحب کچہری روڈ	
لیڈی ڈاکٹر	۱۔ ڈاکٹر مسز رے۔ لوہاری دروازہ ۲۔ شریمتی اتم دیوی اندرون حرم دروازہ ۳۔ بیگم امیر علی لیڈی ڈاکٹر بیرون لوہاری دروازہ	
ماہر امراض چشم	۱۔ ڈاکٹر دیوان چند صاحب بھوٹانی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس سرکلر روڈ لوہاری دروازہ ۲۔ ڈاکٹر دسورام صاحب سندھوانی اندرون بوہڑ دروازہ	
فرنیچر ہاؤس	۱۔ میاں اللہ دتہ اینڈ سنز پروپرائٹر فرنیچر ورکس محلہ پیر پٹھان۔ کچہری روڈ ۲۔ دی نیشنل فرنیچر ورکس سرکلر روڈ نزد حسین آگاہی	

کرسی باف	۱۔ میاں اللہ بخش نمبردار کرسی باف محلہ شاہ دانا شہید۔ دہلی دروازہ	
نقشہ نویس	۱۔ مستری محمد سوہارہ صاحب پیر عنایت ولایت حرم دروازہ ۲۔ مستری احمد بخش نقشہ نویس اندرون دہلی دروازہ	
معمار	۱۔ مستری غوث بخش صاحب محلہ درکھاناں اندرون بوہڑ دروازہ ۲۔ مستری شرف الدین اندرون بوہڑ دروازہ ۳۔ مستری برخوردار " " ۴۔ مستری عبدالواحد " "	
موچی	۱۔ پٹھوار شوز سٹور سرکلر روڈ حسین آگاہی۔ لوہاری دروازہ ۲۔ سید رضو شاہ ٹبی شیر خاں ۳۔ ولی محمد کوٹلہ تغلق خاں (تولے خاں)	
ذخیرہ فروش	۱۔ باغ میاں اللہ وسایا مالی مرحوم نزد لوہاں شہر	
چرم فروش	۱۔ حاجی امام بخش صاحب اینڈ سنز لوہاری دروازہ ۲۔ شیخ اللہ ڈتہ صاحب اینڈ سنز نزد واٹر ورکس ۳۔ حاجی منور الدین خواجہ مظفر محمود سوداگران چرم کچہری روڈ ۴۔ میاں محمد اشرف محمد ابراہیم آڑھتیان چرم "	
شوز مرچنٹس	۱۔ میاں احمد دین محمد شریف پروپرائیٹرز امپیریل بوٹ ہاوس حسین آگاہی ۲۔ باٹا شوز ایجنسی حسین آگاہی	

	۳۔ انگلش بوٹ شاپ حسین آگاہی ۴۔ فضل بوٹ شاپ "	
خشت ہائے پختہ	۱۔ شیخ فتح محمد صاحب رئیس چھاؤنی سوداگر خشت ہائے ملتان چھاؤنی ۲۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر گوجر کھڈہ ملتان چھاؤنی	
ناسوار و عطریات	۱۔ مولوی حافظ حاجی نور الدین صاحب نزد غلہ منڈی بازار حسین آگاہی " " " "	انکے ہاں کلاہ لنگی، صافے کلابتو اور کناری وغیرہ ارزاں ملتے ہیں۔
گھڑی ساز	۱۔ شری کرشن اینڈ سنز واچ میکرز ملتان چھاؤنی ۲۔ شیخ عبدالعزیز صاحب مالک ملتان واچ ہاؤس ملتان چھاؤنی ۳۔ لالہ نانک چند صاحب واچ میکر کالے منڈی ملتان ۴۔ میاں محمد ابراہیم صاحب گھڑی ساز اندرون حرم دروازہ	
عینک ساز	۱۔ شری کرشن اینڈ سنز ملتان چھاؤنی ۲۔ سردار عینک والہ (پنجاب آپٹیکل ورکس) لوہاری دروازہ ۳۔ صدیقی آپٹیکل ورکس ملتان حسین آگاہی ملتان شہر و ملتان چھاؤنی ۴۔ ڈاکٹر جے۔ ڈی۔ ورمن عینک گھر ملتان ۵۔ ڈاکٹر دیوان چند صاحب بھوٹانی سرکلر روڈ نزد لوہاری دروازہ	
ریڈیو	۱۔ مسعود ریڈیو ملتان چھاؤنی ۲۔ امیگا سپورٹس سٹور ملتان چھاؤنی	

فوٹوگرافر	۱۔ سید عبدالواحد صاحب فوٹوگرافر بیرون بوہڑ دروازہ نزد اڈہ لاریاں ۲۔ راہو فوٹوگرافر ملتان چھاؤنی ۳۔ جے۔ ڈی۔ ورمن فوٹوگرافر چھاؤنی صدر
زرگر	۱۔ میاں عبدالخالق صاحب زرگر محلہ کبڑی تیلیاں۔ دہلی دروازہ
چھاپہ ساز	۱۔ میاں عبدالرحمٰن چھاپہ والا سکونت محلہ ولّا چوک۔ دہلی دروازہ دوکان۔ بازار حسین آگاہی
قالین کے نقشہ نویس	۱۔ خلیفہ محمود عبداللہ صاحب قالین باف۔ محلہ قالین بافاں۔ اندرون حسین آگاہی
ریشم باف	۱۔ میاں الٰہی بخش ریشم باف محلہ کبڑی ٹپولیاں۔ اندرون پاک دروازہ
کنگر	۱۔ میاں اللہ وسایا مجلدی۔ محلہ کنگراں۔ اندرون حسین آگاہی
قطعہ ساز	۱۔ میاں اللہ وسایا قطعہ ساز محلہ قالین بافاں "
سوہن حلوہ	۱۔ میاں جان محمد حلوائی محلہ شاہ دانا شہید۔ دہلی دروازہ ۲۔ میاں محمد مسلم پل چوک زنی متصل سول ہسپتال
حلوائی	۱۔ میاں اللہ ڈتہ حلوائی۔ صدر بازار۔ ملتان چھاؤنی ۲۔ میاں فیروز الدین حلوائی بالمقابل دوکان سیٹھ نوز بھائی ۳۔ لالہ پیلا لال۔ کالہ منڈی۔ حرم دروازہ
حجام	۱۔ میاں محمد یار حجام حسین آگاہی

	۳۔ انگلش بوٹ شاپ حسین آگاہی ۴۔ فضل بوٹ شاپ "	
خشت ہائے پختہ	۱۔ شیخ فتح محمد صاحب رئیس چھاؤنی وسوداگر خشت ہائے ملتان چھاؤنی ۲۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر گوجر کھڈہ ملتان چھاؤنی	
نسوار و عطریات	۱۔ مولوی حافظ حاجی نور الدین صاحب نزد غلہ منڈی بازار حسین آگاہی " " " "	انکے ہاں کلاہ لنگی، صافے کلابتو اور کناری وغیرہ ارزاں ملتے ہیں۔
گھڑی ساز	۱۔ شری کرشن اینڈ سنز واچ میکرز ملتان چھاؤنی ۲۔ شیخ عبدالعزیز صاحب مالک ملتان واچ ہاؤس ملتان چھاؤنی ۳۔ لالہ نانک چند صاحب واچ میکر کالے منڈی ملتان ۴۔ میاں محمد ابراہیم صاحب گھڑی ساز اندرون حرم دروازہ	
عینک ساز	۱۔ شری کرشن اینڈ سنز ملتان چھاؤنی ۲۔ سردار عینک والہ (پنجاب آپٹیکل ورکس) لوہاری دروازہ ۳۔ صدیقی آپٹیکل ورکس ملتان حسین آگاہی ملتان شہر و ملتان چھاؤنی ۴۔ ڈاکٹر جے۔ ڈی۔ ورمن عینک گھر ملتان ۵۔ ڈاکٹر دیوان چند صاحب بھوٹانی سرکلر روڈ نزد لوہاری دروازہ	
ریڈیو	۱۔ مسعود ریڈیو ملتان چھاؤنی ۲۔ اومیگا سپورٹس سٹور ملتان چھاؤنی	

فوٹوگرافر	۱- سید عبدالواحد صاحب فوٹوگرافر بیرون بوہڑ دروازہ نزد اڈہ لاریاں ۲- راد ہو فوٹوگرافر ملتان چھاؤنی ۳- جے- ڈی- ورمن فوٹوگرافر چھاؤنی صدر	
زرگر	۱- میاں عبدالخالق صاحب زرگر محلہ کیڑی تیلیاں- دہلی دروازہ	
چھاپہ ساز	۱- میاں عبدالرحمٰن چھاپہ والا سکونت محلہ ولّا چوک- دہلی دروازہ دوکان- بازار حسین آگاہی	
قالین کے نقشہ نویس	۱- خلیفہ محمد عبداللہ صاحب قالین باف- محلہ قالین بافاں- اندرون حسین آگاہی	
ریشم باف	۱- میاں الٰہی بخش ریشم باف محلہ کیڑی ٹبولیاں- اندرون پاک دروازہ	
کنگر	۱- میاں اللہ وسایا مجلدی- محلہ کنگراں- اندرون حسین آگاہی	
قطعہ ساز	۱- میاں اللہ وسایا قطعہ ساز محلہ قالین بافاں	
سوہن حلوہ	۱- میاں جان محمد حلوائی محلہ شاہ دانا شہید- دہلی دروازہ ۲- میاں محمد مسلم پل چوچک زئی متصل سول ہسپتال	
حلوائی	۱- میاں اللہ دتہ حلوائی- صدر بازار- ملتان چھاؤنی ۲- میاں فیروزالدین حلوائی بالمقابل دوکان سیٹھ نور بھائی ۳- لالہ پیلا لال- کالہ منڈی- حرم دروازہ	
حجام	۱- میاں محمد یار حجام حسین آگاہی	

	۲۔ میاں سوہا نزا حجام کچہری روڈ نزد ٹاؤن ہال ۳۔ مقصود الیکٹرک ہیر ڈریسر صدر بازار ملتان چھاؤنی	
باورچی	۱۔ میاں جان محمد۔ شاہ دانا شہید۔ دہلی دروازہ ۲۔ میاں خدا بخش گھنگیسی۔ کپڑی پٹولیاں	
دھوبی	۱میاں عبداللہ دہوبی۔ محلہ کمہاراں۔ دولت دروازہ	
خاص گمی	۱۔ میاں احمد یار۔ محلہ شاہ دانا شہید۔ دہلی دروازہ	
زیورات کے بکس	۱۔ استاد واحد بخش۔ محلہ کاشی گراں۔ دولت دروازہ	
جسٹڑیہ	۱۔ میاں جند وڈہ زرگر بیرون بوہڑ دروازہ	لے بوہڑ دروازہ کے اندر کالے منڈی کے قریب سکول کی متعدد دکانیں اس کام کی موجود ہیں۔
برف خانہ	۱۔ برف خانہ۔ چاہ بوہڑ والہ نزد چھاؤنی سٹیشن	
مذبح	۱۔ بیف مارکیٹ۔ چھاؤنی صدر	
سینما	۱۔ کراؤن ٹاکیز (منیجر لالہ حکومت رائے) سرکلر روڈ مابین لوہاری دروازہ حسین آگاہی ۲۔ نور محل ٹاکیز بیرون بوہڑ دروازہ ۳۔ رادھو ٹاکیز 〃 حرم دروازہ ۴۔ امپیریل ٹاکیز ملتان چھاؤنی	لے یہاں عام طور پر انگریزی فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔
ڈاک خانہ	۱۔ ہیڈ آفس۔ نزد کمپنی باغ۔ ملتان چھاؤنی ۲۔ ڈاک خانہ ملتان شہر بیرون حرم گیٹ	
رنگ فروش	۱۔ وسایا رام اندرون حرم دروازہ	

رنگ ساز	۱۔ میاں عبدالواحد رنگ ساز حسین آگاہی ۲۔ میاں نور محمد رنگ ساز بیرون حرم دروازہ ۳۔ میاں احمد بخش رنگ ساز بیرون لوہاری دروازہ	
سائیکل مرچنٹس	۱۔ اینھورام اینڈ سنز پروپرائیٹر پرونشل سائیکل مارٹ صدر بازار چھاؤنی ۲۔ بشمبر ناتھ اینڈ برادرز سیالکوٹ " " "	
مکینک	۱۔ وی تاج مکینکل ورکس حسین آگاہی ملتان ۲۔ مستری طالب حسین اندرون حرم دروازہ ۳۔ ایم اے رحمٰن (مکینک) ملتان چھاؤنی	انکے ہاں ہر قسم کی مہریں تیار ہوتی ہیں بشینوں کی درست کرنے میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔
فروٹس مارکیٹ	۱۔ فروٹس مارکیٹ۔ گپ بازار۔ ملتان شہر ۲۔ " " سبز منڈی بیرون بوہڑ دروازہ ۳۔ " " چھاؤنی صدر	انار۔ آم۔ سنگترے۔ شہتوت کھجور۔ سیب۔ فالسے یہاں کے خاص فروٹس ہیں ان منڈیوں میں سبزی بھی بکتی ہے۔
ٹانگہ ساز	۱۔ مستری محمد دین صاحب ٹانگہ ساز چوک شہیداں ۲۔ مستری عنایت اللہ صاحب گوجر کھڈہ۔ ملتان چھاؤنی	
کوئلہ فروش	۱۔ میاں الٰہی بخش کوئلہ والہ سورہ میانی ضلع ملتان	
انڈہ فروش	۱۔ میاں ولی محمد انڈے والہ " " ۲۔ اللہ بخش انڈے والہ چھاؤنی صدر ڈیوڑھی مارکیٹ	
عملیات	۱۔ مولوی واحد بخش صاحب محلہ کمنگراں۔ اندرون حسین آگاہی	

کاتب	۱۔ایم عاشق محمدؐ صاحب کاتب بیٹھک کاتباں اندرون بوہڑ دروازہ	
	۲۔ایم شیر محمدؐ 〃 〃 〃 〃 〃	
	۳۔شیخ محمدؐ عبداللہ 〃 〃 〃 〃 〃	
	۴۔مولوی محمد عبداللہ 〃 〃 〃 〃 〃	
	۵۔ایم عبدالشکور 〃 〃 〃 〃 〃	
	۶۔ایم فدا حسین 〃 〃 〃 〃 〃	
	۷۔حافظ بشیر احمد صاحب فرزند حضرت خواجہ حسین بخش صاحب محلہ کمنگراں	
آرٹسٹ	۱۔ایم عاشق محمد صاحب آرٹسٹ اندرون بوہڑ دروازہ	
	۲۔میاں خدا بخش صاحب آرٹسٹ۔محلہ کمنگراں حسین آگاہی	
بورڈ نویس	۱۔میاں محمدؐ علی صاحب بورڈ نویس 〃 〃	
	۲۔میاں محمدؐ بخش صاحب رنگ ساز و بورڈ نویس۔ملتان چھاؤنی	
ڈیزائینرز	۱۔چوپڑہ اینڈ کمپنی پینٹرز اینڈ ڈیزائینرز بیرون حرم دروازہ	
موٹر ورکشاپ	۱۔پنجاب موٹر ورکس چاہ بوہڑ والہ مابین چھاؤنی اسٹیشن۔چھاؤنی صدر	مینجر شیخ عبدالعزیز خاں
	۲۔دی ریلائینس موٹر ورکس چھاؤنی صدر	پروپرائیٹر دوست محمدؐ خاں
پریس	۱۔مطبع شمس (اردو) لوہاری دروازہ ملتان	
	۲۔یونین پریس (اردو) بیرون بوہڑ دروازہ	
	۳۔وکٹوریہ پریس (ہندی۔انگریزی) بیرون بوہڑ دروازہ	

	۴۔ نوبہار پریس (اردو۔ہندی۔انگریزی) بیرون حرم دروازہ	پروپرائیٹر لالہ مولچند مدان
	۵۔ ملتان الیکٹرک پریس (اردو۔ انگریزی) 〃 〃	〃 لالہ چونی لال صاحب
	۶۔ الیکٹرک پریس 〃 〃 〃 〃	
	۷۔ ایڈورڈ پریس ملتان چھاؤنی	
اخبارات	۱۔ اخبار شمس (روزنامہ) بیرون لوہاری دروازہ	مدیر مسئول محمد اکرم خانصاحب
	۲۔ 〃 اقبال (ہفتہ وار) اندرون بوہڑ دروازہ	〃 لالہ بالکشن صاحب بترہ
	۳۔ 〃 زمیندار سدھار (سہ روزہ) نزد چوک شہیداں بیرون حرم دروازہ	〃 شیخ مظفر دین صاحب
ایجنٹس اخبارات ورسائل	۱۔ پریمیم بکڈپو نزد امپریل ٹاکیز ملتان چھاؤنی	
	۲۔ لالہ دیویداس صاحب سرنہ اندرون حرم دروازہ	
	۳۔ میاں محمد عیدا اندرون پاک دروازہ	
سٹیشنرز	۱۔ ایشرداس اینڈ سنز نزد مسجد نواب علی محمد خاں	
جلد ساز	۱۔ میاں نذر محمد صاحب جلد ساز حسین آگاہی	
	۲۔ حافظ محمد عبداللہ صاحب نزد محل نواب احمد یار خاں صاحب خوگانی قدیر آباد۔ لوہاری دروازہ	
کتب درسیہ	۱۔ ماسٹر لال چند صاحب مالک کتاب گھر کالے منڈی	
	۲۔ ایم شوکت حسین فدا حسین بک سیلرز اندرون بوہڑ دروازہ	
	۳۔ ایم اکرام اللہ مالک کتب خانہ چشتیہ بیرون بوہڑ دروازہ	

	۴- ادبی کتب خانہ حسین آگاہی	
اسلامی کتب خانے	۱- مولانا مولوی محمد عبدالتواب صاحب محلہ قدیر آباد و بیرون لوہاری دروازہ ۲- مولانا حافظ نجم الدین صاحب مالک کتب خانہ خضر منزل اندرون بوہڑ دروازہ ۳- کتب خانہ چشتیہ بیرون بوہڑ دروازہ	یہاں پیکو اور تاج کمپنی کی جملہ مطبوعات مل سکتی ہیں۔
مرثیئے	۱- ایم غلام شبیر صاحب چوک بازار	
کلاہ فروش	۱- بابو الٰہی بخش نذیر احمد مالکان فرنیچر ہاؤس متصل دوکان سیٹھ نور بھائی قادر بھائی۔ بازار حسین آگاہی ۲- یعقوب شاہ چوک بازار	ان کے ہاں۔۔۔ لنگی مشہدی یزدی۔ پشاوری و ٹوپی ہر قسم بنیان رومال و بنارسی پٹیاں مل سکتی ہیں۔
رسہ فروش	۱- میاں الٰہی بخش صاحب بالمقابل سیٹھ نور بھائی قادر بھائی چوک بازار	
نلکہ ساز	۱- مستری عنایت اللہ بیرون بوہڑ دروازہ	
	۲- مستری محمد صادق- بن لوہاراں- بیرون بوہڑ دروازہ	
تمباکو فروش	۱- نواب علی تمباکو فروش برانچ حاجی امیر علی بیرون بوہڑ دروازہ ۲- لالہ دیویداس صاحب سرنہ اندرون حرم گیٹ	

ملتان کے اخبار گھر

نمبر شمار	نام اخبار گھر اور اس کا محل وقوع	کیفیت
۱	دی سیٹی ریڈنگ روم اینڈ لائبریری نزد لانگے خاں گارڈن	

۲	دار المطالعہ انجمن احیائے اسلام کچہری روڈ۔ نزد چوک پھلیک	
۳	انجمن محمدیہ نزد پاک دروازہ	
۴	اقبال ریڈنگ روم باغ عام خاص بیرون دولت دروازہ	
۵	برانچ سیٹی ریڈنگ روم اندرون بوہڑ دروازہ	
۶	دار المطالعہ ایمرسن کالج نزد ملتان کچہری	
۷	دار المطالعہ نصرت الاسلام ملتان چھاؤنی	
۸	ہندو ریڈنگ روم صدر بازار ملتان چھاؤنی	
۹	خالصہ ریڈنگ روم غلہ منڈی	

ملتان شہر کے کتب خانے

نمبر شمار	نام کتب خانہ و محل وقوع	کیفیت
۱	دی سیٹی ریڈنگ روم اینڈ لائبریری نزد لانگے خاں گارڈن	ملتان شہر میں سید ناصر الدین
۲	کتب خانہ انجمن احیائے اسلام کچہری روڈ نزد چوک پھلیک	شاہ گردیزی کا کتب خانہ
۳	کتب خانہ انجمن نصرۃ الاسلام ملتان چھاؤنی	قیمتی اور نایاب کتب
۴	کتب خانہ ایمرسن کالج نزد ملتان کچہری	کی وجہ سے بیحد مشہور ہے
۵	" گورنمنٹ ہائی سکول متصل نالہ ولی محمد خاں بیرون بوہڑ دروازہ	لیکن یہاں تک ہر کہ دمہ
۶	" ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول نزد کالج گراؤنڈز	کی رسائی نہیں ہوتی۔

ملتان شہر کے مشہور وکلاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی وجائے سکونت	کیفیت
۱	ملک کرم ایزد صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر نزد ڈسٹرکٹ جیل	شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر وکیل برادری میں پروپیگنڈسٹ ہونے کی وجہ سے نمایاں شہرت رکھتے ہیں آپ بہاب سدھار اور ریڈ کراس سوسائٹی کے سرگرم کارکن بھی ہیں۔
۲	شیخ محمد بخش صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر نزد ورسٹ ہاؤس۔ پی ڈبلیو ڈی۔ سول لائن۔	
۳	رائے صاحب کرم نرائن بگائی بی اے ایل ایل بی پلیڈر نزد شیش محل	
۴	رائیزادہ تیرتھ رام صاحب بی اے ایل ایل بی اندرون شہر	
۵	خان غلام قادر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر کچہری روڈ	
۶	لالہ راوھاکش صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر ملتان چھاؤنی	
۷	حکیم غلام مجتبےٰ صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر اندرون حرم دروازہ	
۸	آغا محمد عزیز مرزا بی اے ایل ایل بی پلیڈر اندرون حسین آگاہی	

ملتان کے مشہور اہل قلم

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت
۱	مولانا فقیر غلام حیدر صاحب مہجور	نواں شہر ملتان
۲	مولا لعل دین صاحب عاصی نظامی جرنلسٹ	اندرون حرم دروازہ

۳	مولانا واحد ندوی	بیرون حرم دروازہ
۴	لالہ بالکشن صاحب ترہ بی لے ایل ایل بی آبر	اندرون حرم دروازہ
۵	خان محمد اکرم خاں صاحب مدیر شمس	لوہاری دروازہ
۶	جناب شوکت ہاشمی	ملتان چھاؤنی
۷	مولانا شیخ مظفر الدین صاحب مدیر زمیندار سدھار	بیرون حرم دروازہ

ملتان کے شعرائے باکمال

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت
۱	جناب محمد اسد خاں صاحب اسد	کڑی افغاناں۔لوہاری دروازہ
۲	سید محمد اولاد علی گیلانی ایم ایل اے	سیکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان
۳	فقیر اللہ بخش صاحب کشفی	اندرون بوہڑ دروازہ
۴	جناب ماسٹر ہیمراج صاحب زار	″ ″
۵	ماسٹر قادر بخش صاحب ممتاز	بیرون دولت دروازہ
۶	شیخ وہاب احمد صاحب غنچہ	ملتان چھاؤنی
۷	جناب بسیم حسین صاحب ظفر	″
۸	مسٹر اللہ دتہ صاحب نسیم	لوہاری دروازہ (کڑی افغاناں،
۹	تلمیذ الحفیظ خلیق ملتانی	دفتر چٹنا اندرون بوہڑ دروازہ

ملتان کے زاہدِ شب زندہ دار

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت
۱	مخدوم المخادیم حضرت الحاج سید محمد صدرالدین شاہ صاحب جیلانی حسنی الحسینی سجادہ نشین دربار پیر صاحب	دربار پیر پیران پاک دروازہ
۲	حضرت مولانا خواجہ حسین بخش صاحب مدظلہ العالی	خانقاہ حضرت خواجہ محمد موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ محلہ کنگراں۔ اندرون حسین آگاہی
۳	حضرت مولانا مفتی الحاج حافظ محمد عبدالعلیم صاحب	سجادہ نشین خانقاہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب محلہ قدیر آباد۔ لوہاری دروازہ
۴	سید السادات سید جیپ شاہ صاحب	محلہ کڑی افغاناں۔ لوہاری دروازہ
۵	حضرت مولانا الحاج مولوی غلام نبی صاحب	بازار کتب فروشاں۔ اندرون بوہڑ دروازہ

ملتان کے مشہور لیکچرار

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت
۱	مولانا فقیر غلام حیدر صاحب حاضری آفیسر	نواں شہر ملتان
۲	مولانا لعل دین صاحب عاصی نظامی جرنلسٹ	اندرون حرم دروازہ
۳	فدائے ملت سید زین العابدین شاہ صاحب گیلانی	بیرون پاک دروازہ

۴	مجاہد ملت شیخ عبدالرشید صاحب صدیقی	بیرون پاک دروازہ
۵	مولانا اشفاق احمد صاحب مولوی فاضل منشی فاضل	خطیب جامع مسجد ملتان چھاؤنی

کلام ربانی کے قاری حافظ

نمبر شمار	نام حافظ	سکونت
۱	حافظ عبدالحق صاحب ولد حافظ محمد علی صاحب تارکش	بیرون دہلی دروازہ
۲	حافظ عاشق محمد صاحب ولد حافظ فتح محمد صاحب	محلہ حسین آگاہی

ملتان کی اسلامی درسگاہیں
اور
حضرات علماء

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ
وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ

قربان جایئے آقائے نامدار کے اس ارشاد گرامی پر۔ بظاہر تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ انسان کے بدن کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جب وہ تندرست حالت میں ہوتا ہے۔ تو تمام بدن صحتیاب ہوتا ہے اور جونہی اس میں کچھ نقص واقع ہوتا ہے۔ سارے بدن میں خرابی پڑجاتی

ہے۔ ولیکن درحقیقت مضغۂ گوشت سے مراد دل نہیں بلکہ علماء مراد ہیں۔ جو قوم کے اندر بمنزلۂ دل کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایک زمانہ میں مساجد اور درسگاہوں کو ان ملائکہ صفت بزرگوں پر ناز تھا۔ اور مولانا اسمٰعیل بخاری، ابن جوزی، ابن خلدون، واقدی طبری، امام ربیعہ، امام محمدؒ اور امام غزالی جیسے یگانہ روزگار عالم یونیورسٹیوں کی زینت تھے۔ روزانہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ پر لیکچر ہوتے۔ اور سامعین و تلامذہ کی تعداد سو دو سو نہیں ہزار دو ہزار نہیں بلکہ چالیس پچاس ہزار تک ہوتی تھی۔ ان علمائے ربانیینؒ کی آواز محض حلق سے نہ نکلتی تھی، بلکہ دل کی عمیق گہرائیوں سے اُٹھتی تھی۔ مسجدوں کے محراب میں کھڑے ہو کر جب دعوتِ عمل دیتے۔ تو افرادِ قوم میں بجلی کی سی تڑپ پیدا ہو جاتی۔ اور آنکھوں کے ڈھیلے فرطِ جوش سے خونیں نظر آتے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ یہی طریق حرب سے ناآشنا مٹھی بھر مسلمان خطبہ سُن مسجد سے نکلتے اور سیاسیاتِ عالم کا چہرہ پلٹ کے رکھ دیتے

یہ وہ عہد تھا کہ بڑے بڑے قہرمان سلاطین اور خلفاء ان کے نام پر فرطِ ادب سے آنکھیں جھکا لیتے تھے۔ ان کی درسگاہوں میں ہارونؒ رشید جیسا باسطوت خلیفہ پہنچتا۔ اور اپنے جگر کے ٹکڑوں (امین و مامون) کو عام مسلمانوں کے بچوں میں بٹھا کر تعلیم دلواتا۔ امام شافعیؒ جیسے فخرِ روزگار اپنے اساتذہ کے گھر کی جانب پیٹھ کرنا بھی ترکِ ادب جانتے تھے۔ جب ملتان دولتِ اسلام سے مالا مال ہوا تو یہی قدسی نفوس علماء یہاں بھی پہنچے۔ مساجد تعمیر ہوئیں۔ ان کے پہلو بہ پہلو قرآن حدیث اور فقہ کے مدارس بھی ترتیب پائے مولانا قطب الدین کاشانیؒ مولانا

سلہ رشید اعظم اپنے بچوں کو لے کر حضرت امام مالکؒ کے ہاں مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور خصوصی توجہ کرنے کی درخواست کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔

وجیہہ الدینؒ، مولانا خدا بخش صاحبؒ خیر پوری، شاہ علی مرداںؒ اور مولانا محمد عبید اللہؒ جیسے علمائے دہر نے مسندِ ارشاد کو زینت دی۔ ملتان کے گلی کوچوں سے "قال اللہ وقال الرسول" کی آواز اُٹھنے لگی، اور اس گروہ کا احترام اس حد تک جا پہنچا کہ حضرت شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا اپنے محل اور اپنی مسجد کو چھوڑ بوریہ نشین عالم مولانا قطب الدین کاشانی کے پیچھے نماز ادا کرنے کو حاضر ہوتے۔ اور فرماتے کہ باعمل عالم کے پیچھے نماز کا ادا کرنا پیغمبر کے پیچھے ادا کرنا ہے انہی تاثرات کے پیشِ نظر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا ؎

صاحبدلے بمدرسہ آمد زخانقاہ بشکست عہدِ صحبت اہل طریق را

گفتم میانِ عابد و عالم چہ فرق بود تا اختیار کردی ازاں ایں طریق را

گفت آں گلیم خویش می برُو ز موج

ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

جب ایسے باکمال درویش بھی چل کر علمار کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو آنے لگے۔ تو مسجدوں کی رونق بڑھی۔ اور مسلمان بادشاہوں کا بابرکت عہد سونے پر سہاگہ ثابت ہوا۔ گلی گلی میں بازاروں کے آغاز اور انجام پر مدارس دینیات اور ان کے پہلو میں مساجد تعمیر کی گئیں۔ اُن میں قاری حافظ اور باعمل عالم درس دینے اور نماز پڑھانے پر مقرر ہوئے۔ تعلیم اور تعلم کا چرچا شہر سے نکل کر مشرق و مغرب میں مشک نافہ کی طرح پھیل گیا۔ طلبار اکناف و اطراف سے کھچ کھچا کر یہاں جمع ہونے لگے اور عروس البلاد ملتان "مدینۃ العلم" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

درحقیقت مسجدیں اور درسگاہیں اسلام کی ریڑھ کی ہڈی تھیں۔ علمار اسکے دل و دماغ تھے

جب تک درگاہوں اور مسجدوں کا نظام ان کے سپرد رہا شجر اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ لیکن جونہی زمانے نے پلٹا کھایا۔ درگاہوں کی مسندیں اور مسجدوں کی محرابیں ان وارثانِ رسول کے وجودوں سے یکسر محروم ہو گئیں اور علمائے ربانی کے نورانی وجود ترجمان حقیقت علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے اس شعر کا مصداق بن گئے ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رخِ زیبا لے کر

تو ان کی جگہ دیو صورت کوہ پیکر اور حرص و آز کے مجسموں نے مسجدوں کو سنبھالا۔ جس سے طبائع میں انتشار اور خیالات میں انقلاب برپا ہو گیا۔ مساجد میں نمازیوں کی تعداد روز بروز کم ہونے لگی۔ اور مساجد و مدارس کی عبرتناک تباہی کے ساتھ ساتھ حکومت کے کل پرزے بھی زنگ آلود ہونے لگے۔ غیر مسلم اقوام کو تقویت پہنچی۔ غریب اور فاقہ کش مزدور مسلمانوں نے پیٹ کے جہنم کو بھرنے کیلئے مکانات فروخت کرنے شروع کئے اور مسجدیں جن کو مسلمان فرمانرواؤں نے مسلمانوں کی سہولیت کے لئے جگہ بجگہ سونے اور چاندی کے ہزارہا انبار صرف کرکے تعمیر کرایا تھا۔ تن بہ تقدیر مقفل ہو کر رہ گئیں ؏

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے،

اب حالت یہ ہے کہ ملتان شہر کے مسلمانوں پر "مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب" کا مقولہ سولہ آنے صادق آتا ہے۔ علمائے ربانی دیکھنے ہوں تو مسجدوں کے دائیں بائیں نظر دوڑائیے۔ قبروں کے اندر آسودہ نظر آئیں گے۔ باقی رہی مسلمانی۔ وہ آپ کو بوہڑ دروازہ کے اندر مسلمان کتب فروشوں کی دکانوں میں کتب کی ورق گردانی سے ملے گی

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات فرماتے ہیں۔

هلاكُ اُمّتِي عالمٌ فاجرٌ وَعابدٌ جاهلٌ وَشرُّ الشّرِ شرارُ العلماء
وخيرُ الخيرِ خيارُ العلماء

حقیقۃً جو لوگ عالم فاضل ہو کر غیر محمود طریقِ عمل پر قائم رہنے میں مصر ہوں وہی شرار العلماء ہیں۔

علمائے سُو تو سی۔ آئی۔ ڈی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور جو علمائے خیر ہیں۔ وہ تشتت و انتشار، باہمی بغض و عناد رنجش و کدورت اور حقد و عداوت کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک دوسرے سے اتحادِ عمل نہیں ایک دوسرے کا پاسِ ادب نہیں۔ اس افتراق و انشقاق کی وجہ سے اگر وہ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں تو کچھ کر نہیں سکتے۔ اسفا فیا اسفاہ

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

ملتان شہر جو کبھی دار العلوم تھا۔ آج علم کو ترس رہا ہے۔ مغربی تعلیم کے سم آلود تاثرات سے اکثر آبادی الحاد و ارتداد کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ اسلام دنوا میں اسلام پر علی الاعلان پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ملتان مالدار مسلمانوں سے خالی ہو گیا ہے۔ یا ملتان میں صاحب علم نہیں رہے۔ بفضلِ خدا اب بھی ملتان میں نواب احمد یار خاں خوگانی اور نواب مخدوم مرید حسین قریشی جیسے متمول حضرات موجود ہیں۔ جو اگر چاہیں تو سونے اور چاندی کی سلوں سے ایک بڑی بھاری درسگاہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا کیا علاج ع کہ طبیعت ادھر نہیں آتی (ضرورتاً تصرف) سچ یہ ہے کہ ؎

کریماں را بدست اندر درم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر بے حسی اور جمود کے ہوتے ہوئے بھی چند ایک درسگاہیں قائم ہیں۔ جن کا مجمل سا نقشہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام درس گاہ	شیخ الدرس	مضامین	کیفیت
۱	مدرسہ نعمانیہ	مولوی فیض اللہ صاحب	تفسیر۔حدیث۔فقہ	آمدنی کے ذرائع
۲	جامعہ اسلامیہ	مولانا محمد شفیع مدظلہ	"	اس قدر محدود ہیں کہ
۳	مدرسہ اہلحدیث	مولانا عبدالحق صاحب محدث	"	ان کے ذکر میں شرم
۴	مدرسہ شاہ علی مردانؒ	مولوی شمس الدین صاحب	"	اور خجالت محسوس ہوتی
۵	جامعہ مولانا عبیداللہ رح	مفتی محمد عبدالعلیم صاحب مدظلہ	"	ہے کاش مسلمان اس
۶	جامعہ مولانا عبدالتواب صاحب	مولانا عبدالتواب صاحب مدظلہ	"	طرف توجہ کرتے۔
۷	باب العلوم	مولانا سید زین العابدین شاہ صاحب	اثنا عشریہ عقائد کی جملہ کتب	

مجھے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوا کہ ان درسگاہوں میں جن میں علماء نے اپنی زندگیاں خدمت اسلام پر وقف کر رکھی ہیں۔ مدارس کے منیجروں نے ان کے ساتھ سخت بیدردی کا سلوک کیا ہوا ہے مثلاً جامعہ اسلامیہ کے صدر مولانا محمد شفیع کو ۲۵/- روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ جو ہر روز اٹھارہ گھنٹے درس تدریس کا کام کرتے ہیں۔ اور ان کی تبحر علمی کا یہ حال ہے کہ کالجوں اور سکولوں کے چھ چھ سو روپے تنخواہ

پانے والے پروفیسر خواہ وہ ایم اے ایم او ایل اور مولوی فاضل ومنشی فاضل کیوں نہ ہوں۔ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور غضب پر غضب یہ کہ ان کے شریک کار مولوی فیض احمد صاحب کو صرف -/۶ روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ یعنی ڈاک خانہ کے الاؤنس کے برابر جو دیہاتی مدارس میں مدرسین کو ایک آدھ گھنٹہ کام کرنے کے معاوضہ میں ملتا ہے۔ اور یہ -/۶ روپیہ مشاہرہ دار مولانا اچھے خاصے خطیب بھی ہیں۔ اور مستند مفسر قرآن بھی۔ یہی حال باقی درسگاہوں کا ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

کیا ملتان کے مقتدر اصحاب اس "سجدۂ سہو" کو ادا کرنے کی کوشش کرینگے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ملتان کی انجمن اسلامیہ ملتان شہر کے اندر بیت المال کا قیام کر کے زکواۃ وصول کرے۔ جو یقیناً کئی ہزار کے قریب ہوتی ہے تاکہ اس سے ملتان کے فقراء علماء اور طالبانِ علم وادب کو فکرِ معاش سے آزاد کیا جا سکے۔ مگر یہ دیکھ کر ایک مایوسی چھا جاتی ہے کہ ملتان کے مخادیم ونواب پر سکون وجمود کا عالم طاری ہے۔ اور خوانین وملوک بے عملی کی دنیا میں چوگان بازی کھیل رہے ہیں۔ امتِ مرحومہ کی کشتی تباہی وبربادی کے "فجِ عمیق" کی طرف کھچی چلی جا رہی ہے۔ ملاح چپو چھوڑ بیٹھے ہیں اور کہتے کیا ہیں ابھی ہم نے تو من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ پر عمل کر رکھا ہے۔ رہ رہ کر تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مخادیم ونواب، خوانین وملوک اس سکون اور جمود کی نیند سے بیدار کیوں نہیں ہوتے انکے دل ودماغ میں گرمی پیدا کیوں نہیں ہوتی۔ ان کے اعضاء واعصاب حرکت کیوں نہیں کرتے ان کی رگوں کا منجمد خون جوش میں کیوں نہیں آتا۔

اے خدا اپنے حبیب کے صدقے مسلمانوں میں اسلام کی محبت پیدا فرما۔ انہیں توفیق دے

کہ وہ خود قرآن اور حدیث کا اکتساب کریں۔ اور اپنے روپے پیسے سے اسلامی مدارس کی معاونت فرما کر انہیں عروج کمال پر پہنچائیں۔ تاکہ ملتان اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکے۔ آمین

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

تاریخ اعراس مشائخ کرام ملتان شہر

نمبر شمار	تاریخ عرس	نام صاحب عرس
۱	۶ محرم	حافظ نور احمد صاحبؒ متصل مسجد وزیر خاں
۲	۱۱ محرم	حضرت خواجہ اویس رحمۃ اللہ علیہ کھگہ نزد اسٹیشن ملتان شہر
۳	۱۶ ؍	حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ منشی بیرون دہلی دروازہ
۴	۲۵ ؍	پیر شیخ شاہ صاحب قریشی کوٹلہ تولیخاں
۵	۷ صفر	اعلیحضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ
۶	۱۳ صفر	حضرت خواجہ قاضی محمد عیسےٰ رحمۃ اللہ علیہ خان پور شریف قاضیاں
۷	۱۳ ربیع الاول	شیخ الاسلام اعلیحضرت جمال الدین ابو الفضل محمد یوسف شاہ گردیز رحمۃ اللہ علیہ
۸	۲۹ ربیع الاول	مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ بدر و شیر خاں۔ دہلی دروازہ
۹	۵ جمادی الاول	حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیرون دولت دروازہ
۱۰	۶ ؍	حضرت خواجہ مولانا محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیرون لوہاری دروازہ

۱۱	۷ جمادی الاول	حضرت خواجہ شاہ رکن العالم قدس سرہ العزیز پرانا قلعہ
۱۲	۲۵ ″	حضرت خواجہ خدابخش صاحب ملتانی محبوب اللہ ثانی اندرون حسین آگاہی
۱۳	۱۳ جمادی الثانی	مولانا شاہ محمد عظیم الدین رحمۃ اللہ علیہ بیرون دولت دروازہ
۱۴	۲۳ ″	حضرت مخدوم نواب موسیٰ پاک دین صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دربار پیر صاحب
۱۵	″ ″	حضرت مولانا اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نزد اسٹیشن ملتان شہر
۱۶	۱۱ رجب	حضرت مولانا خواجہ محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ کمنگراں اندرون حسین آگاہی
۱۷	۱۷ ″	پیر قاضی محمد جلال رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	۲۳ ″	پیر محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ لوہاری دروازہ
۱۹	۲۷ ″	مولانا شاہ علی مردان رحمۃ اللہ علیہ بیرون حرم دروازہ
۲۰	۲۲ شعبان	حضرت ابوالحسن سید محمد جمال الدین موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ
۲۱	۲۳ ″	حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ قریشی سورہ میانی
۲۲	۲۸ ″	حضرت مولانا نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستی چمڑ ٹنگ
۲۳	یکم رمضان	مولانا محمد برخوردار رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	۲۱ ″	مسکین رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ محلہ خلاصی لائن
۲۵	یکم شوال	حضرت حافظ اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	۲۲ ″	حضرت پیر جنید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نزد دربار پیر صاحب
۲۷	۲۲ ذیقعدہ	حضرت خواجہ قاضی محمد مٹھو رحمۃ اللہ علیہ بیرون دہلی دروازہ

۲۸	۲۶ ذیقعدہ	حضرت باباداو صاحب رحمتہ اللہ علیہ نزد گورستان پیر عمرؒ
۲۹	۸ ذالحجہ	مولانا محمد نظام بخش رحمتہ اللہ علیہ محلہ کمنگراں اندرون حسین آگاہی
۳۰	۲۳ ″	حضرت مولانا خواجہ محمد خدایار صاحب رحمتہ اللہ علیہ

انتباہ

یہ کتاب خواص و عام دونو کے لئے لکھی گئی ہے۔ میری دلی تمنّا ہے کہ ہر قسم کے لوگوں اور ہر فرقہ کے بزرگوں کو اس سے اپنی اپنی پسند کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے۔ تاکہ انہیں اپنی تشنگی بجھانے کے لئے کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ اس لئے جن وقائع کو آپ کی عقل تسلیم کرے وہ صحیح اور جو قرین قیاس نظر نہ آئیں انہیں افسانوی حیثیت دے دیجئے۔ نہ مجھے موردِ طعن بنایئے۔ اور نہ اپنے اوپر وہابیت کا فتوےٰ چسپاں ہونے دیجئے۔

جہاں کسی بزرگ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا ذکر آیا ہے۔ میں نے اُسے نہایت روشن اور واضح انداز میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں ان خوارق اور کرامات سے جو مردوں کے زندہ کرنے اور سورج کے اتارنے وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ کئی درجے فوقیت رکھتی ہیں۔ ضرورت تدبّر اور تفکّر کی ہے۔ فھل من مدّکر! ؎

بیکار پڑا ہے ترا سامانِ تجلّی
اے وادیٔ ایمن کوئی موسیٰ نہیں اٹھتا

(فریدی)

فقرائے ملتان

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ "اقبال"

آغاز اسلام سے آج تک "سرزمین ملتان" اپنے خمیر سے ایسے ہزارہا "بندگانِ حق آگاہ" پیدا کر چکی ہے جو گودڑی پہن، کاسہ ہاتھ میں لے، ہندوستان کے دشوار گذار راستوں کو طے کرتے ہوئے، راجپوتانہ کے تپتے ہوئے ہلاکت خیز ریگستانوں، دریائے سندھ ستلج اور جمنا کی تلاطم خیز موجوں سے بے خوف ہو کر وحشی اور ہیبت ناک صحرا نشینوں کی آبادیوں سے ہوتے ہوئے دہلی اور آگرہ کے شاہی محلوں میں پہنچے۔ اور لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی آواز اس شان سے بلند کی کہ کوہستانِ ہند کے پہاڑ اور شاہی ایوانوں کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ لاکھوں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کو صراط المستقیم اور سبیل الرشاد پہ چلایا اور اقوام دہلی کی قسمتوں اور تاریخوں میں یکسر انقلاب[1] برپا کر دیا۔ غلاموں کو آقائی اور سیاہ فام حبشیوں کو شوکت و دارائی بخشی۔ دنیا کو استقلال اطمینان، عزم بالجزم، اتفاق و اتحاد، اخلاص و محبت، وفاداری و استواری

---

[1] خاندان غلاماں، خاندان خلجی اور خاندان تغلق اسی مد و جزر کا نتیجہ ہیں۔

اور حمیتِ اسلامی جیسے اخلاقِ فاضلہ سے متعارف کرایا۔ بڑے بڑے باجبروت اور قہرمان سلاطین کے دربار میں پہنچکر افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان الجابر کے مصداق بنے۔ خدا سے ڈرنے اور غریب رعایا پر رحم کرنے کی تلقین کی بڑے بڑے سرکش اور فراعنہ صفت کافر بادشاہوں کے قلوب پر اسلام کی صداقت اور حقانیت کا سکہ جمایا۔

یہ فقرا ملتِ اسلامیہ کے وہ بلند اقبال فرزند تھے۔ جو اگر دن کو شمشیرِ خارا شگاف ہاتھ میں لے میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دیتے تھے۔ تو رات کی تاریکی میں مصلّیٰ نشین ہو کر اپنے خدا کی تہلیل اور تحمید میں محو ہو جاتے۔ ان کے ایک ایک لفظ میں بلا کا اثر تھا۔ جو لفظ بھی زبانِ مبارک سے نکلتا۔ بم اور بارود بن کر گرتا۔ جس سے محمد تغلق اور جہانگیر جیسے باجبروت بادشاہ بھی کانپ اُٹھتے نظر میں وہ کشش کارفرما تھی کہ علاؤ الدین جیسے سنگدل بادشاہ بھی آنکھ اُٹھانے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ یہ سب کچھ رزقِ حلال اور صدقِ مقال کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ یہ قدسی نفوس بزرگ نماز کے بعد تلاوت اور وظائف سے فارغ ہو کر اپنے کھیت پر پہونچتے۔ خود کام کرتے اور اپنے مزدوروں سے کام کراتے۔ ۱۱ بجے واپس آکر روٹی کھاتے اور قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس شروع ہوتا۔ حمد اللہ اور صدرا کے مقامات حل کرتے۔ نور الانوار توضیح تلویح کی تشریح فرماتے۔ مثنوی مولانا رومؒ اور فتوحاتِ مکیہ سے دلوں کو گرماتے۔ اور انہی دلچسپ اور پاکیزہ مصروفیتوں میں عمر طبعی کے دن گزار کر واصل الی اللہ ہوتے۔ حضرت مولانا خدا بخش ملتانی۔ مولانا محمد عبید اللہ صاحبؒ۔ منشی غلام حسن خاں صاحب شہید اور قاضی محمد عیسےٰؒ خان پوری انہی بزرگوں میں سے تھے۔

شاہ رکن الدین زکریاؒ اور جمال الدین موسیٰ پاک شہیدؒ وہ تبرک اثر بزرگ تھے جنہوں نے خانقاہ نشینی کو ترک کر کے اسلامی عساکر کے ساتھ دور دراز کی مسافتیں طے کیں اور جہاد بالسیف کے علاوہ اپنے اخلاقِ حسنہ اور درس تدریس سے حلقہ بگوشانِ اسلام میں اضافہ کیا۔ قتل عام کے دوران میں اپنی جان بچا کر حجروں میں نہ چھپے ــــ بلکہ خود جان سے بے نیاز ہو کر حملہ آوروں سے کہا ؎

از خدائے بے نیاز بترس واز خونِ ناحق دست بکش

ان دو حملوں سے ہزارہا نفوس کی جانیں بچ گئیں۔ اور خونِ آشامی کا سیلاب دفعتہً رک گیا۔ مریدوں کے نذرانوں پر کالے[1] سانپ کی طرح پھن نکال کر تسلط نہ جما بیٹھے۔ بلکہ لنگر خانہ کھول کر بے دریغ اُن پر خرچ کیا۔ اور جب کبھی قربانی کی ضرورت پڑتی تو اپنے گھر کی آخری کوڑی[2] تک مریدوں پر نچھاور کر دی۔ نہ کہ بقول حضرت علامہ اقبالؒ ؎

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی، گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

اکابرینِ ملت کے اذکار میں ہمارے لئے عبرت و موعظت کے ہزاروں سامان موجود ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب اللہ اب بھی شغف اور انہماک سے پڑھی۔ اور پڑھائی جاتی ہے۔ لیکن معانی و مطالب اور اسرار پر تدبر و تفکر نہیں کیا جاتا۔ نمازیں ادا ہوتی ہیں لیکن

---

[1] ۱۲۵۷ء میں ملک عزالدین کی بدنیتی سے ملتان مغلوں کے قبضے میں آگیا۔ قلعے کے کئی حفاظتی برج اور مورچے گرا دئیے گئے۔ قتل عام ہونے والا تھا۔ لیکن حضرت مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتان نے ایک لاکھ دینار دیکر شہر کو عام تباہی سے بچایا۔ (صفحہ ۱۰۲ مرقع ملتان)

بے[1] حضور نماتھے پر سِیمَاھُم فِی وُجُوھِھِم مِن اَثَرِ السُّجُود سجدوں کے نشان موجود ہیں مگر قلب سوزِ بلالیؓ اور عشق سلمانیؓ سے عاری ہے۔ ہاتھ میں تسبیح ہے اور انگلیوں کی حرکت سے دانہ ہائے تسبیح کا ہالہ بھی بن رہا ہے۔ مگر قوتِ فکر لوگوں کی جیب تراشی میں مصروف ہے اسکا لازمی طور پر نتیجہ یہ نکلا کہ نہ زبان میں اثر رہا نہ دل میں سوز۔ بیباکی اور حق گوئی کا جذبہ مفقود ہو گیا۔ کبھی زمانہ کے باجبروت سلطان کالے کوسوں کا سفر طے کر کے اِن کے ہاں شرفِ باریابی حاصل کرنے کو آتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ مردانِ حق آگاہ محویت اور استغراق کے باعث ان سے نہ مل سکتے۔ بادشاہوں کے درہم و دینار بمصداق "عطائے تو بلقائے" تو واپس ان کے منہ پر مارے جاتے۔ یا اب یہ کیفیت ہے کہ ہمارے شکم پرست اور خود ساختہ رہنما قہرمان بادشاہ تو بجائے خود رہے معمولی معمولی حکام کی چوکھٹ پر جا کر سلام کرنے کی استدعا کرتے ہیں لیکن جواب ملتا ہے "صاحب اس وقت فارغ نہیں ہیں"۔ پہروں اور گھنٹوں اس انتظار میں در فرنگی پر گزر جاتے ہیں۔ کہ صاحب بلائے تو زیارت نصیب ہو۔ پنجاب کا آتش نوا شاعر اِسی انقلاب پر ایک حقیقت کا اظہار کرتا ہے ؎

من کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ پائے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات،
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن،

---

[1] کما قال النبی صلعم لَا صَلٰوۃَ تَمَّ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْب۔

یہ مختصر سی تصنیف انہی تاثرات کے پیش نظر سپرد قلم کی گئی ہے۔ تاکہ جہاں یہ زائرین کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے۔ وہاں ہمارے لئے بھی مشعلِ ھدایت ثابت ہو اور ہم اس مرقع میں اسلاف کی صحیح تصویر دیکھ کر اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آج کے بعد کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکے ؂

قُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن ؂

اور یہ محض حقیقت الامری ہے کہ سرزمینِ ملتان کے قبوں کے اندر آرام کرنے والے بزرگوں کے تذکارِ حیات میں صاحبانِ بصیرت کیلئے صراطُ المستقیم اور صراط الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی حیات افروز تعلیم کا کافی مواد مضمر ہے جو ان کی خوبیوں کو "انسانی محاسن کے فلک الافلاک" پر چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکاتا رہے گا۔ خوش نصیب ہونگے وہ لوگ جو اپنے مرشد دل اور وطنی دلی بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ خداوند کریم کی رحمتِ کاملہ بہت وسیع ہے اور اُس کی بخشش کا دروازہ ابھی تک بند نہیں ہوا۔ کلام مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللہِ الخ۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

اخیر پر ناظرین کرام کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ خداوندِ قدوس کی بارگاہ میں الحاح سے تضرع سے اور اعماقِ دل سے دعا مانگیں کہ وہ اپنے فضل عمیم سے ملتان کی اس

مبارک سرزمین سے کوئی اور بہاؤ الدین زکریاؒ اور موسےٰ پاک شہیدؒ پیدا کرے ۔ تاکہ اس خطہ پاک کو جو عظمت اور اقتدار کسی زمانہ میں حاصل تھا ۔ دوبارہ عطا ہو جائے اور ملتِ مرحومہ کے مطلعِ اقبال پر جو حزن و ملال اور قنوطیت کے سیاہ بادل چھائے ہیں چھٹ کر رہ جائیں ۔ اور نیّرِ رفعت و کمال دوبارہ نصف النہار پر چمک کر اس تاریک خطہ کو بقعۂ نور بنا دے ۔ آمین ثم آمین ۔

اے اللہ! اے رسولِ عربی کے سچے خدا ہمیں بھی توفیق عطا فرما کہ تیرے ان نیک اور مجاہد بندوں سے سبق لینے کی کوشش کریں اور اس طرح بے سروسامانی کے باوجود اپنی اولاد اپنا متاعِ عزیز تیرے اور تیرے رسول کے تحفظ پر قربان کر دیں ۔ ہم میں حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کا امیری نما فقر جمال الدین موسےٰ پاک شہیدؒ کا شوقِ جہاد اور مولانا حافظ جمال اللہؒ کا علم با عمل عطا فرما ۔ تاکہ ہمیں اسلاف کی طرح "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" میں کسی امیر کی امارت اور کسی حاکم کی حکومت خائف نہ کر سکے ۔ بلکہ ہماری نگاہوں میں وہ جاذبیت اور کشش عطا ہو کہ جس سے بڑی بڑی قہرمانی طاقتیں بھی لرزہ براندام ہو جائیں ؎

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؛

خاکسار
نور احمد خاں فریدی
ملتان

شہر کے باہر مگر وکٹوریہ سرائے کے قریب

خانقاہ شیخ الاسلام غوثِ زمان قبلہ عارفین

حضرت شاہ بہاؤالحق والدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ

یہ پُرشکوہ مقبرہ تعارف کا محتاج نہیں کئی میلوں سے شہر ملتان سے گردن نکالے اپنے ارادتمند دل کو خوش آمدید کہتا نظر آتا ہے۔ زائرین اسٹیشن سے ہی اس فلک رفعت مقبرہ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ شوق دید کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پل نہ گزرے اور حضور کی جناب میں جا پہنچیں وکٹوریہ سرائے میں سامان رکھ غسل و وضو کے بعد پہلا کام جو زائر کرتا ہے۔ وہ حضرت غوثِ پاک کے مرقد کی زیارت ہوتی ہے۔ سرائے سے دو فرلانگ جانب شرق اسلامیہ سکول کے عین درمیان سے راستہ نکلتا ہے۔ جو بتدریج نیچے سے اوپر کو بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ راستے میں وائیں جانب شاہ دین بیراگی رحمتہ اللہ علیہ اور میراں کنگ سوارؒ کے مزار آتے ہیں۔ دونوں کے مزار پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پرہلاد مندر کے متصل ایک رفیع المرتبت دروازہ آجاتا ہے جس پر بخط جلی یہ کتبہ مرقوم ہے۔

"خانقاہ غوث العالمین حضرت غوث بہاؤالحق والدین زکریا ملتانی
رحمۃ اللہ علیہ تاریخ وفات ۷ ماہ صفر ۶۶۶ھ ہجری المقدس"

زائر اندر قدم رکھتے ہی ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ ہر چیز نئے رنگ اور نئے ڈھنگ میں نظر آتی ہے۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے غوث پاک کی ہر چیز کو تصوف کے رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ہر شے زائر کے دل پر اثر ڈالتی ہے اور آدمی فرطِ رعب سے لرز اٹھتا ہے۔ ڈیوڑھی میں دائیں جانب حضرت غوث پاک کے ایوان کا دروازہ ہے نقیب اور حاجب رہ رہ کر پکار اٹھتے ہیں۔ "مدد بہاؤالحق" زائر کی حالت اس وقت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی ملزم ایک بڑے جرم کا ارتکاب کر کے معافی طلب کرنے کے لئے ایک بادشاہ کے حضور میں باریاب ہو رہا ہو۔ ساڑھے ۱۵ فٹ آثار طے کرنے کے بعد زائر اپنے آپکو شیخ الاسلام کے دربار میں پاتا ہے۔ دربار خاصان خاص سے کھچا کھچ بھرا نظر آتا ہے۔ زائر دائیں جانب ایک تنگ راستہ کے ذریعے سرنگوں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا حضور کے دائیں پہلو میں جا پہنچتا ہے اور بے اختیار ایک آہ کہ کر آپ کے تخت سے (جس سے دنیا کے لاکھوں تخت طاؤس خم کھاتے ہیں) چمٹ جاتا ہے اور زار و قطار روتا ہے۔ حتےٰ کہ شیخ کا دامن اور زائر کا چہرہ قطراتِ اشک سے تر بتر ہو جاتے ہیں۔ شاہانِ مجاز کی طرح حضرت غوث جھڑکتے نہیں۔ اور نہ ہی کسی اہلکار یا خادم کی جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ آ کر ملاقاتی کو شیخ الاسلام کے دامن سے جدا کرے۔ جب زائر رو رو کر نڈھال ہو جاتا ہے۔ تو اچانک اُسے محسوس ہوتا ہے کہ غوث پاک نے اپنا بابرکت ہاتھ اُس کے دل پر رکھ دیا ہے۔ ایک عجیب سکون و اطمینان کی لہر زائر کی

رگ رگ اور نس نس میں دوڑ جاتی ہے سیاہ کار اور مجرم زائر کا دل شہادت دیتا ہے کہ عرق انفعال کے چند قطرات کو ذاتِ ذوالجلال نے حضرت غوث کی توجہ سے شرفِ قبولیت بخشا ہے۔ اور نامۂ اعمال کدورتوں سے صاف ہوگیا ہے۔ تب شادمانی و کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ مرقد مبارک پر رکھ کر انتہائی ادب و احترام سے بوسہ دیتا ہے۔ غلاف مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگاتا اور چومتا ہے۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بائیں جانب کو بیٹھ کر کے حضور کی خدمت میں فاتحہ کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اپنے، اپنے خاندان اور ملت اسلامیہ کے لئے مولائے کائنات کی خدمت میں دعا طلب کرتا ہے۔ اور اس جلیل القدر اور محبوب شخصیت کا واسطہ دیتا ہے گڑگڑاتا ہے۔ اور اپنی انسانی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی بے بسی اور بیکسی کا اظہار کرتا ہے اس کے بعد نہایت انکسار سے حضور غوث پاک اور آپ کے درباریوں کو جھک جھک کر سلام کرتا ہوا بائیں جانب کے راستہ پیچھے ہٹتا دروازہ سے باہر نکل آتا ہے۔ ایک عجیب فرحت و انبساط محسوس کرتا ہے۔ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ جو بوجھ وہ اُٹھا کر آیا تھا۔ اُس کے سر سے اُتار لیا گیا ہے۔ یہ ایک عمومی کیفیت ہے۔ جو زائر کے دل پر گزرتی ہے خاصانِ بارگاہ کی اس سے بھی عجیب تر حالت ہوتی ہے۔ بہرکیف ع

جتنا ہے ظرف اُس کا اتنا وہ پی رہا ہے

اگرچہ حضرت غوث پاک کے واقعات عالم آشکار ہیں۔ اور دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے سوانح سے آشنا ہے مگر ان کے ذکر میں کچھ ایسی حلاوت پائی جاتی ہے کہ قندِ مکرر کا لطف آتا ہے اسلئے مختصراً سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔

اقلیم معرفت کے تاجدار اور دنیائے تصوف کے شہریار شاہ بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی ۵۶۵ھ / ۱۱۶۹ء کو بمقام کروڑ لال عیسن حضرت مولانا وجیہہ الدین قریشی ہاشمی کے مشکوئے معلی میں عالم وجود میں تشریف لائے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ جب آپ کے پدرِ بزرگوار تلاوتِ قرآن فرماتے تو آپ دودھ پینا ترک کر دیتے اور نہایت انہماک سے فَاسْتَمِعُوا لَهٗ کی تعمیل کرتے۔ عالم طفلی میں ہی آپ کے پدرِ بزرگوار نے وفات پائی۔ آپ کی والدہ محترمہ اور شیخ الاسلام فرید الدینؒ گنج شکر اجودھنی (پاک پتن) کی والدہ سگی بہنیں تھیں۔ اس لئے بابا فریدؒ آپ کے نسبتی بھائی تھے۔ دونوں کی آپس میں بےحد محبت تھی۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو آپ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ایران توران چلے گئے۔ اور وہاں چار سو چوالیس (۴۴۴) اساتذۂ باکمال کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے سندِ فضیلت حاصل کی۔ ریاضت و عبادت اس قدر کی کہ بیس سال کامل ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتے رہے۔ اس کے بعد حج کو اس شان سے تشریف لے گئے کہ ہر قدم پر دوگانہ ادا ہوا۔ تعلیم و تعلّم اور تزکیہ نفس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے فیضانِ روحانی حاصل کیا۔ اور کافی عرصہ شیخ کی جناب میں گزار کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور ملتان تشریف لے آئے۔ آپ کے زہد و اتقا کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ اکناف و اطراف عالم سے طالبانِ حق بمصداق ؎

ہر کجا کہ بود چشمۂ شیریں — مگس و مور و ملخ گرد آیند

ؔ کما قال اللہ تعالیٰ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

جمع ہونے لگے۔ بڑے پیمانے پر درس تدریس کا کام شروع ہوا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے ملتان گونج اٹھا۔ بڑے بڑے عالم دقیق مسائل کا استفسار کرتے اور مطمئن ہو کر واپس لوٹتے اسی زمانہ میں حضور نے "کنز العباد" اور "بہائی" جیسی معرکتہ الآرا کتب تصنیف فرمائیں۔ جو آج علوم دینیہ کی مستند کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ ہزار ہا سعید روحیں آپ سے روحانی استفاضہ کرنے کے بعد قطبیت اور ابدال کے درجہ کو جا پہنچیں۔ سینکڑوں باکمال درویش اور بحرِ معرفت کے غوّاص آپ کے دروازے پر اصحاب صفہ کی طرح پڑے رہتے۔ آپ کے لنگر خانے سے صرف ارادت کیشان کو ہی کھانا نہ ملتا۔ بلکہ در دروازہ عوام و خواص سب کے لئے کھلا رہتا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں خلقِ خدا یہاں جمع ہو کر دستر خوان سے قوتِ لایموت حاصل کرتی۔ امیر حسینیؒ اور شیخ فخر الدین عراقیؒ بھی اسی دروازہ کے دو قلندر تھے۔ عراقی کا شعر ہے ؎

پرسی اگر از جہان کیست امام الانام

نشنوی از آسماں جز زکریاؒ جواب

اسی محبت اور شیفتگی کا نتیجہ تھا۔ کہ نہ صرف جنابِ غوثؒ نے انہیں خرقۂ خلافت اور جُبّہ و دستار عطا کیا۔ بلکہ شرفِ دامادی سے بھی مفتخر فرمایا۔ جس طرح اہل ملتان کو آپ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ اسی طرح حضور بھی انہیں جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ۱۲۵۷ء میں ملک عز الدین کی بدطینتی سے جب مغل شہر میں داخل ہوئے۔ اور لوگوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کیا۔ تو حضور گھبرا کر محل سے باہر نکل آئے۔ اپنے غلامانِ خاص سے ایک لاکھ درہم کی تھیلیاں اٹھوا مغل بادشاہ کے ہاں پہنچے اور اپنی جیب خاص کی یہ گرانقدر رقم پیش کر کے قتل عام موقوف کرایا۔ ایک اور موقعہ

کا ذکر حضرت بابا فرید شکر گنج کی زبان سے سنیئے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاکؒ، شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار اوشیؒ ایک جگہ جمع تھے۔ اچانک اطلاع ملی۔ کہ تاتاری مغلوں کا لشکر بڑھا چلا آتا ہے۔ آپ بے حد متفکر ہوئے۔ چند دن تو آپ نے صبر کیا۔ مگر جب لوگوں کی پریشانی حد سے تجاوز کر گئی تو ناصر الدین قباچہ گورنر ملتان کو بلوا بھیجا اور ایک کمان اپنے دستِ حق پرست سے تیر چڑھا کر عطا فرمائی۔ جب قباچہ نے وہ تیر دشمنوں پر پھینکا تو سارا لشکر بھاگ نکلا اور کئی ہزار مفسدوں کے منہ سے لہو ٹپکا۔ ایک آدھ کا سینہ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ پیکانِ تیر سے دل چھدا ہے۔"

حضرت گنج شکرؒ ایک اور روایت اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت غوث اپنے محل سے برآمد ہوئے اور خاصہ طلب کیا۔ سوار ہو کر شہر کی جانب چل دیئے۔ اور حکم دیا کہ شہر میں منادی کرادی جائے کہ جو شخص آج بہاؤالدینؒ کا چہرہ دیکھ لے گا۔ عذاب دوزخ سے اُس کا ضامن میں ہوں گا۔ لوگ گروہ در گروہ حضور کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے مولائے کریم کو شاہد و ناظر کر کے فرمایا کہ مجھے ہاتف نے ندا دی ہے کہ بہاؤالدین! جو شخص آج تیرا چہرہ مقدس دیکھ لے گا۔ بروز حشر دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو گی۔ تو میں اپنے بھائیوں کو اس انعام سے کیوں محروم رکھوں۔

۷ صفر ۶۶۶ھ (۷ نومبر ۱۲۶۶ء) کو ایک خضر صورت بزرگ آپ کے آستان پر

؎ ماخوذ از مرقع ملتان صفحہ ۲۶

تشریف لائے اور آپ کے بڑے فرزند مخدوم صدرالدینؒ صاحب کو ایک خط دیا کہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خط کے پڑھتے ہی علم وادب اور طریقت و معرفت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ چاروں طرف سے آواز آئی "دوست بہ دوست رسید"

تاریخ وفات از نتیجہ فکر حافظ ولدار بخش صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا حسین بخش صاحب سجادہ نشین مولانا محمد موسےٰؒ ملتان

حافظ و حاجی و عالم باعمل	زاہد و عابد و عارف بے بدل
در صداقت چوں ابوبکرؓ است آں	در عدالت چوں عمر فاروقؓ داں
ہم چوں عثمان بد غنی و باحیا	در ولائیت چوں علی المرتضیٰ
چوں حسنؓ در صلح بدنیکو شیم	چوں حسینؓ آمد شہ ثابت قدم
ایں گہر از بحر فیضانِ شہابؒ	بدگرانمایہ باعداد وحساب
ایں یکے لعل است کانِ قادریؒ	یعنی باغوث است نسبتِ ملوری
ایں گل از باغِ قریشی ہاشمی	مست از خوشبوئے اُو ہر آدمی
ایں بر از نخلِ وجیہہ الدین ثمر	قند حاصل کرد از وے ہر بشر
ایں خور از برج کرد ر آمد عیاں	زیں منور شد جہانِ مولتاں
از لقب غوثِ جہاں ممتاز شد	واز کرامت صاحب اعجاز شد
از وجودش چوں بہاءِ دین شد	زیں سبب اسمش بہاؤالدین شد
نقد عمرش صرف شد در راہِ حق	ہم ز جنس علم داوے صد طبق

چوں رسید از عمرِ او ہشتاد و ہشت بہرِ دید از خدا احرام بست

بود جمعہ ہفتم از ماہِ صفر از نہالِ وصلِ حق خوردہ ثمر

گفت حافظ بہرِ سالِ وصلِ آں شہ بہاؤالدین سیدِ واصلاں
۶۶۶

حضرت غوث پاک کے مشرقی پہلو میں آپ کے صاحب سجادہ اور شاہ رکن العالم قدس سرہ العزیز کے والد ماجد زبدۃ الصالحین خلاصۃ العارفین حضرت مولانا شیخ صدرالدین صاحب معارف رحمۃ اللہ علیہ سو رہے ہیں۔ آپ حضرت غوث کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی پیدائش دارالامان ملتان میں ہی ہوئی۔ حضرت غوث پاکؒ کی وفات کے بعد سجادہ نشین قرار پائے۔ علم وفضل اور زہد واتقا میں آپ کا وجود عدیم النظیر تھا۔ ظاہری علوم وفنون میں دستگاہ کامل پیدا کرنے کے بعد سلوک کی منازل بھی اس خوش اسلوبی سے طے کیں کہ عارف باللہ مشہور ہوئے حضرت غوث کی وفات پر جو ترکہ بطور ورثہ آپ کو عطا ہوا۔ وہ راہِ خدا میں لٹا دیا اور فرمایا کہ حضرت غوث کی یہ شان تھی کہ وہ اس قدر دولت رکھتے ہوئے بھی اس کا غلط استعمال نہ کرتے تھے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کسی وقت حرص وہوا کے جال میں نہ پھنس جاؤں۔ آپ کا عقد سلطانہ المشائخ حضرت بی بی راستی پاک دامن علیہا الرحمت سے ہوا۔ جو سلطان جمال الدین فرغانہ کی لختِ جگر اور عارف باللہ تھیں۔ خود حضرت غوث نے عقد پڑھا۔

آپ کا فیضانِ معرفت عام تھا۔ بڑے بڑے جلیل القدر بزرگ آپ کے برگزیدہ خلفاء میں سے تھے۔ خود حضرت شاہ رکن العالم صاحبؒ کی شخصیت کیا کم ہے۔ کہ قطبِ عالم ہوئے اور آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچا۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ جمال خنداں رُو اوچوی شیخ صلاح الدین

سیتائیؒ اور حضرت شیخ احمد صاحب معشوق ملتانی قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ۷۰۹ھ میں وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات[*] حسب ذیل ہے

شیخ صدرِ دین عارف بادشاہ ۔۔۔ چوں ندائے ارجعی از حق شنود
رخت بست آں از فنا سوئے بقا ۔۔۔ با پدر پیشِ خدا کردہ قعود
از برائے سالِ وصلِ آں ولی ۔۔۔ گفت حافظ صدر دین آل شہود
۷۰۹ھ

تعمیر روضۂ اقدس

روضۂ پاک کہ جس میں حضرت غوثِ زماں و عارفِ دوراں پہلو بہ پہلو آرام فرما ہیں۔ خود غوث پاک کے زیرِ اہتمام ان کے ذاتی مصارف سے تعمیر ہوا تھا۔ آثارِ روضہ ساڑھے نو فٹ اور رقبہ ۵۳×۵۳ مربع فٹ ہے۔ داخلی دروازے کے اندر جو مرمریں اینٹ نظر آتی ہے۔ یہ سات فٹ لمبی اور ساڑھے چھ فٹ چوڑی ہے۔ خوشنما چوبی منقش کٹہرہ جو غوث پاک کے مرقد پر بنا ہے نیز ڈیوڑھی اور دروازوں کی مرمت غوث پاک کے سچے خدمتگذار و نیک دل سجادہ نشین خان بہادر نواب مخدوم شیخ مرید حسین صاحب قریشی الہاشمی ایم۔ ایل۔ اے (سنٹرل) نے فرمائی ہے۔ کٹہرے کی پائینتی میں جو جگہ چھٹی ہوئی ہے۔ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن العالم قدس سرہ پہلے یہاں دفن ہوئے تھے۔ اور پھر جب شاہِ تغلق نے دوسرا مقبرہ نذر کیا تو حضور کو وہاں منتقل کر دیا گیا اور

---

[*] از نتیجہ فکر حافظ ولد ار بخش صاحب صاحبزادہ مولانا حسین بخش مدظلہ العالی سجادہ نشین مولانا محمد موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ

یہ جگہ احتراماً خالی چھوڑ دی گئی۔ خانقاہ کے احاطہ میں شاندار سرائے ہے۔ اس میں زائرین آکر قیام کرتے ہیں۔ مشرقی جانب شیر شاہ شاہ سوری کی بنائی ہوئی ۵۷×۱۴ فٹ کی ایک خوشنما مسجد ہے۔ پائنیتی میں ڈیوڑھی کے اندر دو بڑے نامور مسلمان فرمانروا قیامت کی نیند سو رہے ہیں۔ ایک مرقد جو سرتا سر سنگِ مرمر کا ہے۔ اس میں کوہ وقار اور جواں ہمت امیر باقر خاں آرام کر رہا ہے۔ جس نے مسجد باقر خاں تعمیر کرا کے سرخروئے دارین حاصل کی۔ دوسری جو دروازہ کے بالمقابل خام قبر نظر آرہی ہے۔ اس میں وہ شیر ژژاں اور حاتم دوراں محو خواب ہے۔ جسے دنیا نواب مظفر خاں کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یہ وہ مرد سرفروش ہے۔ جس نے بہادر شاہ شاہ دہلی معتصم باللہ خلیفہ بغداد اور امیر عبداللہ فرمانروائے غرناطہ کی طرح بھاگ کر جان بچانے کی بجائے کٹ مرنے کو پسند کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پیہم اصرار پر جو دلیرانہ جواب دیا۔ وہ یادگار عالم رہے گا۔

"ملتان میرا یا میرے باپ کی ملکیت نہیں یہ اسلامی حکومت ہے اور میں اس کا نگہبان اور پاسبان ہوں۔ پاسبان کا کام حفاظتِ مال میں جان دے دینا ہے۔ اس لئے جب تک مظفر زندہ ہے ملتان کسی کو نہیں مل سکتا۔ ملتان کی چابیاں مظفر خاں کے پیٹ میں ہیں۔ جو اسے پھاڑیگا۔ ملتان کا مالک بنے گا۔"

یہ محض زبانی دعوے نہ تھا۔ بلکہ ایک حقیقت تھی۔ چنانچہ ۱۸۱۸ء میں جب مہاراجہ کی فوجیں زمزمہ توپ کے ساتھ گھٹا کی طرح ملتان کے مطلع پر چھا گئیں۔ تو اسی برس کے بوڑھے نواب نے

چھ سات ماہ تک ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور جب تک بال بچوں سمیت لڑتے لڑتے نہ مارا گیا ملتان سکھوں کے حوالے نہ کیا۔ کتبہ ملاحظہ ہو سے

شجاع وابن الشجاع وحاجی　　امیرِ ملتان زہے مظفر
بروزِ میدان بہ تیغ و بازو　　چہ حملہ آورد چوں غضنفر
چوں سرخروے شد بسوئے جنت　　بگفت رضواں بیا مظفر
۱۲۳۳ھ

احاطہ کے مغربی حصہ میں آپ کے چار مجاہد بیٹے لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ کے مزے لے رہے ہیں اور پانچواں فرزند مسجد کے شمال مغربی کونے کے باہر بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کی زندہ مثال نظر آتا ہے تعویذ پر یہ کتبہ مرقوم ہے سے

چوں شہنواز خاں بملتان شہید شد　　غدار تیغ قتل برو ماہ عید شد
جستم چوں سال مشہدان شہید　　گفتا خرد کہ حاکم ملتاں شہید شد

یہ پانچوں صاحبزادے آہنی عزم کے مالک تھے۔ نہایت بہادری سے لڑے۔ اپنی جانیں باپ کے قدموں پر نچھاور کر کے جام شہادت نوش کیا۔ اور اپنی آئندہ نسلوں کیلئے غیر فانی یادگار چھوڑ گئے سے

بنا کردند چہ خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اگر مقبرہ کے اندر علم و ادب اور تصوّف کے بہترین پیکر آرام فرما ہیں تو باہر ان کی پائینتی میں شجاعت و بسالت کے غیر فانی شاہکار ہر راہ گذر کو یہ سبق دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کہ کبھی ہم بھی بادشاہ تھے اور خدا کی زمین ہمارے دبدبہ اور طنطنہ سے کانپ اٹھتی تھی۔ مگر وہ سراب تھا۔ آج ہمارے مرقد بیکسی اور حسرت کے مزار بنے ہوئے ہیں۔ لیکن ہاں اس فلک بوس قبہ کے اندر جو شخصیتیں محو خواب ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں بھی برسر اقتدار تھیں اور ہماری طرح لوگوں کے جسموں پر نہیں روحوں پر حکومت کرتی تھیں۔ اور آج بھی صدیاں گذر گئیں۔ لیکن ان کی حکومت اور اقتدار میں فرق نہیں آیا۔ کوئی باغی نہیں ہوا۔ کسی حریف نے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ روز بروز انکی عظمت و جلال میں ایک غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ خدا اور رسول کے بعد اگر اس "ناظورۂ عالم" میں کسی کا ادب اور احترام ہوتا ہے تو وہ ان کی بابرکات ہستیاں ہیں۔ اے خدائے ذوالجلال کی وسیع دنیا پر چلنے پھرنے والو! ہماری زندگی سے سبق حاصل کرو۔ ایسی چیز تلاش کرو جو تمہیں خدا تک پہنچا دے۔ ایسا کام کرو جس سے پس مردن تمہارا احترام ہو ؎

بگارے چہ او دست باید کشید
کہ از دین و دنیا تو اند برید

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ کے قدموں میں محمد شاہ رنگیلا سو رہا ہے تو غوث پاک کی پائینتی میں قیصر خاں سی۔ آئی۔ ای جیسا کہ مگسی دفن ہے دونوں کے مرمریں مرقد ہیں۔ دونوں کے تعویذوں کے گرد جالیدار کٹہرے۔ تاریخ کا کیا عجیب اتفاق ہے کہ فقر و شاہی ابتدا سے پہلو بہ پہلو

چلے آتے ہیں۔ فقر ہمیشہ سربلند اور شاہی ہمیشہ سرنگوں رہی ہے۔ اس پر بھی دنیا سبق نہ لے تو قدرت کا کیا قصور۔ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ روضہ اقدس کے متصل مشرقی طرف ایک وسیع چبوترہ ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت غوث پاک نے کامل بیس سال اس پر تفسیر۔ حدیث اور فقہ کا درس دیا تھا۔ سبحان اللہ کس قدر متبرک مقام ہے۔ کتنے قطب اور اوتاد حضور کی خدمت میں یہاں زوزانو ہو کر بیٹھے ہوں گے۔

کتابے

روضہ اقدس کی جنوبی ڈیوڑھی کے مشرقی محراب پر کلام اللہ شریف کی چند بابرکت آیات اور چپ و راست حسب ذیل اشعار و رباعیات بخط جلی مرقوم ہیں ؎

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتے یاد است،
کہ غیر یادِ خدا ہست ہرچہ برباد است،

رباعی

مرا پیرِ دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود بر رُوئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش — دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

رباعی

تا در سرِ تو خیال ہستی باقی است — می داں بہ یقین کہ بت پرستی باقی است
گفتی بتِ پندار شکستم رستم — آں بُت کہ بہ پندار شکستی باقی است

رباعی

اندیشۂ مال و جاہ و دنیا غلط است بے وہم و خیال فکر بیجا غلط است
در خانۂ تن وطن بناشد ہرگز از بہر دو روز ایں تمنا غلط است

خانقاہ کے مشرق اور مغرب کو دو عالیشان دروازے ہیں دونوں دروازوں میں فقراء کا جمگھٹا سا لگا رہتا ہے اور کچھ دیئے بغیر یہاں سے گزرنا معمولی دل گردے کا کام نہیں:

پیر دربر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت غوث پاک اور شاہ رکن عالم کی تبرک از خانقاہوں کے درمیان ۱۵x۱۵ فٹ کا ایک نہایت خوبصورت سا مقبرہ ہے۔ شمالاً جنوباً دو دروازے ہیں۔ دیواروں پر دلفریب انداز میں نقاشی کا کام ہوا ہے۔ گنبد مختصر لیکن از بس دلکش و دلستاں ہے اس میں پیر دربر صاحب بخاری دہلوی آرام فرما ہیں۔ کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہاں جلال الدین فیروز کی صوبیداری کے زمانہ میں تشریف لائے۔ حضرت غوث پاک کے چشمہ روحانی سے فیضیاب ہوئے اور ۹۴۲ھ میں انتقال فرما کر یہاں دفن ہوئے۔ یہ شعر شمالی سمت بخط نستعلیق مرقوم ہے ؎

روئے پاکاں ہر کہ بیند صبح شام آتش دوزخ بود بروے حرام

(نوٹ) حضرت غوث پاک اور شاہ رکن عالم رحمہم اللہ کے پہلو میں دفن ہونے کے باعث وصفی طور پر آپ دربر شاہ مشہور ہو گئے۔ ورنہ اصل نام کچھ اور تھا۔ پہلو کو فارسی میں بر کہتے ہیں۔

قاضی قطب الدین کاشانیؒ

دربار شاہ سے جنوب کو مشن سکول کے متصل ایک چبوترہ کے اوپر آپ کا مرقد واقع ہے آپ ذکریا عہد کے متبحر عالم تھے۔ موجودہ مقام پر ایک بھاری درسگاہ تھی جس میں سینکڑوں طالبانِ علم وادب آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ملحقہ پیپل کے نیچے ایک مسجد تھی۔ حضرت غوث صبح کی نماز قاضی صاحب کے پیچھے اسی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن قاضی صاحب نے عرض کی "حضور نماز اپنی مسجد میں ہی ادا فرمالیا کریں۔ اس قدر تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔" فرمایا آپ عالم اور پرہیزگار ہیں۔ آپ کے پیچھے نماز ادا کرنا کسی پیغمبر کے پیچھے ادا کرنا ہے۔ ساتویں صدی میں آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ آپ کے مشرقی پہلو میں حضرت علامہ وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ دفن ہیں۔ جو یکتائے روزگار حضرت مولانا خواجہ محمد موسٰےؒ صدیقی کے جد بزرگوار تھے۔ قاضی ملتان ملّا نادرؒ صاحب اپنی منظوم تاریخ میں حضرت مولانا کی آمد و رفت کا تذکرہ اس طرح

ملہ ملّا نادرؒ نے یہ حالات حضرت مولانا عماد الدین خراسانی کی مشہور کتاب "تذکرۃ الانساب" سے اخذ کر کے منظوم فرمائے ہیں جس کا وہ خود اعتراف کرتے ہیں ؎

در خراساں بُد مولانا عماد | تذکرہ انساب را نقشے نہاد
ابتدا از حضرت صدیق کرد | تا بہ ایں حضرت ہماں تصدیق کرد
من از انجا خواندہ ام آوردہ ام | دست در دامانِ ایشاں بردہ ام

کرتے ہیں ؎

نور دیدہ او وجیہہ الدین ازو　　خرقہ را پوشیدہ جایش ماند او
بود آں علامۂ دورِ زماں　　بحرِ فیضِ علم زو گشتہ رواں
درس گفت و عالمے شد فیض یاب　　خود نظیرِ خویش بود عالی جناب
بعد ازاں آور رُود در مولتاں　　بود درسِ قاضی قطب الدین رواں
اندراں بنہاد رخت و شد مقیم　　عالمے را داد او فیضِ عمیم
عارفہ بود از قدیشی خاندان　　شیخ اندر عقدِ خود آورد آں
پس ز ملتاں کرد رو سوئے وطن　　صاحبِ اولاد شد شیخ زمن
اولیں فرزند او عبدالکریم　　بود دویم حضرتِ عبدالرحیم
ہر یکے شاں صاحبِ اولاد شد　　ہر یکے از زمرۂ اوتاد شد
پس وجیہہ الدین چوں شد پیر سال　　باز آمد سوئے ملتاں باکمال
گشت نازل در ہماں جائے قدیم　　ہر یکے کردش تعظیم عظیم
آخر اندر نہ صد ہفتاد یک　　جانِ پاکش برد در جنت ملک

سوئے مشرق در مدرسہ جائے او
متصل قاضی قطبؒ ماوائے او

خانقاہ مبارک اعلیحضرت زبدۃ المشائخ قطب زماں حضرت شیخ ابوالفتح فیض اللہ

رکن عالم قدس سرہ العزیز

شیخ رکنِ دیں ولی ابن ولی — از فنا شد چوں بسوئے جاوداں
قدسیاں فردوس را آراستند — شیخ بخرامید باصد عز و شاں
بارِ سالِ وصل آں حافظ[1] بگفت — رکن دیں عالی لقب قطب جہاں

قلعہ میں دوسرا فلک رفعت مقبرہ حضرت غوث پاکؒ کے پوتے اور حضرت مخدوم شیخ صدر دین صاحب معارف کے فرزند ارجمند حضرت شاہ رکن عالم رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کا اصلی نام رکن الدین ابوالفتح ہے۔ عالمِ طفلی میں شاہ جلولہ کے پیارے نام سے بھی آپ کو یاد کیا جاتا تھا۔ تاریخ پیدائش ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ بروز جمعہ ہے۔ آپ کی تربیت اور پرورش خود غوث مبارک نے اپنی نگرانی میں فرمائی۔ مشہور ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ جنابہ پاکدامن صاحبہ حافظۂ قرآن تھیں۔ جب آپ کو دودھ پلانا ہوتا۔ تو پہلے وضو فرماتیں۔ اور پھر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتیں۔ شاہ رکن عالمؒ کلام ربانی سن کر از حد مسرور ہوتے۔ اور اگر مؤذن کی

۱ از نتیجۂ فکر حافظ ولدار بخش صاحب۔ اندرون حسین آگاہی ملتان شہر

آواز کانوں میں پڑ جاتی۔ تو دودھ پینا چھوڑ دیتے۔ اور نہایت توجہ سے پوری آذان سماعت فرماتے جب آپ نے بولنا سیکھا۔ تو سب سے پہلے لفظ "اللہ" زبان مبارک سے ادا ہوا۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت اپنا بچہ بحالت نزع حضرت غوثؒ کی خدمت میں لے آئی۔ اور طالب دعا ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ جو منظور خدا ہوگا۔ وہی ہوگا۔ بچہ مر گیا۔ اور وہ عورت جزع فزع کرتی ہوئی واپس لوٹی۔ راستے میں حضرت رکن عالم کھیل رہے تھے دریافت کیا۔ کہ "مائی! کیا واقعہ ہے؟" عورت نے عرض حال کیا۔ اور کہا کہ دربار غوث سے مایوس ہو کر جارہی ہوں"۔ آپ نے فرمایا" دیکھ تو سہی۔ بچہ تو زندہ ہے"۔ خدا کی شان۔ جب عورت نے بچے کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو بچہ مسکرا رہا تھا۔ وہ عورت خوشی خوشی گھر چلی گئی۔ حضرت غوث نے یہ واقعہ سنا۔ تو آپ کو منع فرمایا" کہ بیٹا۔ اہل طریقت کے نزدیک ایسی دلیری پسندیدہ نہیں"

دس سال کی عمر میں مجاہدہ و مراقبہ میں اس قدر جوش اور جفاکشی آپ سے ظہور میں آئی۔ کہ کشف قلوب، کشف قبور، طے لسان، طے ارض کے رموز و نکات آپ پر بخوبی ظاہر ہو گئے بارہ سال کی عمر میں قرآن مقدس حفظ کر لیا۔ علم فقہ تفسیر و حدیث پر پورا عبور تھا۔

آپ کے زمانہ میں دنیائے اسلام کا مشہور سیاح ابن بطوطہ ملتان سے گذرا۔ اور آپ کے ہاں مقیم ہوا۔

شاہان دہلی کے دل و دماغ پر آپ کے احترام کا پورا پورا اثر تھا۔ ۱۳۱۷ء کا ذکر ہے کہ سلطان مبارک شاہ خلجی حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ سے ناراض ہو گیا۔ اور ان کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لئے حضرت شاہ رکن العالم کو بلوا بھیجا۔ جب آپ دہلی کے قریب

پہنچے۔ تو خود بادشاہ چند میل آگے چل کر حضور سے قدمبوس ہوا۔ اس سے پہلے حضرت محبوب الٰہیؒ آپ سے مل چکے تھے۔ بادشاہ نے عرض کی۔ کہ حدود دہلی میں داخل ہونے پر کون سا آدمی پہلے آپ کی ملاقات کو حاضر ہوا۔ آپ نے جواب دیا "جو اس وقت زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا" بادشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کی ناراضی دُور ہو گئی۔

محمد تغلق کے زمانہ میں جب قتل عام کا حکم ہوا۔ تو آپ سر برہنہ دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ سے خطاب کر کے کہا۔

"از خدائے بے نیاز بترس و از خون ناحق دست بکش"

اس پر محمد تغلق کانپ اُٹھا۔ فوراً تلوار نیام میں کر لی۔ اور آپ کے طفیل بلدیہ ملتان کو امان دے دی۔

آپ کا روضہ مبارک بلحاظ وسعت اور بلندی ہندوستان کے مقابر میں دوسرے نمبر پر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ خوشنما اور مثمن شکل کا روضہ سو فٹ دو انچ بلند ہے اور چونکہ بلندی پر واقع ہے۔ اس لئے سطح زمین سے ڈیڑھ سو فٹ کے قریب اونچا ہے۔

بارہ پندرہ میل سے یہ گنبد چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ رات کو اس پر بجلی کا قمقمہ روشن ہوتا ہے۔ اس کی روشنی سے گنبد کی بیرونی سطح بے حد دیدہ زیب اور دلفریب معلوم ہوتی ہے۔ روضہ پاک کا مرکزی قطر ۵۱ فٹ ۹ انچ اور آثار ۱۳ فٹ ۶ انچ ہے۔ ہر ایک زاویہ پر عمودی ستون استادہ ہے اور اوپر ایک اور مثمن شکل کی عمارت بنی ہے۔ جو نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے اور "یا اللہ" بطور ہالہ کے چاروں طرف کندہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ غیاث الدین تغلق نے اپنے لئے بنوایا تھا وہ شہید ہو کر دہلی میں دفن ہوا۔ حضرت شاہ رکن عالمؒ ۷ جمادی الاول ۷۳۵ھ کو انتقال فرما کر اپنے جد امجد

حضرت غوث پاک کی پائنیتی دفن ہوئے تھے۔ خواب میں آپ نے اپنے سجادہ سے ارشاد کیا کہ محمد تغلق سے یہ مقبرہ لیا جائے۔ چنانچہ سجادہ نشین صاحب کی استدعا پر شاہ دہلی نے یہ مقبرہ نذر کردیا۔ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ غوث پاک کے مقبرہ سے نکال کر یہاں دفن کئے گئے۔ روضہ پاک کے دروازہ سے جانب مشرق جو پہلا مزار ہے۔ اس میں ملتان کے آخری مسلمان تاجدار نواب مظفر خاں شہید کی والدہ ماجدہ دفن ہے۔ باقی جملہ مزارات میں غوث پاک کی اولاد آسودہ ہے۔ مقبرہ کے شمال میں حضرت اورنگ زیب بادشاہ کی مسجد شکستہ حالت میں واقع ہے۔ اور جنوبی دروازے پر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی مختصر سی تاریخی مسجد استادہ ہے۔ جہاں آپ نے کافی عرصہ اعتکاف میں گذارا تھا۔ آپ کے روضہ پاک پر صبح شام کافی چہل پہل رہتی ہے؛

خانقاہ پیر سوہن شہید رحمتہ اللہ علیہ

پرانے قلعہ کے غربی دروازہ کے باہر ڈھلان پر ایک مسجد ملتی ہے۔ اس کے جنوب میں ۱۶x۱۳ فٹ کی مسقف خانقاہ واقع ہے جس کی دیواروں پر نہایت دلفریب بیل بوٹوں کا کام ہوا ہے۔ چھت چوبی اور منقش ہے۔ اس میں ایک مجاہد فی سبیل اللہ محو خواب ہے۔ جسے پیر سوہن شہید سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت کیشوں سے تھے۔ اور کسی جنگ میں کافروں سے لڑ کر شہید ہوئے۔ جو لوگ غوث پاک کے مزار پر فاتحہ کے لئے جاتے ہیں۔ یہاں ضرور حاضری دے کر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں؛

(بیرون دولت دروازہ)

پیر دولت شاہ و خدمتگذار شاہ

چوک دولت دروازہ کے متصل برلبِ سڑک ایک مختصر سا قبہ نظر آتا ہے اس میں بحرِ معرفت کے دو مشہور غواص پیر دولت شاہ و خدمتگذار شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ خاندان نبوی کے یہ چشم و چراغ آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔ غوث پاک کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے اور ہزارہا گم گشتگان بادیہ ضلالت کو صراط المستقیم پر فائز کر کے یہاں پیوند خاک ہوئے۔ خانقاہ کے قریب کا دروازہ آپ کی نسبت سے دولت دروازہ پکارا جاتا ہے۔

مقبرہ مولانا سید عظیم الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ روضہ منور شاہ عظیم الدین حاج
هم بواب وهم کناس وهم فروزندہ سراج

بلحاظ علم و ادب، ماوائے شریعت و معرفت مولانا سید عظیم الدین حجازی النسل ہیں۔ آپ سردار دو عالم کے روضہ پر خاکروبی اور چراغ بندی کی خدمت پر مامور تھے۔ نواب مظفر خاں فرمانروائے ملتان جب ۱۲۰۷ھ میں حج کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ تو آپ کے تبحر علمی اور زہد و اتقا سے

متاثر ہو کر ملتان تشریف لانے کی استدعا کی۔ آپ قربِ رسالت کو ترک کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے متامل ہوئے۔ مگر رات کو بارگاہِ نبوت سے عزم ہند کا اشارہ ہوا۔ جس پر جناب یہاں تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے آپ کے شایانِ شان رہائش کا انتظام کر دیا۔ اور کچھ رقبہ زمین کا بطور جاگیر کے بھی مرحمت فرمایا۔ آپ نہایت مطمئن ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے لگے۔ لیکن رہ رہ کر سرکارِ دو عالم کا روضہ یاد آتا تھا۔ اور اس خیال سے گھنٹوں طبیعت میں انتشار رہتا۔ لہذا آپ واپس مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور عرض کی کہ ملتان کا پانی موافق نہیں آتا۔ حکم ہوا۔ جاؤ۔ تمہارے چشمہ میں کوثر کا اثر داخل کر دیا ہے۔ وہاں رہ کر تبلیغ اسلام کرو۔ اس پر آپ ملتان لوٹ آئے۔ کنوئیں کے پانی کو چکھا۔ تو اس میں کوثر کا رنگ غالب تھا۔ پھر آپ سکون و اطمینان سے اپنی زندگی یہاں قال اللہ و قال الرسول میں صرف کرنے لگے۔ آپ کے اتقا کا یہ عالم تھا کہ کسی مرید سے کچھ نہ لیتے تھے۔ مروان پور میں آپ ایک مرید کے ہاں تشریف لے گئے۔ اُس نے یکصد روپیہ نذر کیا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو۔ تو اس سے مسجد تعمیر کرو۔ مسجد کا کتبہ بامداد شاہ عظیم الدین اس کی شہادت دے رہا ہے۔ آپ کے تعویذ پر یہ قطعہ کتبہ کے طور پر مرقوم ہے ؎

حاجی حرمین نیز واعظِ خلق — بود زاولادِ غوث محی الدینؒ

سہ شنبہ دہم ماہ جمادی الثانی — روز شنبہ شدہ بخلد بریں

چونکہ در راہِ دیں قوی می بود — سال وصلش قوی عظیم الدین

آپ کے دائیں پہلو میں آپ کے بھائی سید بھاون شاہ شہید آرام فرما ہیں جنہوں

نے ۱۸۱۶ء میں ملتان کے شیر دل نواب مظفر خاں کی حمایت میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

آپ کے بائیں جانب آپ کے دوسرے بھائی سید محمدؒ شاہ صاحب دفن ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے بے مثل عالم اور بے نظیر واعظ تھے۔ قریہ قریہ اور بستی بستی پھر کر قادرِ مطلق کا پیغام سنایا۔ اور ہزار ہا بھولی بھٹکی مخلوق کو راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔ علامہ سر محمدؒ اقبال نے آپ جیسے علماء اور مجاہد کے حق میں لکھا تھا ؎

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے　　مے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے　　اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

آپ کے موجودہ جانشین سید غلام محی الدین شاہ صاحب ہیں جو اپنے بزرگوں کی طرح اپنی عمر وعظ و تبلیغ میں صرف کر رہے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دولت دروازہ ——————— دہلی دروازہ

پیر صاحب کا مزار کانشی گراں کی مسجد کے بالکل متصل واقع ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بے مثل درویش تھے۔ عمر بھر قائم اللیل و صائم النہار رہے اور کبھی بھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔

پیر کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ

محلہ کانشی گراں میں میاں محمد امین صاحب کانشی گر کے مکان کے متصل ایک بزرگ قیامت کی نیند سو رہے ہیں۔ یہ حضرت شاہ کلیم اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ اتقا اور زہد میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا ہر فعل اور قول شریعت کا علمبردار ہوتا تھا۔

مولانا محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ

عام خاص باغ کے اندر مسجد کے احاطہ کے متصل چند قبریں نظر آتی ہیں۔ ان میں پہلی قطار کے درمیان جو بڑا مزار بنا ہوا ہے۔ اس میں مولانا محمد شفیع دفن ہیں۔ آپ عہدِ وسطیٰ کے بہترین عالم تھے۔ ساری عمر "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" میں صرف کر دی۔ آپ کی پاک زندگی کا بیشتر وقت ملحقہ مسجد میں تفسیر، حدیث اور فقہ کے پڑھانے میں گذرا۔ آپ کی وفات کے بعد آشوبِ زمانہ سے مسجد گر گئی۔ پھر بنی۔ پھر شکستہ ہوئی۔ اب چند دردِ دل رکھنے والوں نے اپنی شبانہ روز کی دوڑ دھوپ سے انہیں آثار پر وہ شاندار مسجد تعمیر کی ہے کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور عہدِ رفتہ کے درس تدریس کی یادگار میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ خدا میاں واحد بخش زمین ساز کو دینوی و دنیاوی سعادتوں سے مالا مال کرے جنکی ہمت سے یہ مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔

مسکین رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

سڑک حافظ محمد جمالؒ محلہ غلاصی لائن متصل گورستان چبوترے کے اوپر مسکین رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار واقعہ ہے۔ آپ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اور فیضانِ معرفت کی طلب میں یہاں پہنچے۔ ریاضت و عبادت سے درجۂ کمال کو پہنچے ۱۱ رمضان ۱۳۲۱ھ میں انتقال فرمایا۔

پیر جندے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی سڑک پر امان پورہ کے قریب محلہ پیر جندے شاہ میں ایک مرتفع چبوترے پر آپکا مزار ہے۔ آپ نہایت خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اپنے ہاتھوں محنت مشقت کر کے گذر معاش کرتے بے حد مستغنی المزاج تھے۔ اُمرا سے عمر بھر مجتنب رہے۔ غربا اور مجذوب لوگوں سے آپ کو دلی اُنس تھا۔ آپ کے نام سے محلہ موسوم ہے۔

مزارات شہیداں

محلہ سیداں کے قریب اور محلہ پیر جندے شاہ کے پہلو میں ایسے پانچ مجاہد سرفروش ابدی نیند سوئے ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے ناموس پر اپنی گردنیں کٹوا دیں۔ اور بارگاہ الٰہی سے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کا اعزاز حاصل کیا

اس سڑک پر حضرت قاضی محمدؐ مٹھو رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے متصل دو اور مجاھد فی سبیل اللہ دفن ہیں۔ یہ بھی اسلامی عساکر کے ساتھ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کے بلند رتبے پر فائز ہوئے۔ افسوس کہ مزارات کی حالت نہایت فرسودہ ہے اگر چندے یہی کیفیت رہی تو اگرچہ ان کے ارواح اعلیٰ علیین میں خداوند عالم کی بے انتہا نعمتوں سے مالامال ہوتے رہینگے لیکن اس دنیا میں مسلمانوں کی بے حسی اور جمود کے باعث ان کی کوئی یادگار باقی نہ رہے گی؛

خانقاہ حضرت قاضی مٹھو صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ حضرت حافظ محمدؐ جمال اللہؒ کی جنوب مغربی سمت میں اللہ یار خاں صاحب برج کے مکان کے قریب ایک لمبا چوڑا احاطہ ہے جس میں درختوں کا گھنا سایہ ہے۔ اس ٹھنڈے سایہ میں مسقّف خانقاہ کے اندر حضرت قاضی مٹھو صاحب قیامت کی نیند سو رہے ہیں۔ آپ حضرت صاحب السیرؒ کے مرید اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ کو انتقال فرما کر یہاں آسودہ ہوئے۔ آپ کے خلیفہ خاص مولانا صوفی نبی بخش صاحب آپ کے سجادہ ہیں۔ آپ کی توجہ سے ساتھ کی مسجد میں درس بھی قائم ہے۔ جس میں ایک عرصہ تک مولانا محمدؐ اشرف مرحوم تعلیم دیتے رہے۔ اب بھی پندرہ بیس طلبا یہاں تفسیر حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں؛

خانقاہ مبارک

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جمیل سیرت جمال صورت | فہیم اعظم رفیع منزل
بعالماں بود فخر مجلس | بفاضلاں بود نیز افضل
بکاملاں بود شیخ اکمل | بعارفاں بود زیب محفل
باسم خواجہ جمال حق دیں | بعرف حافظ جمال اجمل
بچار شنبہ سعید ساعت | کہ بود پنجم جمادی اول
بحضرت حق رسید آنگہ | بشان و شوکت بصد تجمل
نوشت حافظ سن وصالش | کہ نیک دل شیخ قطب اکمل

عام خاص باغ سے گذرتے ہوئے ایک قلعہ نما فصیل کے اندر نہایت حسین وجمیل مقبرہ دور سے چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس میں شریعت کے محافظ اور طریقت و معرفت کے ملجا و ماویٰ حضرت مولانا خواجہ حافظ محمد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے اس قدر ریاضت کی۔ کہ خود شیخ بھی پھڑک اُٹھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ ذکر و اذکار اور مراقبہ و استغراق میں بسر ہوا۔ اتقا کا یہ عالم تھا۔ کہ وضو کی جگہ مقرر تھی۔ اور لوٹا بھی محفوظ رہتا۔ فرماتے

اگرچہ یہ صورت محمود نہیں ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ عوام احتیاط نہیں کرتے۔ اور لوٹے خراب ہو جاتے ہیں۔

آج یتیم کے مال کو شیرِ مادر سمجھا جاتا ہے مگر حضور کی یہ حالت تھی کہ یتیم کے کنویں سے اپنے گھوڑوں کو پانی نہ پلانے دیتے تھے۔ مقروض مرید کی نذر قبول نہ ہوتی۔ اگر کوئی اصرار کرتا بھی۔ تو ارشاد ہوتا۔ جاؤ اس سے قرضہ اتارنے کی کوشش کرو۔ اگرچہ حضور کا شغل عزیز "مردان حق فراموش" کو مردان حق آگاہ بنانا اور معتکف ہو کر ذکرِ خفی و جلی سے اپنے قلب کو گرمانا تھا۔ مگر اس کے ساتھ آپ جری اور دلیر بھی غضب کے تھے۔ نواب مظفر خاں صوبیدار ملتان کے عہد کا واقعہ ہے کہ آپ ظہر کی نماز کے بعد تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے۔ اطلاع پہنچی کہ سکھوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔ اور خود مہاراجہ رنجیت سنگھ فوج کی کمانڈ کر رہا ہے شہر پر سکھوں کا پہلے سے قبضہ تھا۔ پٹھان بچارے بڑی بے جگری سے مقابلہ کر رہے تھے مگر ان کے پاس نہ رسد تھی اور نہ سامان۔ حضور نے یہ سن کر اپنا گھوڑا طلب فرمایا۔ اور آلات حرب سے مسلح ہو کر قلعہ کو چل دیئے۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ توپیں آگ اُگل رہی تھیں۔ مگر آپ ان سب خطرات سے بے پرواہ ہو کر بڑھتے چلے گئے۔ دروازے پر پہنچے۔ تو شیر دل بوڑھے نواب کو شمشیر بہ کف تخت یا تختے کا منتظر پایا۔ آپ کو دیکھتے ہی مصیبت زدہ نواب مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ تلوار پھینک قدموں پر آ گرا۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے زمین سے مٹھی بھر مٹی اُٹھائی اور نواب کو دے کر فرمایا۔ اسے دشمنوں پر پھینکو۔ نواب نے وہ خاک پورے زور سے سکھوں کے لشکر پر پھینکی۔ معاً زور کا دھماکا ہوا۔ اور گرد و غبار میں دشمنوں کی فوج آنکھ سے اوجھل ہو گئی۔

جب گرد پھٹی۔ تو معلوم ہوا کہ عطر سنگھ دھاری کی توپیں اُڑگئی ہیں۔ آٹھ سو کے قریب سکھ مارے گئے ہیں۔ اور فوج ہراساں ہو کر بھاگ رہی ہے۔

آپ کی مہر پر اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ کندہ تھا۔ حضور امرا سے بہت تنفر فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ سے جو آپ کے پیر بھائی تھے۔ آپ نے ذکر فرمایا۔ کہ امراء و رؤسا اگر ہماری عبادت میں حارج ہوتے ہیں۔ تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ ان سے قرض طلب فرمائیے۔ چنانچہ اس صورت سے آپ کو کافی آرام ہو گیا۔ آپ کے فیض صحبت سے ہزارہا لوگوں نے استفادہ کیا۔ پندرہ کے قریب حضور نے خلفا چھوڑے۔ جن میں سے حضرت محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدا بخش صاحب خیر پوری خواجہ منشی غلام حسن صاحب قاضی محمد عیسےٰ صاحب مولوی محمد موسیٰ اور سید زاہد شاہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین خاص طور پر مشہور ہیں۔

۵ جمادی الاول ۱۲۲۶ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سید زاہد شاہ صاحب کی تجویز پر بموجب سنت نبوی صلعم اپنے حجرہ میں سپرد خاک ہوئے۔

تعمیر روضہ

۲۷×۲۷ فٹ کی حسین ترین عمارت جو مقبرہ کے نام سے موسوم ہے اور شمالی و غربی رو نشیں حضور کے خلیفہ اول حضرت مولانا خیر پوری نے تعمیر کرائیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ڈیوڑھیوں کے شمال مغربی کونے کی ڈاٹ معماروں سے درست نہ بنتی تھی اور وہ شہتیر رکھنا

چاہتے تھے۔ آپ کو علم ہوا۔ تو سخت ملول ہوئے اور فرمایا۔ "بابا میرے پیر کے مکان کو عیب نہ لگاؤ۔" اور ارشاد کیا۔ مجھے موقعہ پر لے چلو۔ انحطاط عمر کا زمانہ چلنے پھرنے سے معذور۔ کمال تکلیف سے اوپر چڑھے۔ ڈاٹ پر بیٹھ کر یہ شعر پڑھا ؎

ازز مینِ خشک رویاند گیاہ آسماں را بے ستوں دارد نگاہ

اور پھر اپنے دستِ حق پرست سے اینٹ لگائی جو قائم ہوگئی اور اس طرح یہ ڈاٹ بغیر شہتیر کے تکمیل کو پہنچی۔

دیوان ساون مل کو حضور کے گھرانے سے بے حد عقیدت تھی۔ روزانہ صبح سویرے ایک آدمی ڈیوڑھی پر بھیجتا۔ جو آکر عرض کرتا۔

"ساون خادم عرض کرتا ہے کہ کیا کوئی خدمت اس ناکارہ کے لائق ہے؟"

اس زمانہ میں فصیل کا بنانا منع تھا۔ دیوان صاحب کی کوشش سے منظوری عطا ہوئی اور حضرت مولانا نے اپنے اہتمام سے مکمل کرائی۔

سنگ مرمر کا کٹہرہ مرقد پاک، سنگ مرمر و سنگ موسیٰ کا دلفریب فرش اور خانقاہ مبارک کا مشرقی دروازہ خواجہ اللہ بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین نے تعمیر کرایا۔ جنوبی مرمریں دروازہ ملتان کے مشہور صوفی مذاق نواب حاجی احمد یار خانصاحب خوگانی نے بنوایا۔ اور شمالی سنگ مرمر کا دروازہ آپ کے نیک دل فرزند صوفی عطا محمد خاں صاحب نے اپنی جیب خاص سے تعمیر کرا کے سعادت ابدی حاصل کی۔ مجلس خانہ نواب ممدوح اور دیگر ارادتمندوں کی ہمت سے تعمیر ہوا۔ یہ ۵۸ فٹ لمبا اور ۱۴ فٹ چوڑا ہے۔ سقف چوبی اور منقش ہے۔ روضہ مبارک کی دیواریں بھی

منقّش ہیں۔ اور ان پر قرآنی آیاتیں اور اثر انگیز کتبے مرقوم ہیں۔ شمالی دیوار پر یہ آیات تحریر ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝

"تحقیق وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں دل اور زباں سے اقرار کیا۔ کہ ہمارا روزی رساں ہمارا نگہبان، ہمارا پروردگار، ہمارا حاجت روا ہمارا معبودِ برحق اللہ ہی ہے اور پھر اس اقرار کے بعد وہ اس پر دل وجان سے جمے رہے۔ اس کی عبادت کرتے۔ اس کے سامنے سربسجود ہوتے اُسی سے مانگتے اسی سے التجائیں کرتے، اسی سے ڈرتے، اسی کے انعامات کی توقعات اور آرزوئیں رکھتے رہے۔ اس کی تسکین خاطر کے لئے دنیا میں موت سے پہلے اور موت کے وقت بھی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو ان سے کہتے ہیں کہ کسی بات سے نہیں گھبرانا نہ کسی بات کا غم کھانا تمہارا مستقبل نہایت روشن ہے۔ ہم تمہیں اس جنت کی بشارت دیتے ہیں جس کا تم سے اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ دیکھو تمہیں معلوم ہے یا نہیں ہم تمہاری زندگی کے دوران میں تمہارے ساتھی تمہارے راہنما۔ تمہارے مشیر اور تمہارے دوست تھے۔ اور آخرت میں بھی تمہارا ہی حق دوستی ادا کریں گے۔ اب تم جنت میں داخل ہونے والے ہو۔ سو وہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا۔ وہی تمہیں وہاں میسر آئے گی۔ اور جو کچھ مانگو گے۔ لا کر حاضر کیا جائیگا۔ گویا کہ یوں سمجھو کہ تم اس خدائے غفور رحیم کے مہمان ہو گے اور اس سے بڑھ کر کیا

کیا عزت و توقیر ہو سکتی ہے۔ کہ ایک بندہ ضعیف خدائے ذوالجلال کا مہمان ہو"۔

دیواروں کی اندرونی سطح پر مولانا رومؒ کے یہ اشعار مرقوم ہیں ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گردانند زراہ
نیست اندر جبۂ ام الا خدا　　چند جوئی در زمین و در سما

اولیاء را چیست می دانی اے فقیر　　می رسانند لامکاں بایک نظیر

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　گو نشیند در حضورِ اولیاء
چوں تو ئی دور از حضورِ اولیاء　　فی الحقیقت گشتۂ دور از خدا

جنوبی دیوار کی بیرونی سطح پر یہ تحریر ہے ؎

حافظ بکنج میکدہ وارد قرارگاہ　　کالطیر فی المحل یقعد واللیث فی الاجم
ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست　　روزے رُخش ببینم و تسلیم وے کنم

مجلس خانہ شرقی میں حسب ذیل تاریخِ تعمیر مرقوم ہے۔

چوں ایوانِ درگاہِ شیخ زماں　　بسعی مجاں لبشد منصرم،
بتاریخ ایں سقف ذات العماد　　ندا شد زہے زیب باغِ ارم

مجلس خانہ شرقی کے جنوب مشرقی گوشے میں خواجہ اللہ بخش صاحب سابق سجادہ نشین جمالی کا مزار ہے۔ خانقاہ مبارک کے غربی جانب نواب حاجی احمد یار خاں صاحب خوگانی کے خاندان کا قبرستان ہے اور شمال میں احاطہ کے باہر عالیشان سرائے ہے۔ خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مخدوم احمد یار صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ آپ کا اکثر وقت خانقاہ مبارک میں گذرتا ہے۔ نہایت خلیق اور ملنسار بزرگ ہیں۔ سرائے میں آپ کے لنگر سے دونو وقت مسافروں کو کھانا اور چارپائی بسترہ وغیرہ ملتا ہے۔ ملتان جیسے شہر میں زائرین کیلئے قیام وطعام کا انتظام کرنا آپ ہی کا کام ہے۔ صاحب الروضہؒ کا عرس ہر سال ۲۳ تا ۲۵ جمادی الاول بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے۔ ہندوستان کے طول وعرض سے ارباب صفا یہاں کھچے کھچے جمع ہوتے ہیں اور تین دن تک ایک میلہ سا لگا رہتا ہے۔

پیر برہان شاہ رحمتہ اللہ علیہ

سڑک حافظ صاحب بطرف جمعہ خالصہ چاہ میٹھے والہ متصل گورستان بارہ دری چبوترہ کے اوپر غربی مزار میں آپ آرام کر رہے ہیں۔ آپ کی پائینتی میں ہزاروں اولیاء اللہ دفن ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک میت کو چند آدمی دفن کرنے آئے۔ ورثاء میت نے یہاں گیہوں تقسیم کئے۔ ایک غریب حجام موقعہ پر موجود تھا۔ اُسے بھی کچھ حصہ ملا۔ مگر اُس کے بے تکلف دوست مذاق کے طور پر یہ حصہ اُس سے چھیننے لگے۔ اُس نے دوڑ کر ایک پرانی قبر کی کھوہ میں دانے

چھپا دیئے اور کہا یہ میری امانت ہے۔ کسی طرح اُس کے دوست نے دیکھ لیا جب سارے لوگ وہاں سے چلدیئے۔ تو موقعہ پاکر اس نے اُڑا لیئے۔ رات کو خواب میں ایک خضر صورت بزرگ تشریف لائے۔ اور غضب ناک ہوکر فرمایا "اے مردِ ظلم! فقیر نے عمر بھر کسی کی خیانت نہیں کی تھی۔ مگر آج تو نے بدنام کردیا" اُس آدمی کو اسی وقت بخار ہوگیا۔ اور صبح کو جہاں سے غلہ اُٹھایا تھا۔ وہیں جا کر رکھ آیا۔ دوسرے دن وہیں بزرگ حجام کو عالم رویا میں ملے! اور فرمایا کہ

"جاؤ بابا! اپنی امانت سنبھال لو۔ ہمیں سخت تکلیف ہورہی ہے"

چنانچہ حجام دوسرے دن غلے کی تھیلی قبرستان سے اُٹھا لایا جب آپ کے سایہ میں سونے والے اہل اللہ کی کرامات کا یہ عالم ہو۔ تو آپ کے کمالات کا کیا مذکور!

حضرت خواجہ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ

گورستان پیر بُرہان شاہ صاحب کی بارہ دری میں جو دو مزار نظر آتے ہیں۔ ان میں غربی مزار حضرت خواجہ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا اور شرقی آپ کی اہلیہ محترمہ کا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ان دونوں مزارات میں حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے والدین دفن ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

حضرت اوچی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مزار مبارک تحصیل ملتان کے قریب محلہ کچی سرائے میں ایک مرتفع چبوترے پر واقع ہے۔ آپ نے سنہ ۱۳۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ متولیہ مائی رحیم خاتوں ہے۔

سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

گورستان مذکور میں آپ دفن ہیں۔ اور حضرت اوچی شاہ کے ہمزمان معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی طرح سنہ ۱۳۴۰ھ میں اس دار فانی سے عالم باقی کو رحلت فرمائی۔ مائی خاکسار متولیہ ہے

گورستان سادات رحمہم اللہ تعالےٰ

اس موقعہ پر چاہ بن والہ کے پختہ احاطہ میں خشت و آہک کی چند قبریں پائی جاتی ہیں کہا جاتا ہے کہ ان میں اہلبیت رسول اللہ کے چند نامور فرزند آسودہ ہیں۔ سید لال شاہ صاحب مالک چاہ ان کے متولی ہیں۔

خانقاہ مبارک

حضرت میر شمس الدین ولی سبزواری رحمۃ اللہ علیہ

عام خاص باغ سے شمال کی جانب دو فرلانگ کے فاصلے سے سبز مونگیہ رنگ کا حسین وجمیل مقبرہ نظر آتا ہے۔ جو قطعِ عمارت، تقسیم منازل، تفاصیل تناسب اور اجزا کی باہمی مشابہت سے ایک ایسا تعجب خیز اور حیرت انگیز تعمیری شعور پیدا کرتا ہے کہ انسانی نگاہیں جم کر رہ جاتی ہیں۔ جوں جوں زائر قریب پہنچتا جاتا ہے۔ توں توں مقبرے کی رعنائی اور دلکشی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ جب انسان اندر جاکرہ ۲۰ × ۲۵ فٹ کی فوری عمارت اور باہر کی ۸ فٹ کی رنگین غلام گردش کو دیکھتا ہے تو شوقِ دیدیہ تقاضا کرتی ہے کہ اس دلکش و دلستان شاہکار کو اُٹھا کر بیضۂ چشم میں رکھ لے۔ تاکہ ہر وقت اس کے پر کیف نظارہ سے خلدِ بریں کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

حالات صاحب الروضہؒ

مقبرہ میں گنبد نما چوبی کٹہرہ کے اندر شرقی جانب دنیا کی وہ بلند شخصیت آسودہ ہے جنہیں کوئی شمس الدین سبزواری تبلاتا ہے تو کوئی شمس الدین تبریزی لیکن اس میں کسی کو کلام نہیں کہ دنیا کا یہ عجیب غریب درویش جوزاہد شب زندہ دار بھی تھا۔ اور علوم ریاضیات والہیات

کا بے پناہ خطیب بھی۔ حکمت، نجوم اور منطق کا بے نظیر عالم بھی تھا۔ اور طریقت و معرفت کے بحر محیط کا شناور بھی۔ ۱۵ شعبان ۵۶۰ھ کو عراق کے ایک مشہور شہر سبزوار میں کتم عدم سے عالم وجود میں آیا۔ والد سید صلاح الدین محمد نوربخش عبدالمومن شاہ مراکو کے پوتے کتاب فقہہ احوط کے مصنف اور جملہ محمودیوں اور اسمعیلیوں کے مقتدا تھے۔ اور والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہؒ سید عبدالہادی کی لخت جگر تھیں۔

شاہ شمسؒ کو قدرتِ کاملہ نے فہم و ذکا کا مادہ نہایت فیاضی سے عطا کیا تھا اسلئے آپ نے بارہ برس کے اندر اپنے عمِ محترم سید عبدالہادی سے جملہ علوم ظاہری۔ تفسیر، حدیث فقہ، منطق، اور حکمت و الہیات حاصل کر لئے۔ فیضانِ معرفت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ جو اپنے زمانہ کے شیخ طریقت تھے۔ انہیں اپنے فرزند سے اس قدر محبت تھی کہ یوسف و یعقوب کا معاملہ نظر آتا تھا۔ ۵۷۰ھ میں جب علوم ظاہری و باطنی میں ید طولےٰ حاصل کر لیا اور معرفت و طریقت کے جملہ اسرار و غوامض آپ پر روشن ہو گئے۔ تو دونو باکمال باپ بیٹے چترکس کے راستہ بدخشاں وارد ہوئے۔ اور ہزار ہا گمشدگانِ بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم دکھایا پھر وہاں سے تبت کوچک تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کو احوط فقہہ نامی کتاب کا مطالعہ کرا کے مذہب اثنا عشریہ نوربخشیہ میں داخل کیا۔ وہاں سے کشمیر پہنچے۔ حکام وقت اور دیگر خواص لوگوں کو "تسخیر آفتاب" کا طریقہ بتایا۔ ایک بڑی قوم کو جو چنگر کہلاتی تھی اپنے ارادت کیشوں میں شامل کیا۔ اور ۵۸۵ھ کو واپس سبزوار مراجعت فرما ہوئے۔ یہاں پہنچکر آپ کے والد بزرگوار نے اپنے حقیقی بھائی سید جلال الدین کی صاحبزادی سیدہ حافظہ جمالؒ سے آپ کی شادی کر دی۔ بروز پنجشنبہ

۱۲ رجب ۵۸۸ھ کو مشکوے متعالی ہیں سیّد نصیر الدین محمد اور ۵۹۰ھ سید علاؤ الدین احمد پیدا ہوئے ۶۰۱ھ میں اپنی اولاد کو علم و ادب سے آراستہ کرنے کے بعد والد بزرگوار کے سپرد کیا اور خود تبریز تشریف لے گئے یہاں آپ کو مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کا دیدار نصیب ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ علی را شناخت و آنگہ خدا را شناخت　　رہبرِ ایں راہ شد ہادیٔ راہ واں خویش
شمس بہ تبریز دید حضرت عالی او　　سجدہ بر و درم بہ دم بر درِ رحمانِ خویش

آپ نے یہاں بارہ برس کامل حالتِ استغراق میں بسر کئے جب سلوک کا درجہ عطا ہوا تو قونیہ پہنچے۔ یہاں والد بزرگوار سے ملاقات ہوئی۔ اور دونو بزرگوار شام اور مصر کا چکر لگاتے ہوئے واپس سبزوار تشریف لے آئے۔ صاحبزادے جوان ہو چکے تھے۔ سید نصیر الدین احمد کا عقد سیدہ مطلع الانوار بنت سید شاہ عبد الحسین سے اور سید علاؤ الدین احمد کی شادی سید عبد الہادی کی صاحبزادی سیدہ نور الانوار سے انجام پائی۔ اس کے بعد آپ بعزمِ سیاحت سبزوار سے رخصت ہوئے۔ عراق عرب اور مصر کے طول و عرض میں آج کہیں کل کہیں چل پھر کر تبلیغ اسلام میں اپنی عمرِ عزیز صرف کرنے لگے۔ ۶۶۲ھ میں بمقام درہ ماداب بر لبِ رود روغنی آپ کے والد محترم سید صلاح الدین محمد نوربخش نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آپ بغداد پہنچے۔ اور ایک سرائے میں اقامت فرمائی یہاں کے علماء نے آپ پر بے دینی کا الزام لگایا۔ اور شاہ احمد نکودار سے درخواست کی کہ انہیں شہر بدر کیا جائے۔ بادشاہ کو آپ سے بیحد عقیدت تھی۔ اُس نے علماء سے کہا کہ یہ خدارسیدہ بزرگ ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے

بیٹے محمدؒ پر کوئی آفت نہ آجائے۔ علماء نے جواب دیا کہ اگر شہزادے کا بال بیکا تک بھی ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ چنانچہ شاہ شمسؒ قاضیِ شرع کے حکم سے بغداد کو چھوڑ کر کاظمین تشریف لے گئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ شہزادہ فوت ہو گیا۔ بادشاہ سخت جھنجھلایا۔ علماء کو حکم دیا کہ فوراً فقیر سے معذرت طلب کرو۔ تاکہ خداوند عالم میرے بچہ کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے۔ ورنہ میں تم سب کو قصاص میں قتل کر دونگا۔ چنانچہ علماء جمع ہو کر حضور کی خدمت میں پہنچے۔ اور منت سماجت کر کے بغداد لے آئے۔ یہاں آپ نے دعا کی اور بچہ اُٹھ بیٹھا۔ اب علماء نے آپ پر تکفیر کا الزام لگا دیا اور کھال اُتروانے کے درپے ہوئے۔ آپ نے کملی اوڑھ کر کھال اُتار دی۔ جو شہر میں پھرائی گئی۔ شام کو آپ نے واپس لے کر بشکل لباس کے زیب تن کر لی۔ اور ہندوستان جانے کا ارادہ کیا۔ احمد نکودار کے فرزند محمدؒ نے بھی آپ کے ساتھ آنے کا اصرار کیا۔ بادشاہ نے شیخ کی خوشنودی اور بچے کی مرضی اس میں دیکھی تو کلیجے پر پتھر کی سل رکھ کر اسے حوالہ کیا۔ ماں نے چلتے وقت کچھ جواہرات ساتھ کر دیئے۔ اور یہ مرشد اور مرید براستہ دیبل ۶۶۵ھ ملتان آپہنچے۔ ان دنوں یہاں شیخ الاسلام غوث بہاء الحق والدین مسندِ ارشاد پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنے فرزند مخدوم صدر الدین کو دودھ کا پیالہ لبالب بھر کے دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ ملتان مثل پیالہ کے درویشوں اور پیروں سے پٹا پڑا ہے۔ آپ کی یہاں گنجائش کہاں۔ آپ نے گلاب کا پھول پیالے پر رکھ دیا اور فرمایا۔ اس طرح ہم نہ صرف یہاں سما سکتے ہیں۔ بلکہ ہماری شہرت اور نیک نامی یہاں کے

ؔ حضرت شاہ شمس کی دعا برکت سے ہی احمد نکودار کے ہاں یہ بچہ تولد ہوا تھا آپکو اس سے بیحد محبت تھی۔
ؔ اس خوش بخت شہزادے کا مزار حاجی بغدادی کے نام سے مشہور ہے اور شاہ شمس سے شمال کی جانب ہے۔

جملہ باخدا درویشوں پر غالب آجائے گی۔ غوث پاک اعتقادی اختلافات کی وجہ سے ان کے قیام کے روادار نہ تھے۔ اس جواب سے آپ کو سخت مایوسی ہوئی اور دریائے بیاس کے جملہ ملاحوں کو حکم ہوا۔ کہ ان کو کشتی پر سوار نہ ہونے دیں۔ آپ نے جب کوئی اور چارہ نہ دیکھا تو کاغذ کی ناؤ تیار کر کے اس میں سوار ہوئے۔ جب درمیان میں پہنچے۔ تو کشتی ڈگمگانے لگی۔ حضرت غوث محل سے بچشم خود یہ تماشا ملاحظہ کر رہے تھے۔ دیکھ کر قہقہہ مارا۔ شاہ شمسؒ نے کہا۔ بہاؤالدین یہ تمہاری کرامت نہیں۔ بلکہ اپنا قصور ہے۔ محمدؒ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ بیٹا کوئی چیز تو تمہارے ساتھ نہیں۔ شہزادے نے جواہرات نکال کر پیش کر دیئے۔ آپ نے لیکر دریا میں پھینک دیئے۔ شہزادہ بہت غمگین ہوا۔ اور کہا سرکار بہت قیمتی تھے۔ میری والدہ نے چلتی دفعہ میرے ساتھ کر دیئے تھے۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آسکیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا دیکھو تو۔ شہزادہ نے دیکھا۔ تو لعل ہائے بے بہا کا دریا موجیں مارتا دکھائی دیا۔[۱]

انجام کار آپ ملتان شہر داخل ہوئے۔ شہر بھر میں آپ کے خلاف ایک کہرام برپا تھا۔ کوئی کہتا باطنی فرقہ کے درویش ہیں۔ بابا ان سے بچ کر رہو۔ کئی کہتے۔ اس لئے تو غوث پاک نے حکم دے رکھا ہے کہ شہر کا کوئی آدمی پینے کو پانی تک نہ دے اور نہ کسی قسم کی امداد کرے۔ آپ نہایت صبر اور سکون سے یہ طنز آمیز جملے سنتے روڑے کنکر کی بارش میں سے گذرتے وہاں جا پہنچے۔ جہاں اب شہر کا اسٹیشن ہے۔ سیزدہ سالہ بچہ احمد نکودار

---

[۱] اب دریا اپنی گذرگاہ بدل چکا ہے۔ نشیبی مقام اٹک لعلاں واہن سے مشہور ہے واہن یعنی دریا (مولف)

کا اکلوتا فرزند بھوک سے سخت نڈھال ہو رہا تھا۔ اگرچہ آپ خورد و نوش کی آلائشوں سے بے نیاز تھے۔ مگر بچے کی فکر نے بے چین کر رکھا تھا۔ یہاں پہنچکر حضرت نے ایک نعرہ لگایا جس سے بیابان کی ایک ہرنی نمودار ہوئی۔ تھن دودھ سے لبریز تھے۔ آپ نے شہزادے کو پینے کا اشارہ کیا۔ پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ہرنی کو ذبح کیا۔ ضرورت کے مطابق پیٹ سے گوشت نکال کر باقی کو سی دیا۔ ہرنی کو "قم باذن اللہ" کہہ کر اُٹھا کھڑا کیا۔ اور وہ چھلانگیں بھرتی چلی گئی۔

شہزادے کو حکم ہوا۔ کہ جاؤ شہر سے آگ لے آؤ۔ تاکہ اس گوشت کو بھون کر کھائیں۔ شہزادہ سارے شہر میں دھکے کھاتا پھرا لیکن کسی اہل دل کو رحم نہ آیا۔ بلکہ ایک ستم ظریف حلوائی نے تو اتنا ظلم کیا۔ کہ جب یہ مسافر بچہ آگ لینے کے لئے اُس کے ہاں پہنچا۔ تو اس نے گرم تیل کا چمچہ اس کے گلاب جیسے چہرے پر دے مارا۔ غریب شاہی محلوں میں رہنے والا نازنین شہزادہ شدت درد سے چلا اُٹھا۔ اور روتا پیٹتا مرشد کی جناب میں حاضر ہوا۔ آپ نے عزیز تریں مرید اور روحانی فرزند کی یہ حالت دیکھی۔ تو غصہ سے کانپ اُٹھے۔ بدن کے عضو عضو میں قہر اور جلال کی رَو دوڑ گئی۔ آسمان کی جانب نگاہ کی۔ سورج کو دیکھا اور فرمایا۔ او شمس۔ دیکھ۔ میں بھی تیرا ہم نام ہوں۔ ملتان کے لوگ مجھے گوشت بھوننے کو آگ تک نہیں دیتے ذرا نیچے اُتر آ۔ تاکہ میں تیری تمازت میں اس معصوم شہزادے کے لئے گوشت بھون لوں ؎

اے آفتاب اے آفتاب گرمی بکن گرمی بکن — خودیک زماں خاموش شو من عاشق دیرینہ ام
اے آفتاب تیز رو گرمی بکن گرمی بکن — نزدیک بکن آہستہ رو من عاشق دیرینہ ام

بمجرد اس کے آفتاب سوا نیزے پر آگیا۔ لوگ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ شہر کے علماء صلحاء اور زہاد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معذرت طلب کی رہنے کو اپنے مکانات پیش کئے۔ اس پر آپ کا غصہ فرو ہوا۔ اور آفتاب سے کہا "باز برو" تب کہیں جا کر ملتان ٹھنڈا ہوا۔ اور خلقِ خدا کے تن بدن میں ہوش آیا۔ اُس دن سے ملتان کی گرمی مشہور عالم چلی آتی ہے۔ اگرچہ اب وہ کیفیت نہیں رہی۔ تاہم دنیا ملتان کی گرمی سے گھر بیٹھے الاماں پکار اُٹھتی ہے۔

۶۶۶ھ میں آپ کی اولاد امجاد شاہ احمد نکو دار کی حفاظتی فوج کے ساتھ ملتان آپہنچی۔ اور آپ نے مستقل طور پر یہاں رہائش اختیار کی اور ابھی یہاں رہتے ہوئے دس سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ گلستان نبوت کے اس "شجر بزرگ" پر خزاں کا گذر ہوا جس سے بحر معرفت کا یہ "دُرِ یتیم" لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے انسانی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۶۷۷ھ میں آپ کے مرقد اطہر پر سید احمد شکر، پیر حاجی صدر الدین اور شہزادہ محمد بغدادی نے خشت و آہک کا ایک سفید گنبد تعمیر کرایا۔ جو ۱۱۰۰ھ میں بالکل شکستہ ہو گیا۔ اسلئے سیٹھ مہر علی نے ہمت کر کے یہ شاندار عمارت بنا کھڑی کی۔ جو ملتانی کاریگروں کی چابکدستی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مرقدِ غرب

آپ کے غربی پہلو میں سید حسن کبیر الدین کفر شکن کے نورِ نظر سید پیر عالم شاہ جتی کا مزار ہے۔ آپ ۱۵ شعبان ۸۱۱ھ کو اوچ میں پیدا ہوئے۔ اور ساری زندگی عالم تجرد میں بسر کر کے ۲۷ صفر ۸۹۰ھ

بروز دوشنبہ ہمیشہ کے لئے جدِ بزرگوار کے پہلو میں آ لیٹے۔

مخدوم سید ضمیر حسین شاہ صاحب شمسی

آپ حضرت کے موجودہ سجادہ نشین اور مخدوم غلام مرتضیٰ شاہ صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ اٹھارہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت شاہ شمس الحق سبزواری سے جا ملتا ہے آپ نہایت خدا ترس اور متوکل انسان ہیں۔ اگرچہ آپ سے سرکار کی بے شمار خدمات انجام پائی ہیں۔ مگر آپ نے توکل کے خلاف سمجھ کر آجتک کسی افسر کے آگے دستِ اعانت دراز نہیں کیا۔ سید محمد ارشاد حسین و سید محمد اعجاز حسین آپ کے میٹرک پاس نوجوان صاحبزادے ہیں۔ حد درجہ کے خلیق اور ملنسار واقع ہوئے ہیں۔ زمیندارہ کاروبار میں اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ سید سجاد حسین اور مختیار حسین ابھی کمسن ہیں۔ اور سکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ حضور مخدوم صاحب کے زیر اہتمام ۲۰ تا ۲۲ ساون کے علاوہ عیدین کے بعد پہلے جمعہ کو بڑا بھاری میلہ لگتا ہے جس میں ہزاروں ارادتمند دور دراز کا سفر طے کر کے شامل ہوتے ہیں۔ دربار پر لنگر خانہ بھی قایم ہے جس میں زائرین کیلئے مکان اور کھانے کو خوراک مل جاتی ہے

حضرت سخی شاہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ

روضہ حضرت شاہ شمس علیہ الرحمۃ کے متصل چاہ شاہ حبیب میں ۲۲½ × ۲۲½ فٹ کے

پختہ احاطہ کے اندر خشت و آہک کی ایک رفیع قبر ہے۔ مؤلف مرقع ملتان لکھتے ہیں کہ یہ شاہجہان بادشاہ کے بیٹے سلطان شجاع کا مزار ہے۔ جو تارک دنیا ہو کر شاہ حبیبؒ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا فیضان عام تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے آپ سے جبہ خلافت حاصل کیا۔ واللہ اعلم بالتحقیق۔

شاہ چراغ صاحب پنڈی والے، شوق الٰہی بہاول پوری اور فقیران رسول شاہی جو لاہور میں مقیم ہیں۔ آپ کے ہی مرید ہیں۔ خانقاہ کا باغ اور دو چاہات سرکار سے معاف ہیں غلام حیدر آپ کا اور پیر احمد شاہ بخاری و پیر تنگ شاہ بخاری کا متولی ہے سرکار سے ۱۸۱/۳۴م روپیہ سالانہ بطور تیل چراغ کے پاتا ہے۔

حضرت حاجی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ حبیب کے قریب ہی پہلو کے درختوں میں ایک مرتفع چبوترہ کے اوپر خشت و آہک کا ایک مرقد ہے۔ اس میں ہلاکو خاں کا پوتا ــ اور سلطان احمد نکودار کا صوفی کلام فرزند شہزادہ محمد "کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" کی چادر تانے محو خواب ہے۔ بغداد میں مرکر شاہ شمسؒ کی دعا سے زندہ ہوا لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے دنیا میں رہنے نہ دیا۔ مرشد خدا کے پیارے ہوئے تو اس کو بھی رفیق اعلیٰ سے طلبی کا حکم پہنچا۔ اور چغتائی خاندان کا یہ نونہال غربت کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر یہاں آلیٹا۔ "اللہ بس۔ باقی ہوس"۔

پیر نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ

طرف مبارک کے متصل چاہ ٹبی والہ کے قبرستان میں ایک جگہ معین ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں پیر نور شاہ صاحب دفن ہیں۔ چونکہ آپ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے مرقد بنانے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی۔

عیدگاہ

یہ روح پرور عمارت ۱۷۳۵ء میں ملتان اور لاہور کے صوبیدار نواب عبدالصمد خاں کے ہاتھوں انجام کو پہنچی۔ خالصہ دور میں فوجی تصرف رہا۔ اور دیوان مولراج کے زمانہ میں ۱۸۴۸ء کو یہاں لفٹیننٹ اگینو اور مسٹر اینڈرسن بیدردی سے قتل کئے گئے اور بارود اُڑ جانے کے باعث اسے بھی صدمہ پہنچا۔

انگریزی عملداری میں بھی کچھ عرصہ تک یہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اجلاس کرتے رہے۔ ۱۸۹۱ء میں اس شرط پر یہ فلک رفعت مسجد مسلمانوں کے حوالہ کی گئی۔ کہ مقتول برطانوی افسروں کی یادگار کے طور پر جو کتبہ نصب ہے۔ اُسے برقرار رکھا جائے۔ آشوب زمانہ کے باعث عمارت بے حد خستہ ہو رہی تھی۔ نواب محمد حیات خانصاحب ڈویژنل جج اور گگسن صاحب ڈپٹی کمشنر کی مساعی حسنہ سے دس ہزار روپیہ فراہم کیا گیا۔ اسی قدر گورنمنٹ سے بھی امداد حاصل کی گئی۔

اور بیس ہزار روپے سے اُس کی مرمت کرائی گئی۔ اگرچہ روغنی اینٹیں چنداں دلآویز و لستاں نہیں ہیں لیکن عمارت کے وسیع، دلکش اور مستحکم ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا مسجد ۱۴۲×۴۵ فٹ ہے درمیان میں نہایت دیدہ زیب گنبد ہے۔ دونوں طرف بسیط دالان بنے ہیں۔ باہر صحن میں اینٹوں کا فرش ہے۔ اب انجمن اسلامیہ ملتان نے جو اس کی متولی ہے۔ پختہ چار دیواری بنا دی ہے اور اندر درختوں وغیرہ کی سیرابی کے لئے کنویں اور ملازم کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ عیدین کی تقاریب پر یہاں کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ ملتان کی مسلم آبادی جوق در جوق اپنی حیثیت کے مطابق موٹروں فٹنوں اور ٹانگوں پر سوار ہو کر یہاں پہنچتی ہے۔ اور جہاں کہیں لوگوں کو اندر یا باہر جگہ مل جاتی ہے صفیں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام ہوتا ہے جونہی اللہ اکبر کی آواز اٹھتی ہے۔ امیر و غریب شاہ و گدا اور عالم و جاہل سب کے سب والہانہ انداز سے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ایک عجیب سی کیفیت نظر آتی ہے اور بے اختیار علامہ اقبال کے یہ اشعار زباں پر جاری ہو جاتے ہیں ؎

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز — قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے — تیری درگاہ میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نواب وزیر خاں رحمۃ اللہ علیہ

سڑک عیدگاہ پر سرائے وزیر خاں کے گورستان میں چبوترہ کے اوپر آپکا مزار واقع ہے

آپ ملتان کے نواب تھے۔ میاں مراد مہوٹا وغیرہ آپ کے متولی ہیں۔

مسجد باقر آباد

عیدگاہ سے مشرق کی جانب دو میل کے فاصلے پر نواب محمد باقر خاں صوبیدار ملتان کی تعمیر کردہ مسجد واقع ہے جو ۱۲۷۰ھ میں بن کر تیار ہوئی تھی۔ دیوان ساون مل اپنے زمانہ میں فریقین مقدمہ کو حلف اُٹھانے کے لئے اس مسجد میں بھیجا کرتے تھے۔ اور اس غرض کے لئے یہ مسجد بے حد مقدس سمجھی جاتی۔ اب روز بروز یہ عمارت خستہ ہوتی جارہی ہے۔ کاش خدائے ذوالجلال کا کوئی سرمایہ دار پرستار اس کی طرف توجہ دے۔ تاکہ یہ تاریخی اور مذہبی یادگار اپنی اسی شان سے مسلمانوں کو کچھ عرصہ تک اسلامی عظمت و جلال کا بھولا ہوا افسانہ یاد کراتی رہے۔

مائی موراںؒ

پرانے قلعہ کے قریب چاہ پیپل والا گورستان مائی موراں میں آپ کا مرقد مبارک ہے آپ مجذوبہ تھیں۔ اور اکثر برہنہ رہا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ مولانا خدا بخش صاحب ملتانی حسین آگاہی سے گذر رہے تھے۔ مائی موراں نے جو دیکھا۔ بھاگ کر تنور میں چھپ گئیں۔ اور فرمایا۔ "مرد آیا۔ مرد آیا" مردوں سے پردہ ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بیرون دہلی دروازہ

پیر ولّا درویش رحمۃ اللہ علیہ

آغا پورہ کے نزدیک محلہ ولّا چوک میں مسجد کے متصل غیر مسقف چبوترے پر آپ کا غربی مرقد ہے۔ آپ لاڑ قوم کے باکمال بزرگ تھے اور حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ تھے۔ ماہ ہاڑ میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔

پیر گوہر سلطان رحمۃ اللہ علیہ

دہلی دروازہ کے باہر سڑک کے دائیں جانب پچیس فٹ لمبی قبر نظر آتی ہے سرہانے پانچ من کے قریب وزن دار پتھر پڑا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ آپ کی تسبیح کا دانہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑیگا۔ کہ چار سو من کے قریب آپ کی تسبیح بھاری ہو گی۔ جو کسی صورت قابل وثوق نہیں۔ ملتان شہر میں اس قسم کی سینکڑوں قبریں ملتی ہیں۔ جو دس دس بارہ بارہ گز لمبی اور پانچ پانچ چھ چھ فٹ چوڑی ہیں۔ عوام کو اس سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ شاید پرانے زمانے کے لوگ معمول سے زیادہ لمبے ہوا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوران جنگ میں جگہ جگہ سینکڑوں آدمی مر جایا کرتے تھے۔ اور اس اضطراب کے عالم میں الگ الگ قبروں کا بنانا ناممکن ہوتا تھا

اس لئے ایک ہی جگہ میں انہیں دفن کر دیتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی صرف گوہر سلطان دفن نہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سے "کشتگانِ خنجرِ تسلیم و رضا" ابدی نیند سو رہے ہیں۔ مگر چونکہ ان میں مشہور شخصیت گوہر سلطان کی ہو گی۔ اس لئے مزار آپ کے نام پر مشہور ہو گیا۔

مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

اسی محلہ میں مولوی سراج الدینؒ کی ایک مسجد واقع ہے جس میں حضرت مولانا خدا بخش صاحب خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید مولانا سراج الدینؒ استراحت فرما ہیں۔ آپ صوفی مشرب عالم تھے۔ قال اللہ و قال الرسول میں عمر صرف کی۔ اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں شب و روز کوشاں رہے اور زندگی بھر میں کسی حاکم کی حکومت اور کسی امیر کی امارت سے خائف نہ ہوئے۔ جبروتی طاقتوں سے بے نیاز ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

پیر اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

محلہ ہزاریاں میں چاہ دین شاہ صاحب کے ایک اونچے ٹیلہ پر چوبی کٹہرے کے اندر آپکا مزار ہے سید حامد شاہ صاحب آپکے متولی ہیں اور ۱۲ جمادی الاول کو آپکا عرس کیا کرتے ہیں

شمس العارفین حضرت خواجہ غلام حسن صاحب منشی ؒ

آغا پورہ کے نزدیک ایک پختہ قبہ کے اندر آپ آرام فرما ہیں۔ ملتان کی سرزمین پاک سے پیدا ہوئے یہیں علوم ظاہری کا اکتساب کیا۔ اور اس جگہ سن رشد کو پہنچ کر حضرت خواجہ حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بنے۔ ارادت، عقیدت اس قدر بڑھی کہ آٹھوں پہر مرشد کامل کے حضور میں رہنے لگے۔ اور شیخ کامل نے بھی آپ پر وہ کرم بخشی اور عنایت فرمائی۔ کہ فیضان معرفت سے بہرہ ور فرما کر اپنا خلیفۂ اعظم بنایا۔ چونکہ خوشنویسی میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ اور دُور دراز سے لوگ تبرکاً جناب سے کتابیں لکھوانے کی خاطر تشریف لاتے تھے اسی لئے منشی صاحب آپ کا لقب بن گیا۔ سخن گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان مقبول عام ہے۔

صاحب مرقع ملتان لکھتے ہیں کہ شہر ملتان کا باطنی حاکم حضرت حافظ صاحب کے مریدان خاص میں سے ہوا کرتا تھا۔ تغیر و تبدل حکومت اس وقت تک نہ ہوتا۔ جب تک کہ وہ باطنی حاکم وصال نہ پاتا۔ چنانچہ جب سرکار انگریزی نے ملتان فتح کیا تو منشی غلام حسن صاحبؒ زندہ تھے۔ شہر فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک انگریز سپاہی نے منشی صاحب موصوف کو بندوق سے شہید کر دیا۔ اور دوسرے روز شہر فتح ہو گیا۔ شہادت کے وقت حضرت منشی صاحب کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد ایں بار گراں بود ادا شد چہ بجا شد

مخدوم احمد یار صاحب سجادہ نشین حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ منشی صاحب حسن سیرت کے ساتھ حُسنِ ظاہر بھی غضب کا رکھتے تھے۔ ایک موقعہ پر جبکہ خادم حضور کو وضو کرا رہا تھا۔ آپ کے حُسنِ خداداد کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ "یا حضرت! لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے حد خوبصورت تھے کیا وہ آپ سے بھی زیادہ حسین ہونگے؟"

آپ یہ سُن کر پھڑک اُٹھے۔ اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ جب ذرا سکون ہوا تو فرمایا۔

میاں اگر خوبصورتی دیکھنی ہے تو جمال اللہ کے حُسن کو دیکھ ؎

چشم خدا بیں باز کُشا نقشِ جمال اللہ بیں
تا چوں حسن ور صورتِ الشان ذات مقدس رانگری

۱۶ محرم کو آپ کا عرس ہوتا ہے اور دُور دراز سے پیر بھائی آ کر شریک ہوتے ہیں مقبرے کی عمارت شکستہ ہوتی جا رہی ہے۔ گنبد ملتان بھر میں خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے کاریگر معمار آ کر اس کا نمونہ دیکھتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر اس کی مرمت پر فوری توجہ نہ کی گئی۔ تو یہ قابل دید گنبد منہدم ہو جائے گا۔

آپ سے غربی جانب آپ کے فرزند حضرت خواجہ غلام لیسین صاحب کا مزار ہے ۲۷ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

مخدوم محمد حسن صاحب آپ کے متولی ہیں۔

پیر شاہ حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آوے والے ونگل کے مقابل ایک مقبرہ واقع ہے۔ اس میں شرقی مزار کے اندر آپ محو خواب ہیں۔ جانب غرب پیر حامد شاہ صاحب بخاری کا مزار ہے (تفصیلی حالات نہیں مل سکے)

بیرون خونی برج

گورستان حضرت پیر عمر رضی رحمۃ اللہ علیہ

ہے تو گورستان، مگر یہ خاک گردوں پایہ ہے
آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے

آپ کے نام کا بہت بڑا قبرستان ہے جو خان بہادر رب نواز خاں بھترالی کے محلات کے قریب واقع ہے۔ میاں حسن بخش صاحب متولی بیان کرتے ہیں کہ آپ کا مولد و موطن سندھ ہے عین عنفوانِ شباب میں ملتان تشریف لاکر حضرت غوث پاک کے مرید ہوئے۔ اور درجہ کمال حاصل کیا۔ یہاں کے ایک نواب صاحب کا اپنی اہلیہ سے کچھ بگاڑ تھا۔ وہ حضور کی جناب میں شکایت لائی آپ نے ٹھیکری پر لکھ دیا۔ کہ اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا اور اگر محبت نہ کرے

تو عمر کو کیا" بیگم صاحبہ سے ارشاد فرمایا۔ کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی نواب جو بیگم سے کوسوں دُور بھاگتا تھا۔ بُری طرح گرویدہ ہو گیا۔ بیگم نے شکرانے کے طور پر اشرفیوں کا ایک تھال آپ کی جناب میں لا کر پیش کیا۔ آپ نے ایک اشرفی اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ بیگم نے عرض کی "حضور یہ کھانے کی چیز نہیں"۔ آپ نے فرمایا "تو پھر تم لائی کیوں ہو؟" بیگم نے جب زیادہ اصرار کیا۔ تو فرمایا۔ کہ "یہ اشرفیاں واپس لے جاؤ۔ اور فقیر کو قبر کے لئے کچھ زمین دے دو۔ چنانچہ آپ کا گورستان اسی واقعہ کی یادگار ہے۔ آج ہمارے مسلمان بھائی اشرفیاں تو بجائے خود رہیں محض خطابات کے لئے جو دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ وہ محتاج بیاں نہیں۔ کاش وہ دنیا کی حقیقت سمجھتے اور حضرت عمرؒ کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے۔ آج بھی آپ کا مرقد مبارک زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش،
اور تو اے بے خبر سمجھا اُسے شاخِ نبات

حضرت باباداد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی گورستان میں پیر عمرؒ کے مرقد کی شمالی جانب آپ کا پختہ مزار ہے۔ بڑے کامل درویش تھے۔ صحیح النسب سید تھے۔ مگر سید کہلواتے نہیں تھے۔ یہ جملہ آپکا تکیہ کلام بن چکا تھا۔ "بابا! میں تو رسول اللہ صلعم کے دروازہ کا چوکیدار ہوں"۔ آپ کی دعائیں ہمیشہ مقبول ہوا

کرتی تھیں۔ کہتے ہیں ایک موقعہ پر آپ بڑے انہماک کے ساتھ مسجد علی محمد خاں کے حوض سے پانی نکال کر پھینک رہے تھے۔ اور ساتھ ہی فرما رہے تھے "بڑے زور کی آگ لگ رہی ہے" جوش اس قدر تھا کہ کسی کو دریافت کرنے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک آدمی دہلی سے یہاں آیا۔ اور اس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ اس شخص کو میں دہلی میں دیکھ کر آیا ہوں۔ وہاں ایک سیٹھ کے مکان کو آگ لگ گئی تھی۔ اور یہی درویش پانی پھینک پھینک کر بجھا رہے تھے۔ تاریخ ملائی۔ تو وہی حوض سے پانی نکالنے کا دن نکلا۔

آپ بالعموم سر برہنہ رہا کرتے۔ اور کندھے پر خراد کا سامان اُٹھائے پھرتے ایک دن چند لوگ آپ کے پاس پتھری کے مریض کو لائے۔ فرمایا "کل لے آنا" چنانچہ دوسرے دن اُسے پھر لے آئے۔ فرمایا "رات کو میں نے لقمانؑ سے دریافت کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مریض پیاز کی پتیاں کھایا کرے" چنانچہ بیمار نے حسب ارشاد پیاز کے پتے کھانے شروع کیے۔ تین دن کے بعد کلی طور پر بیمار کو آرام آگیا۔

اکثر بخار کے مریض آپ کے پاس آتے۔ آپ فرماتے "جاؤ بابا! تنور کی روٹی دودھ کے ساتھ کھالو۔ چنانچہ اُسی طرح اُنہیں آرام آجاتا۔

ایک موقعہ پر آپ خانقاہ مولوی محمد موسیٰ صاحب میں داخل ہوئے۔ اور اندر سے سب دروازے بند کر دیئے۔ کچھ دیر بعد باہر نکلے۔ تو فرمایا۔ تمام علماء ایک مسئلہ کے حل کرنے کو جمع ہوئے تھے۔ سبحان اللہ صاحب الروضہؒ نے عجیب جواب دے کر سب کو مطمئن کر دیا۔ ۲۶ ذیقعد کو انتقال فرمایا۔ اسی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حافظ محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پس محمد داو عالم را حیات　　حافظ و قاری بداں عالی صفات
در درونش بحرِ علم بے کراں　　دُرّ و گوہرہا ازاں گشتہ عیاں
شد ہجوم اہل دل برگرد او　　فاضلاں و کاملاں شاگرد او　(مُلّا نادرؒ)

آپ کا مزار بھی پیر عمرؒ کے گورستان میں واقع ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہترین قاری بے مثال عالم اور حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار تھے۔ آپکی ہی تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ جب فرزند ممدوح بیعت کے لئے حضرت حافظ محمد جمال اللہؒ ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہ وجد میں آ گئے اور بے اختیار پکار اُٹھے۔

ع شاہبازِ لامکاں اُفتاد اندر دام ما،

حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر عمرؒ کے قبرستان میں کسّی کے قریب چاہ مولاداد والہ پر ایک قبہ کے اندر یہ عالم اجل محوِ خواب ہے۔ مشہور ہے کہ دورانِ درس میں اگر کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا۔ تو حجرہ کے اندر جا کر کواڑ بند کر لیتے۔ اور ذات رسالتماب سے استمداد کرتے۔ حضور تشریف لا کر عقدہ حل فرما دیتے۔ اور پھر آپ

خوشی خوشی باہر نکلتے۔ اور تقریر فرماتے۔ آپ نے کئی دفعہ اپنے ارادت مندوں کو بھی زیارت رسول کریم صلعم سے مشرف فرمایا۔

شاہ خرم رحمۃ اللہ علیہ

محلہ خونی برج میں کپتی کے اوپر باغ رب نواز خاں کے قریب مسقف چار دیواری کے کے اندر آپ کا مزار ہے۔ مشرقی پہلو میں آپ کے خلیفہ صاحب دفن ہیں۔

بیرون حرم گیٹ

مولانا شاہ علی مردان رحمۃ اللہ علیہ

حرم گیٹ سے جو سڑک چھاؤنی اسٹیشن کو جاتی ہے۔ تین فرلانگ کے فاصلے پر ائیں جانب کو آپ کا مقبرہ ہے۔ مشرقی دروازے کے اوپر آیتہ کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ مرقوم ہے۔ اور یہی آپ کی تاریخ وفات ہے۔ نیز ذیل کے اشعار بھی بیرونی دیوار پر مرقوم ہیں۔ جن سے آپ کی سیرت پر کافی روشنی پڑتی ہے ؎

بود مرد خدا علی مردان ۔۔۔ کہ براہ خدا قدم فرسود

گرچہ عمرش گذشت از ہشتاد | لیک در ذکر و فکر وہ دس فزود
از مریدانِ شیخ محکم دیں | واز محمد مراد فیض ربود
ہادیئے راہِ حق چناں آمد | کہ بہر یک طریق سہل نمود
وعدۂ عمر چوں شدش آخر | لاجرم فرقت از جہاں فرمود
سحر شنبہ لیلۃ الاسرائے | کردہ روحش باوجِ عرش صعود
گشت تاریخش از سرِ الہام | چہ اجل مظہرِ اویسی بود

آپ مظفر خانی عہد کے بے نظیر عالم تھے۔ اکنافِ عالم سے طالبانِ علم و ادب کشاں کشاں یہاں پہنچتے۔ اور آپ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔ ریاضت و مجاہدات میں آپ بے مثال تھے۔ اکثر شب بیدار رہتے۔ اور پچھلی رات کو محلہ کی جملہ مساجد میں جا کر پانی کے مٹکے بھرتے۔ دن کو اپنی مسجد میں قال اللہ وقال الرسول سے مست رہتے۔ کسی سے سروکار نہ تھا۔ ہر کس و ناکس سے بے نیاز اور اپنی غریبی و فقیری پر قانع تھے۔ ایک دفعہ نواب مظفر خاں رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لئے آئے مگر باریابی کا موقعہ نہ بخشا۔ فرمایا "فقیر کو سکون سے خلقِ خدا کی خدمت کرنے دو۔ ایک اور موقعہ پر نواب بہاول خاں صاحب تشریف لائے لیکن آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کے باوجود فقراء پر آپ عاشق تھے۔ اللہ والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملتے۔ اکثر مجذوب آپ کے ہاں مقیم رہتے۔ خود اپنے ہاتھوں سے ان کو طہارت کراتے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے۔ آپ مولانا محمد مرادؒ کے مرید اور شیخ محکم الدین سیرانی کے خلیفہ تھے۔ دور دور تک آپ کے زہد و اتقا کا شہرہ تھا۔ ساری عمر کسی سے اپنے

یا اپنے درس کے لئے کچھ قبول نہ فرمایا۔ علمائے سُو کے لئے آپ کے اُسوہ میں کس قدر عبرت و بصیرت کا سامان موجود ہے۔ آپ کے مرقد کا ہر ذرہ بہزار زبان پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ سہ

دمِ زندگی، رمِ زندگی، غمِ زندگی، سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری
تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

آپ کی خانقاہ پر اب تک درس جاری ہے۔ مولوی شمس الدین و مولوی احمد یار صاحب تفسیر، حدیث، فقہ اور منطق کی تعلیم دیتے ہیں۔ مولوی غلام نبی صاحب اویسی اور آپ کے فرزند قاضی فیض رسول صاحب کی توجہ سے طلباء کے نان و نفقہ کا انتظام بھی ہو جاتا ہے۔ خدا انہیں اور زیادہ ہمت دے۔ تاکہ خدا اور اُس کے رسول کا دین فروغ پکڑے۔ اور علوم شرعی کی تحصیل کا لوگوں میں شوق پیدا ہو۔ اللھم آمین

حضرت مولانا اللہ داد خاں بلوچؒ

نواب زادہ میجر عاشق حسین صاحب قریشی ایم ایل اے کی کوٹھی کے قریب آپ کا ۲۷×۲۷ فٹ کا خوشنما مقبرہ واقع ہے دیواروں پر اندر سے نہایت دلآویز نقاشی کی گئی ہے۔ فرش پر ملتانی روغنی اینٹیں جڑی ہوئی ہیں۔ خانقاہ معلی میں تین مرقد نظر آتے ہیں۔ اُن میں سے درمیانی مزار آپ کا ہے۔ آپ محمود کوٹ کے ایک مقتدر گرمانی بلوچ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور درجہ کمال حاصل کیا

مرشد کی طرح سیر و سیاحت گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اگرچہ آپ عمر میں نوے برس سے بھی..... .... تجاوز کر گئے تھے۔ لیکن اس کا سیاحت کے معمول پر اثر نہ پڑا۔ علاوہ ازیں آپکی رات ہمیشہ نوافل میں بسر ہوتی۔ اور دن روزے میں کٹتا تھا۔ اسی لیل و نہار میں ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ بروز جمعۃ المبارک اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ پہلے آپ کو رکن پور تحصیل لودھراں میں دفن کیا گیا تھا۔ مگر تین سال کے بعد صاحب سجادہ آپ کی نعش مبارک کو ملتان لے آئے اور یہاں اس روضہ مقدس میں سپرد خاک کیا۔ ذیل کے اشعار آپ کے وقائع حیات کی شرح کرتے ہیں ؎

اللہ داد ے محمد شیخ کامل — کہ بودش خلق اخلاق محمود
بہ بیداری و روزہ صرف گردید — شب و روزش بدہر از بخت مسعود
جوانمردانہ ہمچو صاحب السیرؒ — براہِ سیر پائے خود ہمی سود
نشد کاہل گہے در طاعتِ حق — اگرچہ از نود عمرش بیفزود
بہ بست سیوم از ثانی جمادی — شب جمعہ جہاں را کرد پدرود
بفردوس معلّٰے گشت خالد — ز رضوانِ خدا گردید خوشنود
ز بس در رکن پور واصل بحق شد — دراں فرخندہ جاہ آرام فرمود
پس از سہ سالی صاحب السیرؒ — بہ ملتان موجب وعدہ بیاسود
دریں جا شد بنائے خانقاہش — بطرزے خوب ود صنع ندرت افزود

چو مسکین جست تاریخش ز ہاتف
ندا آمد کہ ختم الاصفیا بود
۶۵ ۱ ۱۲

۲۲ جمادی الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم شیخ احمد صاحب ہیں۔ آپ کی توجہ سے روضہ معلیٰ پر درس بھی جاری تھا۔ مگر اب کچھ عرصہ سے یہ نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اساتذہ رہے ہیں نہ تلامذہ۔ ایسے باکمال عالم دین کے مرقد پر درس کا انتظام ہنایت ضروری ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حریف اقوام کے راہنما تو مذہب اور سیاست دونوں کے مالک بن چکے۔ مگر ہمارے علماء درس تدریس کے سلسلہ سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ؎

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیح شیخ
تبکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

سلطانۃ المشائخ حضرت بی بی پاک دامن علیہا الرحمۃ والغفران

ملتان شہر اسٹیشن کے جنوب کی طرف ایک وسیع قبرستان پاک مائی کے نام سے مشہور ہے جس میں ایک فیروزی رنگ کا کاشی دار مقبرہ واقع ہے یہاں حضرت قطب الاقطاب شیخ رکن عالم قدس سرہ العزیز کی والدہ ماجدہ اور عارف باللہ مخدوم العالم شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بانوئے عفت مآب اور غوث العالم شاہ بہاؤالحق والدین زکریا ملتانیؒ کی نیک نام بہو ابدی نیند سو رہی ہے۔

ملتان کی اس رابعہ کا نام نامی بی بی راستی تھا۔ اور آپ سلطان جمال الدین فرغانی کی دختر تھیں۔ والد ماجد کے ہمراہ ملتان تشریف لائیں اور حضرت شیخ الاسلام نے اپنے فرزند ارجمند مخدوم شیخ صدرالدینؒ سے نکاح کر کے پاکدامنہ کا خطاب عطا فرمایا۔

۹ رمضان المبارک ۵۶۴۹ھ میں خداوند عالم نے آپ کو شیخ رکن العالم جیسا فخر روزگار فرزند عطا کیا۔ آپ نے پیار سے شاہ جلولہ نام رکھا۔ بچے کی تربیت میں جس حزم و احتیاط سے آپ نے کام لیا۔ وہ صفحہ تاریخ پر ہمیشہ زریں الفاظ سے لکھی جائیگی۔ آپ نے اپنے فرزند کو وضو کے بغیر کبھی دودھ نہ پلایا۔ آپ حافظۂ قرآن تھیں۔ دودھ پلانے کے وقت لوری کی بجائے قرآن تلاوت فرمایا کرتیں۔

خوراک کے متعلق ہمیشہ اس امر کا خیال ملحوظ رہا۔ کہ مطلقاً حلال چیز گھر میں آئے۔ اور وضو کے ساتھ پک کر قطب زمان کے دسترخوان پر رکھی جائے۔

فرزند دلبند کے متعلق یہ خاص کوشش عمل میں لائی گئی۔ کہ جونہی بولنا سیکھے۔ تو سب سے پہلے اللہ کا پاک لفظ زبان سے نکالے اور چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صغیرسن عارف توتلی زبان ہلانے کے قابل ہوا۔ تو پہلے "اللہ" کا مقدس نام زبان سے ادا ہوا۔

آپ کے محل میں جس قدر لونڈیاں اور خادمائیں تھیں۔ ان میں ایک بھی بے نماز نہ تھی صبح کو جب قرآن مجید پڑھنے بیٹھتیں۔ تو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز پیدا ہوتی۔

اس عفیفۂ روزگار نے اپنے شوہر نامدار کے آرام و اطمینان کی خاطر اپنی راحت و آسائش کو قربان کر رکھا تھا۔ مقرب بارگاہ عارف باللہ حضرت مخدوم صاحب رات کو نوافل و اوراد سے فارغ ہو کر محل میں تشریف لاتے۔ تو بی بی صاحبہ خود اپنے ہاتھوں سے انہیں مٹھیاں بھرتیں اور ان کی دلجوئی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتیں۔

گھر میں زنانہ لنگر کا انتظام جنابہ کے سپرد تھا۔ باوجودیکہ آپ کا دن روزے میں گذرتا

لیکن افطار کے لئے کبھی لنگر خانہ سے کچھ پس انداز نہ فرماتیں۔ بلکہ اپنے شوہر خسر اور فرزند کے لئے خود اپنے ہاتھ سے سادہ کھانا تیار کرتیں۔ اور بارہا ایسا ہوا کہ جنابہ نے روزہ پانی سے افطار کر کے دوسرے دن نہار منہ پھر روزہ رکھ لیا۔

اپنے طرز عمل سے خسر سے لے کر محل کی لونڈیوں تک کسی کو شکر رنجی کا موقعہ تک نہ دیا۔

اتنا بڑا گھرانہ اور پھر سب خوش رہیں۔ یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے؟

کیا مسلمانوں کی بہو بیٹیوں نے کبھی بھول کر بھی بی بی صاحبہ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی؟ روغنی کاشی کے خوبصورت فیروزی مقبرہ کے اندر سونے والی بانو کے مرقد پاک کی تو ہزار دفعہ زیارت کی۔ مگر کبھی مومنات و قانتات نے آپ کے اذکار و حالات بھی کسی سے دریافت کئے ؏

وائے نادانی، کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو

اگر آج بھی اسلام کی بہو بیٹیاں حضرت بی بی صاحبہ کے نقش قدم پر چلنے کا عزم راسخ کر لیں۔ تو دنیا میں اب بھی رکن عالمؒ فریدالدین گنج شکرؒ اور محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر یہاں اب ایسے بچے پیدا کرنے کا خیال کس کو ہے! بے فکر و الم اور سکون آمیز زندگی ہو۔ تن آسانی میں ہرج نہ آئے۔ کش مکش حیات اور ہنگامہ ہائے ذوق و شوق کو ان کے محلات میں گذر نہ ہو۔ اور بس ــــ پھر کہا یہ جاتا ہے کہ قسمت میں یہی لکھا تھا ــــ ایسا شقی اور نا سعید بچہ۔ خدا اس سے تو بے اولاد ہی رکھتا۔ تو اچھا ہوتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ؏

تن بہ تقدیر ہے آج اُن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

تولیّت اور سجادگی

حضرت غوث پاک اور آپ کے خانوادہ کے جس قدر مقابر و خانقاہیں ہیں اُن کے سجادہ نشین اس وقت خان بہادر نواب مخدوم شیخ مرید حسین صاحب قریشی الہاشمی مدظلہ العالی ہیں غوث پاک کے سجادہ ہونے کی حیثیت سے لاکھوں مریدوں کو آپ سے والہانہ محبت ہے اسی وجہ سے اضلاع قسمت ملتان و صوبہ سندھ میں آپ کا بے پناہ اثر و نفوذ کار فرما ہے۔ گورنمنٹ عالیہ ہمیشہ ضرورت کے وقت آپ کے اثر و اقتدار سے فائدہ اُٹھاتی رہی ہے۔ آپ اس وقت ایم۔ ایل۔ اے سنٹرل و آنریری مجسٹریٹ درجہ اول بھی ہیں۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں آپ کا دستِ سخا ہمیشہ کشادہ رہا ہے۔ آپ کے برادرِ خورد مخدوم زادہ شیخ احمد کبیر صاحب قریشی الہاشمی اپنی نیک نفسی اور نیک نیتی کے باعث ملتان کے ہندو اور مسلمانوں میں بے حد احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ تین سال تک بلدیہ ملتان کے صدر بھی رہے ہیں۔ ۵۰۰۰ کے قریب سرکار کو مالگذاری اور آبیانہ ادا کرتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں مرید رکھتے ہیں۔ شہر کے معتدر رئیس ہیں۔ لیکن سادگی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر معمولی سا درویش بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ تو عزت دینے کو سروقد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کے فرزند شیخ خورشید احمد صاحب قریشی آنریری مجسٹریٹ بھی آپ کی طرح مرنجان مرنج طبیعت رکھتے ہیں۔ آجتک آپ کے وجود سے کسی مسلم و غیر مسلم کو آزار نہیں پہنچا۔ جوانی کے زمانے میں

مال، دولت اور اقتدار کے ہوتے ہوئے خلق خدا کو بخش کا موقعہ نہ ملے۔ انسان کے لئے کچھ کم کمال نہیں ہے۔

مخدوم صاحب کے عزیز ترین رشتہ داروں میں سے نواب زادہ میجر عاشق حسین صاحب قریشی کا نام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ پراونشل درباری، پریذیڈنٹ بلدیہ ملتان، آنریری مجسٹریٹ درجہ اول، سب رجسٹرار اور ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ خداوند عالم نے آپ کو جس قدر بلند مرتبہ بخشا ہے۔ طبیعت میں اسی قدر انکسار بھر دیا ہے۔ امیر ہوں یا غریب سب کے ساتھ آپ کا برادرانہ سلوک کارفرما ہے۔ آپ سر سکندر دام القابہٗ کے برادر اکبر نواب سر لیاقت حیات خاں وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کے داماد ہیں۔ اور یونینسٹ پارٹی کے سرگرم ممبر ہیں آپ کے صاحبزادے شیخ صادق حسین و شیخ نسیم حسین کوئین میری کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مخدوم صاحب قبلہ کے اپنے صاحبزادے کا اسم گرامی شیخ محمد سجاد حسین صاحب ہے خدا کے فضل و کرم سے نہایت ہی طباع اور نیک دل نوجوان ہیں اور گھر پر تعلیم پا رہے ہیں۔ کیونکہ نواب صاحب مغربی تعلیم کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے۔ آپ کا خیال ہے ؎

حکومت مدرسوں میں کفر کا پرچار کرتی ہے،

ہمیں نامرد بننے کے لئے تیار کرتی ہے،

کاش! نواب صاحب جہاں مغربی تاثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے جگر گوشہ کو گھر میں ہی تعلیم دلا رہے ہیں۔ وہاں اگر اپنے دلبند کو مصر بھیجکر جامعہ ازہر میں بھی داخل کرا دیتے ـــ قرآن، حدیث، اور فقہ کا عالم بنا کر اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر ڈال دیتے۔ تو کیا عجب تھا کہ حضرت غوث پاکؒ

کی روح کو راحت پہنچتی۔ اور مسلمان قوم جو جادۂ حق سے بھٹک چکی ہے۔ پھر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتی کیونکہ اس وقت علمائے حق گو کی قوم کو اشد ضرورت ہے اور حق گوئی وہ عالم کر سکتے ہیں۔ جو معاش سے مستغنی ہوں۔ غریب لوگ ایک ایک کے لقمہ کو تکنے والے درویش قرآن، حدیث اور فقہ کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اور وعظ و تبلیغ کا فرض بھی ادا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ وظیفہ خوری سے ان کی زباں پر جرأت و بسالت کا نام تک نہیں رہتا۔ حق کہہ نہیں سکتے۔ اس لئے مسلمانوں میں جو کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کا مداوا نہیں ہوتا۔ کاش ہمارے امرا اس طرف توجہ دیتے۔ اور بچوں کو تعلیم اسلام سے کامل طور پر بہرہ اندوز کرتے۔ تاکہ وہ شاہ محمد یوسف گردیزیؒ، شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریاؒ اور موسیٰ پاک شہیدؒ کے سچے نمونہ بن کر خلقِ خدا کو گمراہی سے بچا سکتے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا وہ اک عارضی شے تھی نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

حضرت حافظ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

گورستان مائی پاک دامن میں ایک احاطہ کے اندر دو مرقد بنے ہوئے ہیں۔ ایک میں

جناب حافظ صاحب اور دوسرے میں آپ کی اہلیہ محترمہ دفن ہیں۔ حافظ صاحب اپنے زمانہ کے بےمثیل حافظ اور قاری تھے۔ آپ کا زہد و اتقاء ضرب المثل بن چکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بڑے سے بڑے حفاظ اور قاری آپ کے سامنے آگے قرآن مجید پڑھنے سے جھجکتے تھے۔ اور اب بھی جو آپ کے مزار پر ایک دفعہ قرآن مجید ختم کرلے۔ اُس پر پورا پورا حاوی ہو جاتا ہے۔

حضرت حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

قبرستان مذکور کے قریب باغیچہ کے اندر دو قبریں ملتی ہیں۔ غربی مزار میں آپ اور شرقی میں آپ کے فرزند حضرت مولوی عبدالرزاق صاحب مدفون ہیں۔

حضرت حافظ اللہ بخش صاحب، حضرت مولانا مولوی عبدالمجید صاحب خیرپوری کے مرید تھے۔ انہی کے ارشاد پر حضرت مولانا خدا بخش صاحب خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور کامل چالیس برس اُن کے فیض صحبت سے لطف اُٹھایا۔ یکم شوال ۱۳۳۴ھ کو انتقال فرما کر یہاں دفن ہوئے۔ اُسی تاریخ کو آپ کا عرس بھی ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ اویس کھگہ رحمۃ اللہ علیہ

قبرستان مائی پاک دامنؒ سے مغرب کو نگاہ کی جائے تو آپ کا عالیشان گنبد بجو بی

نظر آسکتا ہے یہ مقبرہ ہشتی دائرہ میں واقع ہے۔ اور اس میں عہد وسطیٰ کے بازینہ نمونے خواب ہیں۔

آپ کا اصلی نام شیخ جلال الدینؒ ہے عرب میں پیدا ہوئے۔ بزمانہ قطب الاقطاب شیخ رکن العالم قدس سرہ العزیز یہاں تشریف لائے اور عمر کا بقیہ حصہ خلق خدمت میں صرف کر کے ۱۱ محرم ۷۴۸ھ کو خاک پاک ملتان کا پیوند بنے۔ بیان کرتے ہیں کہ مقبرہ کی بنیاد حضرت شاہ رکن عالم نے اپنے دست حق پرست سے رکھوائی تھی۔ آپ کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم پیر شاہ صاحب کھگہ قریشی ہیں۔ مقبرہ کے پاس ہی ایک عالیشان مسجد ہے۔ جو خوبصورتی اور وسعت کے سبب ملتان شہر میں بے نظیر سمجھی جاتی ہے۔ ۱۱ محرم کو آپ کا عرس اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہے۔

بیرون لوہر دروازہ

حضرت شاہ حسن پروانہ رحمۃ اللہ علیہ

ملتان چھاؤنی کی سڑک پر ایک وسیع اور طویل قبرستان ملتا ہے۔ اس میں ایک بلند ٹیلے کے اوپر غیر مسقف چار دیواری کے اندر آپ کا مزار ہے۔ آپ گیلانی سید ہیں۔ شعر کہا کرتے تھے پروانہ تخلص تھا۔ نہایت خدا ترس اور خدا شناس ولی تھے۔ آپ کے مزار پر بھنگیوں نے اڈہ جما رکھا ہے۔ جگہ جگہ شطرنج اور جوا کھیلا جاتا ہے۔ اکثر غیور لوگ ٹیلے کے قریب پہنچ کر ہی فاتحہ پڑھ دیتے ہیں۔ اور آگے دربار پر نہیں جاتے۔ قبرستان بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں

امیر بھی ہیں۔ اور غریب بھی۔ ملتان کے مقتدر پٹھان رئیس بھی دفن ہیں۔ اور سوداگران چرم بھی بعض سنگ مرمر کی قبریں ہیں۔ اور بعض خشت خام کی، بادوزئی خاندان کے احاطہ کے اندر ایک دو مخروطی شکل کے گنبد بھی بنے ہیں۔ ان کے مقابل ایک کچی قبر ہے۔ بالکل سادہ اور مرمت طلب مگر کتبے میں وہ جاذبیت اور کشش ہے کہ جس کی نظر پڑ جائے۔ پڑھے بغیر آگے نہیں بڑھتا لکھا ہے

نواب علی محمد خاں شہید

ہمیں است سردارِ شمشیر زن
کہ در جنگ بودے چوں شیر کہن

ان سب سے زیادہ جاذبِ نظر اور رقت انگیز مرقد دار الامان ملتان کے مظلوم تاجدار نواب علی محمدؒ خاں کا ہے۔ مسجد جنازہ گاہ میں کھڑے ہو کر مغرب کی طرف نگاہ ڈالنے سے بیکسی اور بے بسی کا یہ مزار بخوبی نظر آسکتا ہے۔ نواب مرحوم سردار عثمان خاں خاکوانی محسن زئی کے نیک نام فرزند تھے۔ بخت کی یاوری سے ملتان کے صوبیدار بنے۔ ایک عظیم الشان فلک رفعت مسجد تعمیر کرائی۔ جو آجتک آپ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔ اور شہر کے مرکز میں ہونے کی وجہ سے جامع مسجد کا شرف رکھتی ہے۔ شہر کی فصیل مرمت کرائی۔ نالہ احداث کرایا۔ متعدد باغات لگوائے اور ملتان کو رشکِ ارم بنا دیا۔ ۱۱۸۱ھ میں احمد شاہ ابدالی اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ ملتان پر حملہ آور ہوا۔ نواب صاحب نے انتہائی بہادری اور دلیری سے مقابلہ کیا۔ جمعیت کے کم ہونے کے سبب شکست کھائی۔ اور گرفتار ہو کر امیر کے حضور میں پیش کئے گئے شجاع خاں جو نواب کے حکم سے قید خانہ کی تاریک کوٹھری میں اپنی زندگی کے دن بسر کر رہا تھا۔ وہ بھی رہا ہو کر سیدھا امیر کے دربار میں پیش ہوا۔ احمد شاہ نے جب اس کے لمبے بال اور لمبے ناخن دیکھے۔

اور شکل وصورت میں اس قدر تغیر ملاحظہ کیا۔ تو حیرت سے چلّا اُٹھا۔

"شجاع خاں ایں چیست وتبوجہ اُفتادہ است"؟

شجاع خاں نے بیڑیاں پیش کیں۔جن سے اُسے پابجولان کیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنی دردبھری کہانی سنائی اور جوجو تکالیف اُسے علی محمد خاں سے پہنچی تھیں ایک ایک کا ذکر کر کے داد خواہ ہوا۔جس پر امیر غصہ سے کانپنے لگا۔حکم دیا۔کہ اس ظالم کا پیٹ پھڑوادیا جائے۔جلاّد نے تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ بچارے نواب کی آنتیں کٹ کر باہر آپڑیں۔اور اس نیم مردہ لاش کو اونٹ پر لدوا کر ملتان کے گلی کوچوں میں پھروایا گیا۔اور ساتھ ہی اعلان کیا گیا۔کہ جو سدوزئی خاندان کے لوگوں سے بدسلوکی کریگا۔اس کا یہ حشر ہوگا۔

بسا باد نفریں بریں کوز پشت
کہ بسیار ازیں گونہ پرورد کُشت

ملتان شہر میں خدا کے فضل وکرم سے ابتک خاکوانی سرداروں کے اقبال کا آفتاب عین سمت الراس پر چمک رہا ہے۔نواب احمد یار خاں صاحب نواب زادہ عبدالقادر خاں صاحب نواب زادہ مشتاق احمد خاں جیسے مخیر خاکوانی رؤساء بھی شہید نواب کے مرقد کی خبر نہیں لیتے۔کیا اُن کی رگ حمیت یہ دیکھ کر جوش زن نہیں ہوتی۔کہ معمولی معمولی آدمیوں کی قبریں سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہیں۔لیکن ملتان کے شاہجہان کی مزار کچی ہے۔اور وہ بھی شکستہ۔خدا کرے کہ میری اس درد بھری اپیل سے ملتان کا کوئی اہل دل اس نیک نام فرمانروا کے مرقد پر ایسی شاندار عمارت بنا کھڑی کرے جو خوبصورتی اور نفاست میں عجوبہ روزگار نظر آئے۔آمین

موجودہ خشت خام کا مرقد بھی مولوی جان محمدؐ صاحب نے تیار کرایا تھا۔اگر وہ اس

طرف توجہ نہ کرتے۔ تو شاید آج مزار کا نشاں بھی نہ ملتا۔ مزار کا کتبہ حسب ذیل ہے۔

نواب علی محمد خاں ولد عثمان خاں خاکوانی محسن زئی شہید سنہ ۱۱۸۱ھ

نسیم فضل وزیدہ از حدائق رضوان ۔ زمشک عنبر و کافور روضہائے جناں
وزیدہ نگہتش از فیض ساقی کوثر ۔ شمید جاں شہید ۔ علی محمد خاں

باہتمام مولوی جان محمد امام متولی مسجد نواب علی محمد خاں صاحب ۱۱۸۱

مقبرہ نواب شاکر خاں رحمۃ اللہ علیہ

شیش محل اور حسن کوشک کے درمیان ایک دیرینہ سال مقبرہ اور چند خشت و آہک کی قبریں نظر آتی ہیں۔ یہ سدوزئی خاندان کا قبرستان ہے۔ نواب مظفر خاں شہید اسی خانوادے کا چشم و چراغ تھا۔ مقبرہ ۳۱×۳۱ فٹ ہے۔ مشرقی محراب پر ذیل کا کتبہ تحریر ہے۔

؎ چراغ و مسجد و محراب و منبر ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
؎ ہر کہ بدل دین محمد گرفت ۔ مرتبہ از عرش بلند تر گرفت،

چاروں طرف یا اللہ بخط طغرا مرقوم ہے۔ مقبرہ کے اندر سدوزئی خاندان کے دو بزرگ آسودہ ہیں۔ دائیں جانب جو بلند مزار ہے اس میں ملتان کا باوقار نواب زاہد خاں آرام کر رہا ہے۔ آپ اپنے دوست قمر الدین وزیر دہلی کے رسوخ سے ۱۷۳۸ء میں ملتان کے نواب بنے۔ کم و بیش دس سال بڑے طنطنہ و شوکت و اجلال کے ساتھ حکومت کر کے ۱۱۶۱ھ میں فوت ہو کر یہاں پیوند خاک

ہوئے۔ دائیں جانب ایک اور قبر ہے جو نواب مرحوم کے مزار سے قدرے چھوٹی ہے۔ اس تودۂ خاک کے اندر وہ جانباز پٹھان سوتا ہے جس نے کوڑا مل اور نواب علی محمد خاں کو کئی بار چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ یہ شیر دل نواب شاکر خاں کی قبر ہے جو نواب زاہد خاں کا لخت جگر اور نواب شجاع خاں کا قبلہ گاہ تھا۔ اپنے والد بزرگوار کے بعد احمد شاہ ابدالی امیر افغانستان کی جانب سے ملتان کی صوبیداری پر مقرر ہوا۔ اور جب رفیق اعلیٰ کا بلاوا پہنچا تو عنان حکومت شجاع خاں کے سپرد کر کے والد کے پہلو میں آلیٹا۔

مقبرے کے شمال میں تین گنبدوں کی مسجد ہے جو عرصہ سے ویران چلی آتی تھی۔ مگر اب مسلمانوں کی توجہ سے آباد ہو چلی ہے۔ پاس ہی چند خشتی قبریں ہیں۔ ایک میں نصر اللہ خاں دفن ہے۔ دوسری پر عبدالحسین خاں مرقوم ہے۔ باقی قبروں پر کوئی کتبہ نہیں۔

بیرون لوہاری دروازہ

پیر محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ

پرانی کوتوالی کے قریب ایک احاطہ کے اندر آپ کا مشرقی مرقد ہے۔ آپ حضرت خواجہ محکم الدین صاحب السیرؒ کے باکمال مرید تھے۔ نہایت حق گو عالم اور صاف باطن درویش تھے۔ ۲۳ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

بستی چمرنگ کے ایک خوشنما مقبرہ میں آپ دفن ہیں۔ آپ کا اصلی وطن جھنگ تھا۔ اور جٹ سومرہ خاندان سے تھے۔ یہاں تشریف لا کر حضرت مولانا خواجہ قاضی محمد خدایار صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانپوری کے مرید ہوئے۔ اور مولانا خیرپوری کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اُستاد اور مرشد دونو زمانہ کے بے بدل عالم اور بے نظیر ولی تھے۔ ان کے فیض صحبت سے کندن بن کر چمکے۔ ہزارہا بندگانِ خدا کو راہ راست پر لا کر ۲۸ شعبان ۱۳۱۹ھ کو اللہ کے پیارے ہوئے۔ اسی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے متولی مولوی فیض احمد صاحب نہایت خلیق اور مرنجان مرنج بزرگ ہیں۔ آپ کی عمر بھی وعظ و تبلیغ میں بسر ہو رہی ہے۔

نواب تولے خاں رحمۃ اللہ علیہ

مقبرہ مولانا نظام الدین کے قریب چاہ جوگیاں والے میں ایک پختہ چبوترہ ہے۔ اُس پر غربی مزار کے اندر آپ آسودہ ہیں۔ اگرچہ عوام میں نواب تولے خاں کے نام سے مشہور ہیں لیکن صحیح نام نواب تغلق خاں ہے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ۱۳۳۴ء کے قریب محمد تغلق نے اپنے بھتیجے کی کھال اُتروادی

اور نعش کو شہر بہ شہر پھرانے کے لئے بھجوایا۔ جب یہ نعش ملتان پہنچی۔ تو کچلو خاں حاکم ملتان نے اسے دفن کرا دیا۔ کیا عجب کہ یہ مزار اُسی ستم رسیدہ نواب کا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

پیر مصاحب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی نواح میں چاہ مصاحب شاہ کے نام کا ایک کنواں ہے۔ اس کے گورستان کے اندر آپ کا مزار واقع ہے۔ آپ حضرت صاحب السیرؒ کے مرید تھے۔ اور نہایت باکمال درویش تھے۔ ۶ چیت کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ میاں علی محمد صاحب مونڈا آپ کے متولی ہیں۔

پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

چاہ مصاحب شاہ میں ایک چبوترے کے اوپر آپ آسودہ ہیں۔ آپ کا درمیانی مرقد ہے۔ آپ ملتان کی سرزمین پاک سے پیدا ہوئے۔ اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت صاحب السیر کے مرید ہوئے۔ فیضانِ معرفت سے مالامال ہو کر درجہ کمال حاصل کیا۔ ۵۔۲ چیت کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

پیر فتح شاہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ

کوٹلہ تولے خاں میں مسجد قریشیاں کے چبوترہ پر آپ کا مزار مبارک واقع ہے۔
۲۵ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۵ھ اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کو انتقال کیا۔

پیر میر آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کوٹلہ تولیخاں میں ساوی مسجد کے نام سے روغنی اینٹوں کی ایک مرتفع عمارت ملتی ہے اس کے اندر شمال کی جانب میر آغا صاحب کا مزار ہے جو چغطہ خاندان سے نواب تھے۔ درمیان میں نواب اصغر قلی اور آپ کی اہلیہ کے مرقد ہیں۔ تعویذ سنگ مرمر کے ہیں۔ اور انتہائی صنعت کے ساتھ بخطِ طغریٰ نقش من الاموات تا آخرہ کندہ ہے۔ مرمریں کتبے پہلو کی جانب استادہ ہیں۔ مسجد کی اندرونی دیواروں پر ذیل کے اشعار مرقوم ہیں ؎

جگر خواری از مے گساری بہ است　　کہ غم دیدہ را آہ و زاری بہ است
بیا مطربا گر طرب بگذریم　　ز چنگ طرب تارہا بردریم
ز چنگ اجل چوں نشاید گریخت　　ز چنگِ طرب تار باید گسیخت
شنیدی چہ احوالِ گیتی تمام　　بجز حق منہ دل بکس والسلام

محراب پر سورہ مزمل و سورہ فتح تحریر ہے بائیں جانب ذیل کے دو شعر مرقوم ہیں ؎

زبا طینت گیتی دو در ساختہ ۔ پے رہ رواں رہ گزر ساختہ

یکے می رسد آں دگر می رود ۔ دلیکن بخونِ جگر می رود

یہ عمارت محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہے اور پچھلے چند سالوں میں دس ہزار روپیہ کے قریب اس کی مرمت پر صرف ہو چکا ہے۔ سالانہ مرمت پر تقریباً ۶۵/- روپیہ خرچ ہوتے ہیں۔ چار دیواری ہے شکل مسجد سے ملتی ہے۔ اندر قبریں ہیں۔ یہ عمارت مسجد ہے یا مقبرہ۔ اس کا فیصلہ زائرین پر چھوڑتے ہیں۔

پیر بسنت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

محلہ گنج، متصل مکان حافظ طاہر محمد صاحب، حجرہ کے اندر آپ کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ مجذوب تھے۔ کسی انگریز بہادر کی میم صاحبہ کو آپ سے بیحد عقیدت تھی۔ روزانہ آتی۔ اور آپ کی زیارت کر کے چلی جاتی۔ صاحب بہادر کو یہ صورت ناگوار گذری۔ اور اس نے ایک دن موقعہ پا کر آپ پر بندوق سے فائر کیا۔ مگر بجائے چھروں کے پانی بہ نکلا۔ اس سے انگریز آپ کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔

آپ کی پائنتی میں گورستان ہے جس کا نام شہید گنج تھا۔ مگر اب صرف گنج رہ گیا ہے حافظ طاہر محمد صاحب جو ملتان کے ہر دلعزیز اور نیک نفس عالم ہیں۔ آپ کے متولی ہیں۔

حافظ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس علاقہ میں مسجد وزیر خاں کے متصل ایک مقبرہ کے اندر آپ کا مزار مبارک ہے آپ صاحب الیثرؒ رحمۃ اللہ علیہ کے باکمال مرید تھے۔ ۶ محرم ۱۲۶۶ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کے متولی میاں خدا بخش صاحب و حافظ قادر بخش صاحب ہیں۔ تاریخ مذکورہ پر آپ کا عرس کرتے ہیں۔

حاجی پٹھان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقبرہ حافظ نور احمدؒ صاحب کے قریب ایک احاطہ کے اندر آپ آسودہ ہیں کہا جاتا ہے کہ مسجد وزیر خاں جو پاس ہی واقع ہے۔ اُسے آپ نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

پیر سلطان علی اکبر شاہؒ سورہ میانی

سورہ میانی کے جنوب مشرقی حصہ میں حضرت شاہ رکن عالم قدس سرہ العزیز کے مقبرہ کی طرز کا ایک شاندار روضہ بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر سلطان علی اکبر شاہ صاحب شمسی محو خواب ہیں۔ آپ شمسی سید تھے۔ اور حضرت شاہ شمس رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ یہ قبہ آپ نے

اپنی زندگی میں ہی بنوایا تھا۔ اور روضہ کے گرداگرد چاروں طرف اپنا شجرہ نسب تحریر کرایا۔ رمضان ۹۹۳ھ میں انتقال فرما کر یہاں دفن ہوئے۔ سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب آپکے متولی ہیں۔ اور آپ کی اولاد میں سے سید سردار شاہ و سید نور حسین شاہ صاحبان کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔

مائی صاحبہ والدہ سلطان علی اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

روضہ مذکور کے جنوب مشرق کی طرف ایک کاشی دار عمارت واقع ہے۔ اس میں سلطان علی اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ دفن ہیں۔ مردوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطانؒ نے بیت اللہ کے لوٹنے پر والدہ محترمہ کا یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا

مولوی عبدالخالق صاحب قریشی چشتیؒ (روہ میانی)

مسجد مولوی گل محمد صاحب میں ایک حجرہ کے اندر آپ مدفون ہیں۔ آپ حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جید عالم اور صاف باطن درویش تھے درس تدریس اور وعظ و تبلیغ میں عمر بسر کی۔ آپ کے صاحبزادے مولانا مولوی محمد حسین صاحب چشتی تھے۔ جنہیں حضرت مولانا قاضی محمد عبید اللہ صاحب سے ارادت تھی۔ ان کا شغل عزیز بھی خلقِ خدا کو علوم شرعی سے بہرہ اندوز کرنا تھا۔ ۲۳ شعبان ۱۳۴۲ھ کو وفات پائی۔ اسی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے آپکے متولی مولوی محمد احسن صاحب ہیں۔ آپکے اعزہ میں سے میاں غلام سرور صاحب، میاں غلام اصغر صاحب

و میاں غلام قادر صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پیر جھنڈا فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ڈسٹرکٹ جیل ملتان کے اندر چبوترے پر آپ کا مزار بنا ہوا ہے۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہاں دوزخ تیار ہوگی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد یہاں ڈسٹرکٹ جیل بنائی گئی۔ قیدی آپ کے مزار پر چراغ جلاتے اور صفائی وغیرہ کرتے ہیں۔

پیر جھنڈا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جو سڑک ڈسٹرکٹ جیل سے ڈی اے وی ہائی سکول کو جاتی ہے۔ اس پر چاہ دائی والہ کے قریب آپ کا پختہ مزار واقع ہے۔ مشہور ہے کہ جب آپ نے یہاں آ کر قیام کیا۔ تو خوب بارش ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہیں مجھے قیام بھی کرنے دو گے۔ یا نہیں۔ اس پر آپ کے مقام کو بارش نے چھوڑ دیا۔ مگر گرداگرد خوب موسلادھار برستی رہی۔ واللہ اعلم

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب ملتانیؒ

محلہ قدیر آباد میں آپ کا خوشنما اور دیدہ زیب مقبرہ واقع ہے۔ اس میں غربی جانب

آپ کا مزار گوہر بار بنا ہوا ہے۔ آپ ملتانی الاصل تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خدا بخش صاحب خیر پوری سے بیعت تھی۔ فیضانِ معرفت حاصل کرنے کے بعد خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نہایت متدین، متشرع اور متقی عالم تھے۔ شغلِ عزیز درس تدریس اور اوراد و اذکار تھا۔ ہر جمعرات کو آپ کا وعظ ہوتا جس میں ہزاروں بندگانِ خدا شامل ہو کر اپنی عاقبت سنوارتے۔ آپ یتامی اور مقروض کی نذر کسی صورت قبول نہ فرماتے تھے۔ اور اگر کسی کا پیشہ مذموم ہوتا۔ تو اس کی نذر بھی رد کر دیتے آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ خدا مجھے اس دن دنیا سے اٹھائے جبکہ میرے دادا پیر حافظ محمد جمال اللہؒ کا عرس ختم ہو۔ وجہ یہ بیان کرتے۔ کہ حضرت کے عرس میں شریک ہونے والے مادرزاد پاک ہو جاتے ہیں۔ جب وہ میرے جنازہ میں شریک ہو کر میرے لئے دعا کرینگے۔ تو خداوند عالم مجھے ضرور بخش دیگا۔ آپ کی دعا منظور ہوئی اور ۸۶ برس کی عمر پا کر ۶ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کو اس دارِ فانی سے عالمِ باقی کو کوچ فرمایا۔ حسن اتفاق سے اس سال رویت ہلال میں اختلاف ہونے کے باعث حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ کا عرس بجائے ۵ جمادی الاول کے ۶ کو ختم ہوا اور جس قدر لوگ آپ کے عرس پر آئے تھے۔ سب کے سب اس جنازہ میں شریک آئے۔

شرقی مزار حضرت مولانا حافظ حاجی عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ۱۰ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

آپ کے موجودہ سجادہ نشین مفتی اعظم حضرت مولانا حاجی محمد عبد العلیم صاحب ہیں۔ تبحرِ علمی اور باطنی کمالات کی وجہ سے آپ کا وجود جنوب مغربی پنجاب میں نعمتِ غیر مترقبہ خیال کیا جاتا ہے اگرچہ آپ کی عمر نوے برس کے قریب ہو چکی ہے۔ اور جسمانی حالت بھی اچھی نہیں۔ مگر اوراد و اذکار

اور درس تدریس کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ نہ صرف آپ بلکہ آپ کا سارا گھرانہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کر رہا ہے۔ اگر مسجد اور حجروں میں آپ اور آپ کے فرزند مولانا حاجی عبدالکریم صاحب و مولانا حاجی حافظ عبدالقدوس صاحب اور پوتے جناب مولانا حاجی عبدالشکور صاحب بڑے اہتمام سے درس دیتے ہیں۔ تو زنانے میں جملہ مستورات قرآن اور حدیث کی تعلیم دیتی ہیں۔ مزید برآں سجادہ نشین صاحب علاقہ ہذا کے مسلّمہ مفتی بھی ہیں۔ درس کے ساتھ ساتھ افتاء کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ دربار پر لنگر خانہ بھی جاری ہے۔ مسافروں کو دو وقت کا کھانا اور بستر وغیرہ مل جاتا ہے

ملتان شہر سے دُور جنوب کو

روضہ حضرت مخدوم شاہ علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(ماخوذ از مرقع ملتان)

یہ مقبرہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں دریائے چناب کے کنارے بمقام شیر شاہ نہایت بلند اور بعمارت پختہ تعمیر ہوا۔ دریا میں طوفان آنے کی وجہ سے اب گر چکا ہے۔ اور حضرت کا تابوت مبارک چاہ شہر لیاں والا پر نزد شیر شاہ دوبارہ دفن کیا گیا۔ جن لوگوں نے دوبارہ زیارت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ نعش مبارک حضرت کی بالکل صحیح و سالم موجود تھی حضرت شاہ علی محمد صاحب الملقب بہ شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۹۵۰ھ میں مشہد مقدس سے یہاں تشریف لائے۔ حضرت مخدوم سید محمد غوث

بندگی گیلانی اوچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی مرشد کی اجازت سے بارہ سال متواتر چاہ شیر شاہ پر بر لب دریا ریاضت و مجاہدہ کیا۔ اس چاہ کا نام اب تک چاہ چلہ والا مشہور ہے۔ آپ سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں۔ چنانچہ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچی۔

روایت ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ ہر روز بعد مغرب چالیس فقرا کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ۳۹ فقیر آپ کو ملے۔ اپنی عادت کو پورا کرنے کے واسطے ایک کتے کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ اور فارغ ہونے کے بعد آپ اپنی جائے قیام پر واپس تشریف لے آئے۔ اُس شب ایک مردِ غیب سے نمودار ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاولوں کی رکابی اور دوسرے میں پانی کی تہلیا تھی۔ دونوں چیزیں پیش کر کے اُس نے کہا۔ کہ آپ کا چلہ بارگاہِ ایزدی میں مقبول و منظور ہو چکا ہے۔ اور یہ طعام بہشت سے بھیجا گیا ہے۔ آپ تناول فرمائیں۔ آپ نے کچھ کھا کر دوگانہ شکر کا ادا کیا۔ اُس مردِ خدا نے مٹھی بھر روپے پیش کر کے کہا کہ اس میں سے جس قدر آپ کا دل چاہے اُٹھا لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مال دنیا سے غرض نہیں۔ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ باصرار تمام آپ نے پندرہ روپے اُٹھا لئے۔ اس شخص نے کہا کہ جب تک آپ کی نسل قائم رہے گی۔ یہ روزینہ اُن کو ملتا رہے گا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔

حضرت کے چھ فرزند تھے۔ اُن میں سے صرف شاہ شیر محمد صاحب صاحب اولاد ہوئے ماہ چیت میں یہاں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ اس موقعہ پر ہزارہا مخلوق جمع ہوتی ہے۔ خانقاہ شریف کی جاگیر کے علاوہ جائداد زرعی زر خرید تقریباً ۲۰ ہزار بیگھ ہے۔ جو حضرت کی اولاد کی ملکیت ہے۔ اور اس وقت کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں ہے۔ موجودہ سجادہ نشین مخدوم سید غلام اکبر شاہ صاحب

دیلدار ہیں آپ نہایت خلیق اور طرحدار نوجوان ہیں حضرت کی اولاد میں سے دوسرے بزرگ مخدوم امیر حیدر شاہ صاحب سجادہ کے عمِ محترم ہیں۔ جن کی عمر کا زیادہ حصہ خلوت نشینی اور اطاعتِ الٰہی میں گذرا ہے۔ ان کے صاحبزادے مخدوم زادہ سید غلام قاسم شاہ صاحب ہیں۔ جو اپنی شرافت نفسی کے سبب ضلع بھر میں نیک نام ہیں۔ مرید عباس آپ کا بڑا صاحبزادہ حنیف کالج میں تعلیم پا رہا ہے۔

خانقاہ مبارک حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰؒ

خانپور شریف قاضیاں

اسٹیشن چک سے تین میل بطرفِ غرب ایک عالیشان خانقاہ واقع ہے جو دور سے کھجوروں کے جھرمٹ میں سے بصد رعنائی و دلفریبی اپنا خوش کن منظر پیش کرتی ہے۔ اس میں عہد آخر کے مشہور شیخ حضرت خواجہ قاضی محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ آپ حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ زہد و اتقا میں بے مثل اور تبحر علمی میں بے نظیر تھے۔ پیر طریقت کی اجازت سے بارہ سال مسلسل دریائے چناب میں کھڑے ہو کر چلہ کشی میں بسر کئے۔ کیفیت یہ ہوتی تھی۔ کہ رات تو دریا میں قیام کی حالت میں کٹتی اور دن اپنی مسجد میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی درس تدریس میں بسر ہوتا بمقام خیرپور دورانِ سماع میں جو حالت طاری ہوئی۔ اسی میں رُوح اعلیٰ علیین کو جا پہنچی نعش مبارک یہاں لائی گئی۔ اور جہاں روضہ ہے یہیں کی ہو کر رہ گئی۔ لوگوں نے اُٹھانے کے لئے جس قدر زور لگایا کارگر نہ ہوا۔ رمز شناس مریدوں نے سمجھا۔ کہ یہی جگہ پسند ہے اور ہمیشہ کے لئے آپ کو سپرد خاک کرنا

آپ کے غربی پہلو میں آپ کے نامور فرزند اور دنیا کے جلیل القدر درویش حضرت خواجہ محمد خدایار رحمۃ اللہ آسودہ ہیں۔ یہ بھی اپنے زمانہ کے صاحبِ کمال تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ دونو باپ بیٹے اپنے عہد کے شبلیؒ و جنید تھے۔ دونوں کی عمروں کا قیمتی حصہ اکٹھا بسر ہوا۔ اور دونوں نے مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر خلقِ خدا کو صراط المستقیم پر فائز کیا۔ ان کا معمول تھا کہ جس مرید کے ہاں نزول اجلال فرماتے۔ مریدوں سے جو نذر و نیاز وصول ہوتا۔ سب اُسی کو بخش دیتے۔ اس سے پیر کی آمد مرید کے لئے رحمت و برکت کا باعث بن جاتی۔ اور نذر و نیاز سے اتنا وصول ہوتا کہ میزبان دو دو سال تک نان و نفقہ کے لئے کسی کا محتاج نہ رہتا۔ دعوت نامے اس قدر وصول ہوتے۔ کہ مسلسل سیر و سیاحت میں رہنے کے باوجود بھی مریدوں کو چھ چھ ماہ تک باری نہ ملتی۔

حضرت کو دیکھنے والی نگاہیں اس وقت تک موجود ہیں لیکن جس سے بھی ذکر ہوتا ہے۔ فرطِ عقیدت اور وفورِ محبت سے رو دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کیا بتاؤں۔

"شریعت اور طریقت کا ایک آفتاب تھا۔ جو غروب ہو گیا۔ اور اپنے
پیچھے دنیا کو تیرہ و تاریک چھوڑ گیا۔"

بڑے حضرت صاحب کا عرس ۱۱ تا ۱۳ صفر کو ہوتا ہے اور خواجہ محمد خدایار رحمۃ اللہ کا ۱۱ تا ۱۳ ذی الحجہ کو دونوں اعراس حضرت خواجہ حاجی محمد صاحب مدظلہ سجادہ نشین کے زیرِ اہتمام بڑے اعلیٰ پیمانے پر انجام پاتے ہیں۔ روضہ مبارک کی نہایت ہی دلفریب عمارت ہے۔ اندر نقاشی ہوئی ہے۔ کٹہرے چوبی اور منقش ہیں۔ مجلس خانہ اپنی وسعت کی وجہ سے پنجاب بھر میں مشہور ہے ساتھ ہی دوسری خانقاہ مبارک ہے۔ اس میں آپ کی اولاد اور آپ کے سجادہ نشین خواجہ محمد سیف الدین

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ رحیم بخش صاحب خواجہ محمد اسد صاحب خواجہ محمد اصلح و خواجہ غلام دستگیر رحمہم اللہ آرام فرما ہیں۔ آپ کے پائنتی خواجہ محمد اجمل صاحب قاضی محمد امین صاحب اور قاضی احمد بخش صاحب آسودہ ہیں۔ جو اس گھرانے کے بے بدل عالم اور بے مثل درویش تھے شمال کو ایک بے حد حسین اور مغلیہ طرز کی مسجد بنی ہوئی ہے۔ روضہ مبارک کے گرداگرد مریدوں نے ہمت کر کے دلکش برآمدہ سا بنا دیا ہے۔ زائر ایک دفعہ یہاں آجائے تو اسے زندگی بھر یہاں حاضری دینے کی تمنا رہتی ہے۔ لاریب خوش منظر اور خوش سواد مقام ہے۔ دور سے کھجوروں میں سے قبہ ابیض ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے۔

اولاد امجاد

حضرت خواجہ محمد خدایار المعروف پیر حاجی محمد صاحب آپ کے سجادہ ہیں۔ میاں خیر محمد صاحب اُن کے حقیقی بھائی اور میاں حضور بخش صاحب و میاں حافظ نظام بخش صاحب میاں عبدالرزاق صاحب و میاں فضل حق صاحب، صاحبِ سجادہ کے چچازاد بھائی، شریعت اسلامیہ کے سچے متبع اور پیرانِ طریقت کے کامل نمونہ ہیں۔ میاں احمد بخش صاحب مرحوم و مغفور کی یادگار اُن کا ایک نیک نفس نوجوان میاں نور احمد ہے جو اپنی شرافت طبع اور دیانتداری کے باعث خاندان میں بیحد ہر دلعزیز ہے۔

حضرت قاضی محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ کا یہ خانوادہ عام پیروں کی طرح مریدوں کی نذر و نیاز پر گذارہ نہیں کرتا۔ بلکہ یہ لکھتے ہوئے قلبی فرحت ہوتی ہے کہ اُن کا سارا گھرانہ ہرج کش اور مزدور

طبع واقع ہوا ہے۔ خود زمیندار ہیں۔ اور خود ہی کاشتکار۔ آپ کھاتے ہیں اور مریدوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ لنگر خانہ عام و خاص سب کے لئے کھلا ہے۔ مریدوں سے جو نذر و نیاز ملتی ہے وہ اعراس کے موقعہ پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ سب کے سب متبع شریعت اور سچے صوفی ہیں۔ مستورات میں ہر وقت اوراد و نماز کا چرچا رہتا ہے۔ غرضیکہ ہمہ گونہ مسلمانوں کے لئے ان کا طرزِ معاش قابلِ تقلید ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزا

خانقاہ پیر سید فتح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گیلے والہ)

دو پُراسرار صندوق جو صدیوں سے چبوترہ پر رکھے ہیں

گیلے والہ سے مغرب کو ریلوے لائن کے متصل دو میل کے فاصلہ پر آپ کی خانقاہ ہے چبوترے پر دو صندوق رکھے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک میں آپ دفن ہیں۔

کہتے ہیں کہ کم سنی میں ہی قبر کے عذاب کے خیال نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا۔ زار زار روتے اور بیہوش ہو جاتے۔ ایک موقعہ پر اسی فکر میں محو بیٹھے تھے۔ کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ادھر آنکلے۔ اور آپ سے وجہ تفکر دریافت کی۔

آپ نے عرض کی "حضور! قبر کا فکر درپیش ہے۔ رات دن اسی سوچ میں رہتا ہوں۔ کہ کیا ہو گا!"

آپ نے یہ سن کر فرمایا "چلو۔ خدا تمہیں قہر سے ہی محفوظ رکھے گا" یہ کہہ کر آپ رخصت ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد اسی مقام پر آپ کا انتقال ہو گیا۔ مقامی لوگوں نے جو ان کے اخلاقِ فاضلہ کے معترف اور ان کی نیک نفسی کے مداح تھے۔ اور ایک قسم کی آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ ایک صندوق تیار کر کے آپ کو اس میں بند کر دیا۔ اور ابھی بمشکل ادھر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے ورثا لاش لینے کے لئے آپہنچے۔ فریقین کا اس امر پر جھگڑا ہو گیا۔ یہ کہتے کہ ہم یہاں دفن کرینگے۔ اور ورثا کہتے ہم اپنے وطن لے جائینگے۔ اسی حیص بیص میں شام ہو گئی صبح کو اٹھ کر جو دیکھا۔ اسی شکل، قد و قامت اور وزن کے دو صندوق پڑے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ آپ کس صندوق میں ہیں۔ اسی لئے دونو صندوق ایک چبوترے پر رکھ دیئے گئے اور آج تک اسی حالت میں رکھے ہیں۔ ماہ چیت کے آخری جمعہ میں زبردست میلہ لگتا ہے۔ گرد و نواح کے ہندو مسلمان سب آکر شریک ہوتے ہیں۔ اور کافی رونق ہو جاتی ہے۔

ملتان شہر کے اندر

حسین آگاہی کے قریب

خانقاہ مبارک حضرت عمدۃ العلماء مولانا خواجہ محمد موسیٰ پاک صدیقی رح

بندۂ نادر نیاز آگندہ شد | بندہ اش را سگ سگش را بندہ شد
چاکرانِ شیخ را چاکر منم | بندگانش را غلامِ کمترام (قاضی نادرؒ)

حسین آگاہی کے اندر، شمال مشرقی جانب محلہ کمنگراں کے متصل ½۱۵×½۱۵ کی مسقف عمارت میں مولانا وجیہہ الدین کے لختِ جگر حافظ محمد حیات کے فرزند ارجمند، اور عہد حاضر کے مشہور شیخ حضرت مولانا حسین بخش کے جدِ امجد عمدۃ العلما حضرت مولانا خواجہ محمد موسیٰ پاک رحمۃ اللہ علیہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کی چادر تانے ہمیشہ کی نیند سو رہے ہیں مظفر خانی عہد کے یہ باکمال درویش جو حافظ قرآن بھی تھے اور واقفِ اسرار طریقت بھی۔ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر خدا کی حمد و تقدیس کرنے والے بھی تھے اور مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر خلقِ خدا کو راہ ہدایت دکھانے والے بھی۔ بیعت کے لئے حضرت حافظ محمد جمال اللہ کی جناب میں حاضر ہوئے تو وہ فرط طرب سے اُچھل پڑے اور حاضرین

سے فرمایا۔ بھائیو۔ آج مجھے مبارک دو۔ اور پھر اپنے دستِ مبارک سے شیرینی تقسیم فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی یہ کیا ماجرا ہے؟ مولانا خیر پوری کی بیعت لینے پر بھی آپ نے اسی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اور آج پھر مولانا محمد موسیٰ کی بیعت پر بھی وہی صورت پیش آئی ہے۔ کیا یہ بھی ویسے ہیں؟

ارشاد ہوا۔" ہاں شاہبازہ و غوثِ وقت و قطب دوران است ایں"۔ الغرض مرشدِ کامل کے فیضِ صحبت سے مالامال ہو کر درجہ چہارم پر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور قال اللہ و قال الرسول سے مسلمانوں کے قلب و دماغ کی جلا کرنے لگے۔ درس کی کیفیت یہ تھی۔ کہ ہر وقت تشنگانِ علم طلبہ آپ کی خدمت میں موجود رہتے۔ اور جو کچھ پڑھاتے، وہ حلق اور زبان سے ادا نہ ہوتا۔ بلکہ دل کی عمیق گہرائیوں سے نکلتا یہاں تک کہ بسا اوقات آپ پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی۔ کہ ایک موقعہ پر جبکہ آپ تفسیر کا درس دے رہے تھے۔ کسی آیہ کریمہ پر آپ کو وجد آ گیا۔ تمام طلبار ادب سے خاموش ہو گئے۔ اسی اثنار میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کو تشریف لائے۔ کافی انتظار کی۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ تو مجبوراً طلبار کو سلام پہنچانے کا ارشاد کیا۔ اور رخصت ہو گئے۔

کچھ دیر بعد جب مولانا صاحب کو تسکین و اطمینان نصیب ہوا تو طلبار نے حضرت صدر تونسوی غریب النواز کا سلام عرض کیا۔ فوراً سر و قد کھڑے ہو گئے۔ اور کچھ سوچ کر مارڑی بیتل کی جانب چل دیئے۔ مقام مذکور پر پہنچ کر شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ اور معذرت پیش کی۔

مولانا کا دوسرا عزیز ترین شغل کتب کی تصنیف اور تالیف تھا۔ صدہا کتب اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائیں۔ لیکن سکھوں کی لڑائی میں نذرِ آتش ہو گئیں۔ ورنہ آج علمی دنیا میں ان کے سبب بیش بہا اضافہ ہو سکتا۔

اسی لیل ونہار میں اپنی عمر گرانمایہ بسر کرکے ۱۱ ماہ رجب ۱۲۶۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔

قطعہ تاریخ یہ ہے ؎

چو شیخ نامورِ عصر مولوی موسیٰ　　　کہ عمدۃ العلما بود صاحب معنی

بروز یازدھم پنجشنبہ زرجب　　　زشوقِ شاہد معنی برفت از دنیا

بطور قرب خدا یافت جا کلیم صفت　　　ندیم شاہ رسل شد بجنت الماویٰ

سر دش غیب بمسکیں بُرائے تاریخش　　　بگفت مولوی آمد بطور قرب خدا

۱۱ رجب کو سجادہ نشین صاحب کے زیر اہتمام آپ کا شاندار عرس ہوتا ہے۔ اور مجلس سماع بھی منعقد ہوتی ہے۔

آپ کے شرقی پہلو میں آپ کے باکمال فرزند حضرت خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی محبوب اللہ ثانی آسودہ ہیں۔ حضرت مولانا صاحب انہیں بیعت کرانے کے لئے مولانا خیر پوری کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کی "قبلہ۔ پوری توجہ فرمائیں۔ فقیر کا لختِ جگر ہے"۔ ارشاد ہوا میں بھی بے اولاد ہوں۔ آج سے یہ میرے معنوی فرزند ہیں۔ آئندہ انہیں امام بخش کی جگہ میرے نام سے پکارا کریں۔ یہ میرے ہم شکل ہونگے۔ اور صاحب اولاد ہوں گے۔ چنانچہ اس روز سے آپ خواص وعوام میں خدا بخش کے نام سے پکارے جانے لگے۔ فضل وکمال کے ساتھ زہد و اتقا میں یہ درجہ پایا۔ کہ نذر ونیاز سے گھن آنے لگی۔ کوئی ارادت مند کتنی بڑی پیشکش کیوں نہ گذارتا آپ انکار فرما دیتے۔ مشہور ہے۔ کہ اللہ داد خاں صاحب ڈسٹرکٹ جج آپ کے بیحد عقیدتمند تھے۔ ان کی یہاں سے تبدیلی ہو گئی۔ حاضر ہو کر ملتمس ہوئے کہ عیدگاہ کے قریب میرے دو چاہات

ہیں۔ لنگر خانے کے لئے قبول فرمائے جائیں۔ آپ نے فرمایا "بابا فقیر کو خدا کافی ہے۔ دوبارہ گذارش کی قبلہ حضور کے لئے کون بدبخت کہتا ہے۔ درویش جو آستانہ عالیہ پر پڑے ہیں۔ اُن کے لئے ہی لے لیجئے"۔ حضور نے کچھ گرم ہو کر فرمایا "ہم سب کا روزی رسان ایک ہے۔ اُسکے غیروں سے منظور نہیں"۔

۲۵ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ بروز سہ شنبہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے والد ماجد کے پہلو میں جا لیٹے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

باشش[1] نظام بسوز و گدازی — کیست کہ باوے حال بسازی
حال زمحنت افسوس دلی گو — سال وصالش نیز ازیں جو،

صاحب الروضہ کے غربی پہلو میں آپ کے پوتے اور مولانا خدا بخشؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد نظام بخشؒ دفن ہیں۔ آپ بھی والد ماجد کی طرح یکتائے روزگار تھے۔ اور تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیا کرتے تھے معاصرین میں بڑا وقار تھا۔ مولف انیس المساکین لکھتے ہیں۔ کہ

"حضرت ولی نعمی ذات، ملکی صفات، قدسی درجات، مظہر الجمال والکمال مولانا الملجانا حضرت مولوی نظام بخش صاحب خلف الرشید حضرت خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی محبوب اللہ ثانی کہ ثمر بوستان خلافت جمال اللہ و محبوب اللہ است و ما متعطشاں بادۂ توحید را صلائے

[1] یہ قطعہ تاریخ حضرت مولانا محمد نظام بخش رحمۃ اللہ علیہ کی قوت فکر کا نتیجہ ہے۔

وھواو شی لوا انتم جنودی دردادہ وساغر بساغر مستانِ رندانِ
بے خودرا از مدام پر کردہ مدام بخشیدہ۔ الٰہی ہمیشہ ایں بوستاں را
از بلو مخالف دوراں محفوظ داری وما جرعہ نوشاں ایں مے خانہ راو
میوہ چیناں ایں گلزار را از تازگی و سرسبزی ایں فردوس خوش نصیب
داری۔ آمین ثم آمین

۸ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات آپ کے طائرِ روح نے جسد عنصری سے پرواز کیا
اور گلستانِ موسوی کا یہ بلبل ہزار داستان ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ تاریخ وفات یہ ہے سہ

زترحیلش شدہ ملتان بے نور بسالِ وصل ہاتف گفت مغفور
۱۳۲۶

موجودہ سجادہ نشین

حضرت مولانا خواجہ محمد حسین بخش مدظلہ العالی اس درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔
جو الحاد اور دہریت کی موجودہ مسموم فضا میں خلقِ خدا کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے رہے ہیں
آپ عابد نہیں بلکہ آپ کا وجود سراپا عبادت ہے۔ صبح ہو یا شام دن ہو یا رات جس وقت بھی آپ
روضہ مبارک کی مسجد میں تشریف لے جائیں۔ خدا کا یہ برگزیدہ انسان آپ کو محراب کے اندر قیام
کی حالت میں کھڑا نظر آئیگا۔ ملتان میں رہتے۔ طالبان علم وادب کو درس دیتے۔ سالکان طریقت
کو اسرار و رموزِ معرفت سے آگاہ کرتے۔ اپنی جوانی گذار بیٹھے۔ اب عالم پیری اور انحطاطِ عمر کی آخری
گھڑیاں ہیں۔ ملتان کا کوئی باسی، ملتان کا کوئی عالم، کوئی صوفی، کوئی بدباطن، مفسدہ پرداز تک ایسا نہ

دیکھا نہ سنا کہ جس سے کبھی عقائد یا معاشیات کے بارہ میں الجھے ہوں یا شکر رنجی کی نوبت آئی ہو۔ کیا یہ حیرت اور اعجاز نہیں۔ کہ ایک انسان ایک ہی محلہ میں عالمِ طفلی سے عالم شباب اور پھر شباب سے زندگی کے آخرین لمحات تک پہنچ جاتے۔ دنیا کے اندر رہ کر اکتساب علم بھی کرے اور بال بچوں کے لئے نان و نفقہ کی جستجو بھی۔ مگر ایسی مرنجاں مرنج زندگی بسر ہو۔ کہ کسی کو اُن کے متعلق ناراضگی کا موقعہ تک نہ مل سکے۔ زندگی گذار دی، مگر کسی کے آگے دستِ احتیاج دراز نہ ہوا۔ کسی نواب کسی رئیس کو جا کر سلامی نہ دی۔ ساری عمر اپنی پیدا کردہ روزی سے اپنی اور اپنے بچوں کی گذران کی۔ اگر کسی ارادت مند نے کچھ نذر بھی کی۔ تو اُسے اپنی ذات کے لئے مکروہ سمجھا۔ درویشوں، ناداروں اور مقروضوں کی اعانت پر صرف کر ڈالا۔ حضرت مولانا شاہ بخش صاحب، مولوی حافظ دلدار بخش صاحب اور مولوی حافظ بشیر احمد صاحب آپ کے فرزند ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا شاہ بخش صاحب آپ کی زندگی کا صحیح مرقع ہیں۔ شکل و صورت وضع و قطع اور طرزِ گفتگو میں اپنے اسلاف کے آئینہ دار ہیں۔ تبحرِ علمی اور معاملہ فہمی میں بے نظیر و بے مثال ہیں سچ یہ ہے کہ حضرتِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس گھرانے کا پورا ترجمان ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مجلس خانہ میں سجادہ نشین صاحب اور آپ کے فرزند اکبر خود طلباء کو تفسیر، حدیث اور نظم کا درس دیتے ہیں۔ اور بادۂ عرفان سے طالبانِ صادق کی تشنگی بجھا کر انہیں دینوی و دنیاوی

سعادتوں سے بہرہ اندوز فرماتے ہیں۔ اور اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ آجکل دنیا میں اگر کوئی درویش ہے۔ اگر عہد حاضر میں کوئی حضرت حسن بصری اور بایزید کا سچا نمونہ ہے تو وہ حضرت مولانا کی ذات ہے۔ جو زائر ملتان آئے اور مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب" کا مشاہدہ کرنے کے بعد کسی زندہ حق آگاہ مرد سے ملاقات کرنا چاہے تو وہ آپ کی جناب میں آئے۔ انشاء اللہ شاد کام جائیگا ؎

گر بگردی گردِ عالم اے فتا　　　کم بیابی ایں چنیں مردِ خدا

حضرت حافظ عباس رحمۃ اللہ علیہ

موتِ دلی نیست حیت ابد　　　قوت امداد نہ زد گشتہ رد

مسجد حضرت خواجہ محمدؒ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے متصل دیوار میں آپ کا مزار ہے آشوبِ روزگار سے آپ کا مرقد بے نشان ہو چکا تھا۔ مسجد میں داخل ہونے پر لوگ یہاں جوتے اتارا کرتے تھے ایک رات کو حضرت خواجہ محمدؒ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تہجد گزارنے کی غرض سے اندر داخل ہو رہے تھے۔ ایک پیر مرد نمودار ہوئے اور فرمایا۔ کہ

"جہاں لوگ جوتے اتارتے ہیں۔ یہیں میرا مزار ہے۔ عرصہ سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے یا تو جوتوں کی جگہ بدل دیں یا کوئی اور ایسی صورت پیدا کریں جس سے آئندہ مجھے تکلیف نہ ہو"

حضرت مولانا نے فرشِ زمین کو تھوڑا سا بڑھا کر جوتے اتارنے کی جگہ پیچھے کو ہٹا دی

اور آپ کے مزار کو دیوار کھینچ کر طاقچہ نما سا بنا دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جنون کے مریض آپ کے مزار پر آکر صحت یاب ہوا کرتے ہیں۔ اور دودھ چاول کی نذر مانی جاتی ہے:

مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محلہ بدر و شیر خاں، مسجد مولوی غلام محمد صاحب کے جنوبی حجرہ میں آپ کا مزار ہے۔ بڑے متبحر عالم تھے۔ تفسیر و حدیث کا درس دینے میں عمر بسر کر دی۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی سے بیعت تھی۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ آپ کے متولی میاں احمد دین صاحب بنتی ہیں۔

مسجد حضرت مولانا خدا بخش صاحب خیرپوریؒ

باغیچہ مرزا جان سے جانب شمال ایک وسیع و طویل مسجد ہے جس میں ایک صدی پہلے عہد وسطیٰ کے علامہ غزالیؒ اور ملتان کے امام ربیعہ حضرت مولانا خدا بخش صاحب خیرپوری وسیع پیمانے پر درس دیا کرتے تھے۔ آپ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ کے مرید اور خلیفہ اول تھے۔ سالہا سال تک اس مسجد مبارکہ کو قال اللہ و قال الرسول سے گرماتے رہے۔ ہزارہا طلبار آپ سے فیضیاب

ہوئے۔ لیکن جب ملتان کے آخری مسلمان تاجدار نہایت بیکسی اور بے بسی سے مارے گئے اور یہ علاقہ سکھوں کی عملداری میں آیا۔ تو آپ کا دل یہاں سے سیر ہو گیا۔ فرمایا۔ "یہاں عبادت میں سرور نہیں آتا۔ اب ہم اسلامی عملداری میں رہیں گے"۔ سچ ہے جہاں دین وایمان کامل طور پر محفوظ نہ رہ سکے۔ وہ وطن کیا ۔؎

بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

ان تاثرات کے ماتحت آپ یہاں سے ہجرت کر کے ریاست بہاولپور کے ایک مشہور قصبہ خیر پور کو چلد یئے۔ اور وہ مسجد جو کبھی طالبانِ علم وادب کے علمی مشاغل اور سالکانِ طریقت کے اذکارِ جمیلہ سے آٹھوں پہر گونجتی رہتی تھی۔ دن کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، حکمت، تصوف ادب اور تاریخ کا معلم اکبر انتہائی فصاحت اور بلاغت سے لیکچر دیتا۔ تو رات کو مسجد کی چاردیواری کے اندر قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ، نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ کی عملی صورت نظر آتی تھی

"آہِ بے ستون خانہ" کی طرح محفلِ قدس کی یاد میں تڑپنے اور سسکنے کو باقی رہ گئی۔ اب بھی جب کوئی اہلِ دل اس مسجد میں تبرکاً کوئی نماز یا دوگانہ ادا کرنے جاتا ہے۔ تو مسجد کے درودیوار سے رقت، سوز اور گداز سے گریہ ونالہ کی آواز سنائی دیتی ہے ۔؎

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیٔ محفل کی یاد،
جل چکا حاصل، مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

مقبرہ شاہ دلیر رحمۃ اللہ علیہ

بسیدان باقی چو رفتہ دلیر ۔۔ گستہ زچار و گذشتہ ز ہفت
خرد گشت ملہم ز تاریخ وے ۔۔ دلیر عہد وہ دلیرانہ رفت

مسجد مولانا خیر پوری کے متصل جنوب کی طرف مختصر مگر نہایت حسین گنبد نما عمارت ملتی ہے جس کی طرز تعمیر میں خالصہ رنگ نمایاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صاحب الروضہ حضرت میاں دلیر رحمۃ اللہ علیہ سے دیوان ساون مل صوبیدار ملتان کو بیحد عقیدت تھی۔ اور اس لئے ہی آپ کے مرقد پر یہ خوبصورت عمارت تعمیر کی اور اپنی یاد قائم رکھنے کے لئے مقبرہ کی تعمیر میں خالصہ آرٹ کو کام میں لایا مقبرہ کے اندر دیواروں پر نقاشوں نے اپنی کاریگری کا جوہر توڑ دیا ہے۔ اوپر چار ہوا خانے تھے۔ جن کے دونو طرف دیدہ زیب اور رُوح پرور چوبی جالے تھے جو اب شکستہ ہو چکے ہیں۔ شمالاً جنوباً دو خشتی مرغولین بنے ہیں۔ مشرقی جانب داخل ہونے کے لئے صرف ایک کار چوبی کا دروازہ ہے۔ اور درمیان میں ایک خوبصورت سی ننھی منھی مرقد ہے جسے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اسی میں عہدِ آخر کا مشہور شیخ میاں دلیر کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت کا شاہانہ اعتراف کر رہا ہے۔ آپ کے فقر، اثر و نفوذ اور تصرفات باطنی کی اس سے معتبر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خالصہ حکومت نے مسجدوں کے بند کرنے، قیمتی پتھروں کے اکھیڑ لینے شالامار باغ اور آصف جاہ کی عمارتوں سے سنگ مرمر نوچ لینے کے باوجود آپ کے مرقد پر

ایسی شاندار عمارت تعمیر کی۔ جو صدیوں تک غیر مسلم حضرات پر خالصہ عقیدت وارادت کے اعتراف کا اظہار کرتی رہے گی۔ اور وہ شہادت سب سے زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ جو مخالف کی زباں سے ادا ہو۔

آپ کے مقبرہ کے ساتھ چھوٹی سی سرائے بھی ہے۔ اور ایک آدھ رہائشی مکان بھی مگر سرکار انگریزی کی عملداری میں بھی آپ کی خانقاہ مقفل رہتی ہے۔ خاکسار ایک دو مرتبہ حاضری کیلئے گیا۔ مگر مقفل دیکھ کر واپس لوٹ آیا۔ اخیر میں جبکہ اس کتاب کی تصنیف کے لئے اندر جانا ضروری تھا مزید جستجو کرنے پر ہمسایہ کے گھر سے چابی حاصل کی اور اندر جا کر فاتحہ کی نذر پیش کی۔
آپ بھی اسے مقفل دیکھ کر واپس نہ چلے آئیں۔ بلکہ مشرقی جانب جو مکان گوجروں کا ہے وہاں سے چابی حاصل کر کے ضرور زیارت کریں :-

شاہ دانا شہید رحمۃ اللہ علیہ

محلہ شاہ دانا شہید، احاطہ میں قبہ بیض کے اندر دو مزار ہیں۔ دونو بھائی ہیں۔ کسی اسلامی لشکر کے عہدہ دار تھے۔ اور لڑائی میں شہید ہو کر یہاں دفن ہوئے۔ ان کے رتبہ اور خاندانی عظمت کے لحاظ سے حاکم وقت نے مقبرہ تعمیر کرا دیا۔ مرقع ملتان کا واقعہ افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمسایہ لوگوں نے اس قصہ کی تصدیق نہیں کی۔ جو حضرت غوث پاک کے متعلق مشہور ہے۔ آپکے زمانہ میں خاندان غلاماں اور خاندان خلجی کا دور رہا ہے۔ اور وہ سب آپ کے معتقد اور ارادتمند

تھے۔ اس قسم کے اہتمام کی جرأت ایک تعجب خیز معلوم ہوتی ہے۔

ہمسایہ لوگ آپ کے اثر اور روحانی تصرفات کے بیحد قائل ہیں۔ گنبد ۳۰×۳۰ فٹ کی عمارت پر بنا ہے۔ مگر اب شکستہ حالت میں ہے۔ دیواروں کی نقاشی بھی قریباً قریباً مٹ چکی ہے؛

حضرت حافظ بولا رحمۃ اللہ علیہ

محلہ ساگ دیڑھا کے قریب سانگیانوالی مسجد کے جنوب میں چبوترے پر آپ کا مرقد مبارک بنا ہوا ہے۔ آپ بڑے متشرع اور پرہیزگار عالم تھے۔ اسی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کی عدم موجودگی میں ایک فقیر آگھسا اور بھنگ گھوٹنی شروع کردی۔ جب آپ آئے تو غصہ سے لال ہو گئے۔ فرمایا یہ کون بے ادب ہے کہ شریعت کا بھی لحاظ نہیں کرتا۔ مارنے کو ہاتھ اُٹھایا کہ فقیر نے نظر کی۔ اور وہیں خشک ہو کر رہ گیا۔ دوسرا ہاتھ اُٹھایا۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ لات مارنی چاہی وہ بھی ناکارہ ہو گئی۔ اور آپ دھم سے گر پڑے۔ حاضرین اُٹھانے کو دوڑے۔ فرمایا میری خیر ہے۔ مجھے اُٹھا کر اس فقیر پر دے مارو۔ فقیر نے جب یہ استقلال دیکھا۔ تو سینے سے لگا کر اچھا کر دیا۔ اور پھر غائب ہو گیا۔ اُس دن سے حافظ صاحب کامل ولی بن گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ خضرؑ تھے جو فقیر کے لباس میں آزمائش کو آئے تھے؛

بانگا بلال رحمۃ اللہ علیہ

محلہ بانگا بلال میں برسرِ راہ احاطہ کے اندر آپ کا بڑا مزار ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ حضرت غوث بہاؤالحق والدین زکریا ملتانی کے مؤذن تھے۔ اور آپ کو اذان سے عشق تھا۔ اس لئے بانگا بلال کے نام سے مشہور ہو گئے۔

شاہ حسین آگاہی رحمۃ اللہ علیہ

برسرِ بازار ایک مسقف حجرے کے اندر مدفون ہیں۔ ساتویں صدی کے نہایت باکمال بزرگ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس کام کے لئے کوئی حاضر ہوتا۔ اُس کے حُسن و قبح سے آگاہ فرما دیتے اسی واسطے حسین آگاہی کہے جانے لگے۔ بازار بھی آپ کے نام پر مشہور ہے۔

پیر دوست محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ

بطرف گندم منڈی، والوں کی گلی میں، بجانبِ شرق ایک کٹہرے کے اندر آپ کا مرقد ہے۔ بڑے متشرع بزرگ تھے۔

پیر عبدالرشید صاحب کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

محلہ کتہرہ میں کٹڑے والی مسجد کے جنوبی طرف حجرہ میں آپ ابدی نیند سو رہے ہیں آپ زمانہ کے فقید المثال عالم بھی تھے۔ اور ساتھ ہی بحر معرفت کے غواص بھی حضرت غوث پاکؒ برسوں آپ کے آگے زانو تلمذ تہ کرتے رہے :

مٹاں والے پیر رحمۃ اللہ علیہ

سعد محلہ کی جانب راستے میں ایک حجرہ کے اندر آسودہ ہیں۔ آپ بے حد جلال کے بزرگ تھے۔ کوئی مزار کے قریب نہ آسکتا تھا۔ خواجہ نظام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب ملتان میونسپلٹی کوچے کو سیدھا کرنے لگی تو آپ کا مزار درمیان میں آتا تھا۔ اسلئے کارکنان نے آپ کی نعش کو نکال کر یہاں رکھ دیا۔ لیکن آپ کو جلال نہ آیا۔ کسی نے تعجب سے مزار پر جاکر کہا :-

ع فتح اللہ چرا نہ گرفت انتقام خویش

جواب ملا ع خامش کہ سر بر سر راہِ رضا نہاد

دراصل آپ کا نام سید فتح اللہ شاہ ہے۔ اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی کی اولاد میں سے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

پیر عبدالرشید صاحب ازکریا رحمۃ اللہ علیہ

بازار چوڑی سرائے محلہ باربنداں، طاق کے اندر آپ کا مزار ہے۔ حضرت پیر عمر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں:

مسجد پھول ہٹاں

عین چوک میں، جنوب مغربی گوشہ کے اندر مغل طرز کی وسیع و عریض مسجد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی درویش نے شہنشاہ فرخ سیر کو بچے کے تولد ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ جو پوری ہوئی اور اس خوشی میں بادشاہ نے یہ مسجد تعمیر کر دی۔ چونکہ دروازے پر گل فروشوں کا ہجوم سا رہتا ہے۔ اسلئے پھول ہٹوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسجد کے ساتھ چند دوکانیں بھی ہیں۔

مسجد نواب علی محمد خاں

بفضلِ ایزد و لطفِ نبی آخر الزمان بیمن حضرت جیلاں غوث ہر دو جہان

بہ جائے شحنہ بازار بہر ہدم فساد کہ بُد چبوترۂ وار جرم و ظلم عیاں

بنائے مسجد و حمام و چاہ و حوض عجیب | بساخت بر سر بازار ناظم ملتان
برائے سال بنایش ز غیب ہاتف گفت | نمود مسجد عالی علی محمد خاں

بلحاظ مرکزیت اور نفاست کے یہ مسجد ملتان شہر کی جملہ مساجد پر فوقیت رکھتی ہے اور صحیح معنوں میں جامع مسجد کا اس پر اطلاق آتا ہے۔ چاروں طرف نیچے دکانیں بنی ہیں۔ اور اوپر مرتفع چبوترہ پر یہ عالیشان مسجد قائم ہے۔ اصل عمارت اندر سے ½۴۲ × ۷۰ فٹ ہے۔ دیواروں پر نقاشی کا کام کمال خوبصورتی سے ہوا ہے اور آیۃ الکرسی، قرآنی آیات و اسمائے باری تعالیٰ کمال دلفریبی و خوبصورتی سے بخط کوفی مرقوم ہیں۔ چھت چوبی ہے اور کمال چابکدستی سے اس پر نقاشی کا کام کیا گیا ہے۔ محراب اور منبر مرمرین ہے۔ باہر صحن میں ۱۰×۱۰ گز کا ایک حوض ہے جس میں نمازی وضو کرتے ہیں۔ پہلے کنوئیں کے ذریعے اس میں پانی آتا تھا۔ اب مولوی علی محمد صاحب خطیب و متولی مسجد کی ہمت سے موٹر لگادی گئی ہے۔ عمارت کی مرمت بھی ہو رہی ہے۔ پچھلے سال سنگ مرمر کا خوشنما محراب بنوایا گیا تھا اور اب لاوڈ سپیکر کی تجویز زیر غور ہے۔ خدا مولانا صاحب کے عزائم میں برکت دے اور ان کو زیادہ بلند ہمتی سے کام کرنے کی توفیق دے۔ تاکہ وہ "لومۃ لائم" سے بے خوف ہو کر اسی طرح ٹھوس کام کرتے چلے جائیں۔

مساجد قرونِ اولیٰ اور وسطیٰ میں صرف نمازیوں کے لئے نہیں تھیں۔ بلکہ طلبا و اساتذہ کے درس تدریس سے معمور رہتی تھیں۔ بقول رحلۃ ابن جبیرؒ

اَمَّا الْمَسَاجِدُ فَکَثِیْرَۃٌ لَا تُحْصٰی | لیکن مسجدیں، تو وہ بیشمار ہیں۔ جو زیادہ تر
وَاَکْثَرُھَا مَحَاضِرُ لِمُعَلِّمِی الْقُرْاٰنِ | قرآن کی تعلیم گاہیں ہیں۔

ملتان کی بیشتر مساجد مظفر خانی عہد تک تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس سے گونجتی رہتی تھیں۔ اب عوام ہوں یا خاص سب کا رجحان ملکی و غیر ملکی زبانوں کی طرف ہو گیا ہے۔ اور مذہبی تعلیم مولویوں اور اُن کے بچوں تک محدود رہ گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ بطور سابق مسجدوں میں تفسیر اور حدیث کے درس شروع ہوں۔ تاکہ الحاد اور دہریت کی جو فضا قوم اور ملت کے نونہالوں میں سرعت سے پھیل رہی ہے۔ اُس کی روک تھام ہو سکے۔ خطیب صاحب کا بیان ہے کہ اس مسجد میں پچاس طلباء زیر تعلیم رہے ہیں۔ اور اب بھی وہ انفرادی یا اجتماعی صورت میں پڑھانے کو تیار ہیں۔ ہمسایہ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو مسجد سے روشناس کرا کے ان سے مذہبی تعلیم دلوائیں۔ کم از کم قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان بچے کو آ جانا چاہیئے۔ حکومت خود اب مغربی تعلیم کے تاثرات سے اُکتا چکی ہے۔ وہ دل سے چاہتی ہے کہ پرانے زمانے کا طریق تعلیم درس کی صورتوں میں از سر نو جاری کیا جائے۔ چنانچہ آنریبل میاں عبدالحئی وزیر تعلیم پنجاب اپنی تقریر ۱۹۶۳ء کے دوران میں اس امر کی خاص طور پر وضاحت فرما چکے ہیں۔ یہ مسجد ملتان کی عزت ہے۔ ملتِ اسلامیہ کا ناموس ہے مسلمانوں کو اس کی آبادی اور رونق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔

تعمیر مسجد و مختصر حال

اس مسجد کے بانی ملتان کے مظلوم تاجدار نواب علی محمد خاں صاحب خاکوانی ہیں۔ انہوں نے اپنے مختصر سے عہد میں رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ نالہ علی محمد خاں، باغ لنگے خاں مسجد اور فصیل کی مرمت کافی مصارف اور توجہ سے پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ۱۱۷۱ھ میں مسجد تیار ہوئی اور ۱۱۷۵ھ

میں نواب ممدوح احمد شاہ ابدالی کے حکم سے نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کئے گئے۔

آپ کا مرقد مبارک گورستان شاہ حسن پروانہ میں بیکسی کا مزار بنا ہوا ہے۔ مظفر خانی عہد کے بعد جب سکھ برسرِ اقتدار ہوئے۔ تو یہ مسجد ناظمِ وقت کی کچہری قرار پائی۔ اور اندر گرنتھ صاحب رکھا گیا۔ چنانچہ یہ واقعہ مسجد پر بطور کتبہ کے درج ہے۔

زہے عمارت عالی مسجدِ ملتاں — کہ کردہ اش بنائش علی محمد خاں
کشید بر سرِ بازار باد و صد اقبال — لوائے دینِ نبی ہم چو آفتاب عیاں
بماند در کفِ سنکھاں بسال سی و چہار — اسیر و بند کہ می کرد ماہ و سال فغاں
ظہور نور حبیبی رہاند از بندش — کہ گشتہ است ظہورش ز نور کون و مکاں
پس از شکستن سنکھاں تیار شد از نو — بزیبہا و تو بہا و نقشہ دالاں
چو کرد نور محمد کشادہ از بندش — بتافت ہم چو ستارہ ز ظلمت سنکھاں

عہدِ انگلشیہ میں یہ مسجد مسلمانوں کو واپس ملی اور مولوی علی محمد کے جد بزرگوار مولوی نور محمد صاحب نے انتہائی کوشش کے بعد مرمت وغیرہ مسجد کو موجودہ صورت میں پیش کیا۔ بفضلہ مسجد کے متعلق کافی دوکانیں ہیں جن کی آمد سے مسجد کے اخراجات پورے طور پر انجام پاتے ہیں۔

مزارات گوشہ نشیناں

گلی مچھی ہٹ محلہ گوشہ نشیناں میں ایک مسجد کے اندر شمالی چبوترے پر ایک مرقد ہے

اس میں سید محمدؒ ابراہیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جسدِ مطہر مدفون ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے مشہور شیخ تھے۔ تفسیر و حدیث کا درس آپ کا شغلِ عزیز تھا۔ ساری زندگی توکل و قناعت کے گوشہ میں گذار دی۔ مرتے دم تک کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کیا۔ واصل الی اللہ ہو کر یہاں دفن ہوئے۔ حکیم محمدؒ عتیق صاحب آپ کے متولی ہیں۔

مولوی عبدالعلیم شاہؒ

مشہور عالم تھے، شریعت حقہ کے ساتھ طریقت و معرفت کے اسرار و رموز کے بھی واقف تھے۔ اپنی زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ عمر گرانمایہ درس تدریس میں بسر کر کے اپنی مسجد میں مدفون ہوئے۔ یہ مسجد شریف محلہ لونگر والی میں واقع ہے۔

لڈن کڈن رحمہم اللہ تعالےٰ

کیڑی ٹوپیاں محلہ جھک میں ایک قبہ کے اندر دو درویش لڈن کڈن ابدی نیند سو رہے ہیں۔ دونو خدا رسیدہ اور حقیقی بھائی تھے۔

پیر قاضی جلالؒ

محلہ قاضی جلال میں احاطہ کے اندر آپ کا مزار ہے۔ آپ سید جلال الدین بخاری اُچوی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کے مرید میں آٹھویں صدی میں آپ کے وجود سے ہزار ہا بندگان خدا کو فیض پہنچا۔ ۷ ارجب ۷۳۲ھ کو انتقال فرما کر یہاں آسودہ ہوئے۔ حکیم رحیم بخش صاحب آپ کے متولی ہیں۔

پیر سید حافظ محمد جمال رحمتہ اللہ علیہ

دربار پیر صاحب سے شمال مشرقی جانب جموں والی مسجد میں آپ کا مزار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ گیارہویں صدی کے متبحر عالم تھے۔ استنبول سے یہاں تشریف لائے۔ درس تدریس میں عمر عزیز صرف کر کے یہاں دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ محمد مسعود رحمتہ اللہ علیہ المعروف بہ

حضرت پیر سید جنیدؒ

دربار پیر صاحب سے جانب شرق ایک گلی کے اندر فریدہ منزل کے متصل آپ کا

مرقد مبارک واقع ہے۔ چونکہ حضرت جنید زمان تھے۔ اسی خطاب سے مشہور ہوئے۔ ساتویں صدی میں آپ کے فیض سے ہزارہا بھولے بھٹکے لوگوں نے قرب الٰہی حاصل کیا۔ آپ کے متولی حکیم صالح محمد صاحب ہیں۔ اور ان کے زیر اہتمام ۲۱ شوال کو آپکا عرس بڑی عقیدت اور محبت سے انجام پاتا ہے۔

حضرت مولانا درویش محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی میں تین اور صاحب کمال مدفون ہیں۔ ایک حضرت خواجہ مولانا درویش محمد صاحب ہیں۔ جو حضرت سلطان السالکین خواجہ عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹ شریف کے نہایت محبوب مرید تھے۔ اور مرشد سے منصب خلافت بھی حاصل تھا۔ آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ شام کو جو کچھ بچتا۔ سب راہِ خدا میں خرچ کر دیتے اور دوسرے دن کے لئے کچھ بس انداز نہ فرماتے۔ ۲۲ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے پہلو میں مولوی صالح محمد صاحب و مولوی محمد حسین رحمہم اللہ تعالیٰ مدفون ہیں۔ یہ ہر دو بزرگ حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ شریف) کے مرید تھے۔ اور ملحقہ مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور ساری عمر اسی مسجد میں بسر کی۔ نہ کسی امیر یا نواب کے ہاں چل کر گئے۔ اور نہ کسی سے اپنی ذات یا مدرسہ کیلئے کچھ قبول کیا۔ شکم پرست علماء کو آپ کی سیرت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

خانقاہ مبارک شمس العارفین سلطان السالکین اعلیٰحضرت مخدوم شیخ

سید ابو الحسن حافظ محمد جمال الدین پیر موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ

ما طفلِ کم سواد و سبق قصہ ہاتے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

مسجد نواب علی محمد خاں سے جو بازار پاک دروازہ کو گیا ہے۔ اس میں تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر دائیں جانب کو ایک بلند دروازہ آتا ہے جس پر ذیل کا شعر مرقوم ہے ؎

سگ درگاہِ میراں شو چو خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ دربارِ جیلانی

یہی حضرت مخدوم شیخ سید حافظ محمد جمال الدین پیر موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ مبارک کا داخلی دروازہ ہے۔ اندر موڑ پر بائیں طرف سید محمد رمضان شاہ صاحب جیلانی کا مزار ہے دائیں سمت حضور کی اولاد کے بنگلے ہیں۔ اور سامنے مغرب کو حضرت کا سبز روضہ ہے۔

چند قدموں پر ایک اور چھوٹا سا دروازہ آتا ہے۔ بلند دروازہ سے یہاں تک فقرار اور زائرین کا تانتا سا لگا رہتا ہے۔ اکثر زائر پیسے دو پیسے کی کوڑیاں لے لیتے ہیں۔ اور دو دو چار چار

کر کے نقیروں کی طرف پھینکتے جاتے ہیں۔ داخلی دروازے کے ہر دو جانب درویش عورتیں بیٹھی رہتی ہیں۔ جو جوتوں کی نگرانی کرتی ہیں۔ زائر پیسہ دو پیسہ انہیں دے دیتے ہیں۔ دروازہ کے اندر بائیں جانب کو لمبا سا برآمدہ ملتا ہے۔ اس میں بڑے پیر[۱] صاحب کے شیر دل بھائی خان بہادر مخدوم سید راجن بخش شاہ صاحب ایم ایل اے سنٹرل اسمبلی مدفون ہیں۔ آپ سولہ برس بلدیہ ملتان کے غیر سرکاری صدر اور ہندوستان کی لیجیسلیٹو اسمبلی کے بلامقابلہ ممبر رہے۔ اس عرصہ میں جس قابلیت، ذمہ داری دیانت داری اور دلسوزی سے قوم و ملت کے خدمات آپ سے انجام پائے اُن کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ۱۰ محرم ۱۳۵۵ھ[۱۹۳۶] کو وفات پا کر یہاں سپردِ خاک ہوئے آپ کے صاحبزادوں میں سے مخدوم زادہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور سید غلام نبی شاہ صاحب ممبر بلدیہ غیر متزلزل استقامت اور لازوالی جذبہ قوم پروری کے سبب ملتان شہر میں بے پناہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

برآمدہ کے آگے قبہ اخضر کا طلائی دروازہ آتا ہے۔ جو بیحد خوشنما اور دیدہ زیب ہے اور اس پر چاندی کے اوراق نہایت چابکدستی سے جڑے ہیں۔ اندر کو بڑے پیر صاحب کے لختِ جگر مخدوم زادہ سید محمد مختیار حسین رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد ہے۔ آپ نہایت متقی اور عبادت گذار نوجوان تھے۔ ۲۲ برس کی عمر میں واصل بحق ہو کر یہاں مدفون ہوئے۔ شیر شاہ کے قریب چاہ چلّہ والہ عرف کریم بخش والہ پر ہر سال آپ کی یادگار میں بڑے دھوم دھام سے عرس ہوتا ہے مزار کا کتبہ حسب ذیل ہے سہ

---

[۱] موجودہ سجادہ نشین صاحب عوام میں بڑے پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

شدہ والا قدر در زہد و تقویٰ ہمیشہ مشتغل در فکرِ رحمان
ولی اللہ محمد مختیار حسین آنکہ بدے صادق زدے از عشقِ یزداں
بشرش آمد و باجاں رفت عشق شہیدِ ناز شد در عین ریعاں
قَدْ هَزَّتْ مَلَكُوْتَهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ زمین و آسماں شد زارِ نالاں
بہ بست و چار از اوّل جمادی بروزِ جمعہ شد در باغِ رضواں
بجو سالِ وصال از لفظِ شاغل
بگو تاریخ بعد از فوت غفراں

اس مزار مبارک کے ساتھ ساتھ جیلانی خاندان کے سجادگان محو خواب ہیں۔

قبہ اخضر

اصل عمارت جو قبہ اخضر کے نیچے واقع ہے۔ اندر سے ۲۱ فٹ ۸ انچ مربع ہے عین درمیان میں ۱۱×۱۱ فٹ کا چوبی کٹہرا ہے جس کی چھت پر شیشے جڑے ہیں۔ برقی قمقموں کے روشن ہونے پر چھت جگمگا اٹھتی ہے۔ اس چوبی کٹہرے کے اندر ۸×۸ فٹ کا ایک اور نازک مرمریں کٹہرا ہے۔ جس کے درمیان میں تین حسین سے مرقد ہیں۔ درمیانی مزارِ گوہر بار حضرت صاحب الروضہؒ کا ہے۔ مشرقی پہلو میں آپ کے صاحبزادے شیخ العالم سید حامد گنج بخش قدس سرہٗ مدفون ہیں۔ اور مغربی جانب حضرت کے نبیرہ اور سید حامد گنج بخش کے فرزند نامدار سید جان علیؒ کا مزار ہے۔ اور اسی سمت کٹہرہ کے باہر مگر متصل ان کے چھوٹے بھائی سید یار علی کی قبر ہے۔ رَحْمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن۔

حالات صاحب الروضہ

بحرِ معرفت کے غواص، اقلیمِ معرفت کے تاجدار اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کے پیرِ طریقت جو دنیا میں پیر موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ کے نام سے مشہور ہیں ۹۵۲ھ میں بمقام اُوچ پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ سید حامد جہاں بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ فرمایا اس کے بعد علوم ظاہری کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ اور ابھی صرف ونحو کے بعد "قافیہ" کی بحث مرفوعات تک ہی پہنچے تھے۔ کہ "انشراحِ صدر" ہو گیا "فن خطاطی" کے لئے رات کا وقت مقرر تھا اور آپ اس شغف و انہماک سے مشق کرتے۔ کہ جب نیند کا غلبہ ہوتا۔ تو آنکھوں میں نمک ڈال لیتے۔ اور اوراد و وظائف سے تو آپ کو عشق تھا۔ والدہ ماجدہ بعض اوقات قبلہ مخدوم صاحب سے اس امر کی شاکی ہوتیں کہ ذکر الٰہی میں بچہ کھانے کی پرواہ تک نہیں کرتا۔ اور کھانا سرد ہو جاتا ہے جس پر حضرت آپ سے فرماتے۔ "برخوردار نفس کے آرام کیلئے بھی کچھ ہونا چاہیئے ابھی ریاضت کا کافی وقت پڑا ہے ایک موقعہ پر "وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ" کا ارشاد نظر سے گذرا۔ اُسی وقت سے آپ اس دولتِ سرمدی کے حصول کی فکر کرنے لگے۔ عرصہ گذر گیا۔ اور آپ اس خیال میں متغرق و سرشار رہے۔ اچانک ایک دن والد بزرگوار نے بحالتِ ذوق فرمایا۔ کہ

"بابا! دستِ بیار تا چیزے کہ از حضرتِ جدِ اعلیٰ حاصل کردہ ام بشما تفویض کنم"

چنانچہ آپ نے فرطِ مسرت سے بیخود ہو کر دستِ ارادت حضرت کے دستِ تصرف میں دیدیا جس سے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کی شاہراہ کا نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

ارشاد ہوا۔

"نورِ چشم! دنیا دارِ مکافات است، شریعت و تقی پیش نہادہ و درجات عالیہ
حقیقت را حاصل کُن کہ اولیں پرسش شریعت است، اگر درینجا نقصے
واقع شد زاں بعد مشکل تراست و ہیچ صورتِ مفر نیست۔"

پھر فرمایا۔ فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ

اس کے بعد خاص خرقہ مبارک اور سجادہ و تسبیح مرحمت ہوئی۔ اور ایک انگوٹھی جو حضرت نے اس وقت پہن رکھی تھی عطا فرمائی۔ اگرچہ آپ کے بڑے بھائی سید نظام الدین عبدالقادر بقید حیات تھے۔ مگر لنگر کی آمدنی کے فرامین اور سندات جاگیر و وظائف بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ اور فرمایا۔

"برو کار کن و ایں نعمت را بہر کہ خواہی اظہار کن"

آپ کا ارشاد ہے کہ باایں ہمہ فیوضات جو کہ بندہ کو حضرت والد ماجد کے توسل سے عطا ہوئے۔ یہ تمنا ضرور تھی کہ کسی طرح حضرت رسالتماب روحی فداہ کی سرکار سے اجازتِ ارشاد حاصل ہو مگر میں اپنے دل میں خوب سمجھتا تھا۔ کہ کہاں یہ بندہ شرمندہ اور کہاں زیارت فیض بشارت نبی الانبیاءؐ

اگر تو وعدہ وصلم دہی بہ بیداری، حرام باد سر خود اگر بخواب آرم
دگر بخواب نمائی جمال خود یکدم بروز حشر نخواہم کہ سر ز خواب آرم

لیکن قربان جایئے اس بندہ نوازی کے کہ خود اسی ذات پاک نے جس کے حق میں انك لتھدی الی صراط المستقیم آیا ہے۔ عاجز کو اپنے سامنے بٹھا کر ہاتھ پکڑ لیا۔ کلمہ شہادت استغفار، حوقلہ، دعائے قنوت ایمان مجمل اور مفصل تین تین بار پڑھوایا۔ اور توجہ مبارک اس خاکسار

کے ہاتھ پر رہی۔ اس کے بعد قلمدان مرحمت ہوا۔ اور فرمایا ان کلمات کو لکھ اس وقت حضرت رسالتمآب روحی فداہ کا جلال اس قدر غالب ہوا۔ کہ مجھ میں لکھنے کی سکت نہ رہی۔ عرض کی کہ بندہ میں اتنی طاقت کہاں کہ حضور کی موجودگی میں ہاتھ ہلا سکے۔ چنانچہ بندہ پر سخت گریہ طاری ہوا۔ رسالت پناہ سے مرحمت خسروانہ سے میری دلداری کی۔ اور دوبارہ لکھنے کو فرمایا۔ جس پر میں نے سب کچھ لکھ لیا۔ اسکے بعد حضرت غوث صمدانیؒ کی زیارت ہوئی اور فرمایا۔ "قُمْ فَاَنْذِرْ الحمدللہ کہ مسرور شدم و مامور شدم"

آپ کے بڑے بھائی سید نظام الدین عبدالقادرؒ نے جب آپ پر اس قدر نوازشات مبذول ہوتی دیکھیں۔ تو ان میں ایک قسم کا رشک سا پیدا ہو گیا۔ اور وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ کسی طرح آپ والد بزرگوار کے پاس نہ رہ سکیں اور سجادگی کی وصیت میرے حق میں ہو۔ چنانچہ حضرت مخدوم صاحب کو مجبور کر کے سندھ کی جاگیر پر بھجوا دیا۔ حضرت موسیٰ پاک سے والد بزرگوار کو اس قدر محبت تھی۔ کہ بس یعقوبؑ اور یوسفؑ کا ہی معاملہ تھا۔ فرزند سعادتمند کے فراق نے آپ کو کمزور اور نڈھال کر دیا۔ اور فراق یوسف میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ کسی بہانے سے بڑے بیٹے کو الگ کر کے آپ کو بلوا بھیجا۔ جب آپ حاضر ہوئے تو مخدوم صاحب رونے لگ گئے آپ پر بھی گریہ طاری ہوا۔ اور والد بزرگوار کی چھاتی سے چمٹ گئے اور پہروں دونوں یوسفؑ و یعقوبؑ روتے رہے جب ذرا سکون ہوا۔ تو مخدوم صاحب نے فرمایا۔ "بابا میں نے تمہارے ساتھ خلوت میں کچھ باتیں کرنی ہیں حضرت مخدوم صاحب کی حالت اس قدر نازک تھی کہ دیکھی نہ جا سکتی تھی۔ شدت درد سے آپ بار بار بیہوش ہو جاتے تھے۔ آپ نے جان لیا کہ بس وقت آخر ہے۔ مراقبہ میں سر جھکایا ادھر یوسف دوراں

حضرت موسیٰ پاک تھے۔ کہ والد بزرگوار کی مفارقت ابدی کے خیال سے بے چین ہو رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی۔ کہ صاحبزادہ دفور غم سے گھلا جا رہا ہے۔ حضرت نے سر اُٹھا کر آپ کو دیکھا۔ اور فرمایا "بابا خیر ہے تسلی کرو میری حالت نسبتہً اچھی ہے۔ تکیہ اپنے دست مبارک سے آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا" نور چشم ذرا آرام کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تکان کی وجہ سے کوئی تکلیف ہو جائے اور میری زیادہ پریشانی کا موجب بنے۔ حضرت کے ارشاد پر آپ لیٹ تو گئے۔ مگر نیند کہاں۔ آپ پھر اُٹھ بیٹھے۔ اور آخرین ارشادات سے فیضیاب ہوتے رہے۔

پہر رات گذر چکی تھی۔ جمعہ مبارک کی مقدس رات گھر کے جملہ افراد اس شیخ کے گرد اگرد جمع تھے۔ جو اب ملک آخرت کی طرف رخت سفر باندھے تیار بیٹھا تھا۔ بیماری اور کمزوری کے علی الرغم چہرے پر کامیابی اور کامرانی کے آثار نمایاں تھے۔ اپنے نور عین کی موجودگی میں آپ کی والدہ، خالہ، اور بھائی بہنوں کی طرف علیحدہ علیحدہ نگاہ کر کے مہربانی فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا۔ کہ جاؤ۔ میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ اب تم بھی مجھے مولا کے سپرد کردو۔

اب راحت کدہ میں صرف باپ بیٹا رہ گئے۔ رات کا آخری پہر تھا۔ کہ حضرت مخدوم صاحب نے ہاتھ مبارک بڑھا کر آپ کا ہاتھ تھاما۔ اور صبح تک پکڑے رہے۔ اللہ اللہ وردِ زباں تھا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں جمعہ کا سارا دن اسی حالت میں گذرا۔ صرف نماز کے وقت سکون ہو جاتا۔ پھر وہی بے چینی اور پریشانی کا عالم طاری ہو جاتا۔ انجام کار ۱۰ ذی قعدہ ۹۰۷ھ شنبہ کی رات کو مغرب کے بعد اللہ اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے حضرت نے پاؤں دراز فرمایا۔ اور جان بجان آفرین سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نزاع جانشینی

اگرچہ حضرت موسیٰ پاکؒ کو والد بزرگوار اپنی زندگی میں ہی جانشین نامزد فرما چکے تھے۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی سید عبدالقادرؒ نے اس معاملہ میں نزاع پیدا کیا۔ کہ سجادگی میرا حق ہے چنانچہ یہ امر دربار شاہی تک جا پہنچا۔ ان دنوں دہلی کے تخت پر جلال الدین اکبر بادشاہ رونق افروز تھے۔ بیرمؒ خاں نے جو اثنا عشریہ اعتقاد رکھتا تھا محض تعصب کی وجہ سے ان بزرگوں کو فتحپور سیکری حاضر ہونے کی تکلیف دی جس پر برجِ معرفت کے یہ شمس و قمر کالے کوسوں کا سفر طے کر کے بیزار وقت دارالحکومت میں حاضر ہوئے۔ اکبر نے علماء و قضاۃ اور روسائے ملت کو تفتیش و تحقیق پر مامور کیا دوران تفتیش میں ———— سید عبدالقادرؒ نے حضرت والد ماجد کا قرآن شریف مجموعہ اوراد اور چند تبرکات پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر چھوٹے بھائی صاحب ولیعہد ہوتے تو یہ چیزیں ان کے پاس ہوتیں۔ طے پایا کہ اس بارہ میں خود قرآن مجید سے مشورہ لیا جائے چنانچہ مصحف مبارک کھولا گیا۔ تو پہلے پہل یہ آیۃ مبارکہ نظر میں آئی۔

فخرج منہا خائفاً یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین ○

چونکہ آیۃ کریمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب تھی۔ اس لئے اراکین مجلس شوریٰ نے

۱؎ حضرت موسیٰ پاک شہید جب بیرم خاں کی خباثت سے آگاہ ہوئے۔ تو رنجیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اگر اکبری انجمن کی کل میں یہ پرزہ نہ ہوتا۔ تو بہتر تھا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ چند دن کے بعد بیرم خاں کا ستارہ نحوست میں آگیا اور انجام کار گجرات کے مقام پر مارا گیا۔ (منتخب التواریخ)

فیصلہ آپ کے حق میں لکھ کر دربار میں پیش کیا جس پر بادشاہ نے آپ کی مسند نشینی کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ سے دونوں بھائیوں میں شکر رنجی کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس لئے اکبر نے مصلحتہً سید عبدالقادر کو تو اپنے پاس رکھا اور حضرت موسیٰ پاک کو فوجی افسر بنا کر دکن کی طرف جہاد پر بھیج دیا۔

مُلا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ ابھی شاہ صاحب کو اکبری دربار میں رہتے ہوئے تھوڑا سا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ایک دن جبکہ اکبر دربار میں پوست پی رہا تھا سید عبدالقادر صاحب تشریف لائے اکبر نے بے محابا یہ شغل جاری رکھا۔ بلکہ آپ کو بھی پوست نوشی کی دعوت دی۔ آپ بجید جوشیلے درویش تھے غصہ سے کانپ اُٹھے۔ اور فرمایا۔

"اے مردِ حق ناشناس! تو خود بھی گناہوں سے ملوث ہو رہا ہے اور
مجھے بھی گناہوں کی دلدل میں پھنسانا چاہتا ہے کیا ایسا کرتے ہوئے
تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی؟"

اس وقت تو اکبر خاموش ہو رہا لیکن اور موقعہ پر جبکہ آپ دیوان عام میں نوافل ادا کر رہے تھے مخاطب کر کے کہا۔

"حضرت! آپ کا یہاں نوافل ادا کرنا آدابِ دربار کے خلاف ہے۔"

آپ نے الملک للہ کا نعرہ لگایا۔ اور اس قدر غضب ناک ہوئے کہ آنکھوں سے چنگاریاں برسنے لگیں اکبر پر غیض و غضب کی نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا۔

اچھا اپنے دربار میں خدائے ذوالجلال کا ذکر بھی گوارا نہیں۔ جاؤ اکبر! یہ

۱؎ منتخب التواریخ از ملا عبدالقادرؒ بدایونی

حکومت جس پر تم اس قدر ناز کر رہے ہو۔ بہت جلد تمہارے خاندان سے
چلی جائے گی۔"

اتنا کچھ کہا۔ اور دربار سے باہر نکل آئے۔ اکبر شیخ کی بددعا سے کانپ اٹھا۔ آپ کے منانے کے لئے ہزار جتن کئے۔ سواری اور پیادوں کا بندوبست بھی کیا۔ مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ اور پیران پیر کے گھرانے کا یہ شیر نر اس گرجابر تا ملتان کو روانہ ہو آیا۔

اکبر کو جب سید عبدالقادرؒ کے منانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کو دکن سے واپس بلوا بھیجا۔ اور شاہ صاحب کی گرم کلامی کا ذکر کر کے دعا طلبی کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر عبدالقادر کا تیر تو واپس نہیں لا سکتا۔ البتہ عرصہ حکومت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ آپ تسلی رکھیں۔ کہ پانچ پشتوں تک آپ کی اولاد سے حکومت نہ جائیگی۔" اس کے بعد چند دن آپ نے بھی دربار میں گذارے مگر فتحپور کا رنگین ماحول آپ کو پسند نہ آیا۔ اور اجازت لے کر ملتان کا عزم کیا۔ اکبر فقراء و مشائخ کا بے حد معتقد تھا۔ وہ نہ چاہتا تھا۔ کہ آپ جیسے صالح اور زاہد درویش کے وجود سے دربار خالی ہو جائے مگر آپ کے اصرار پر پانصدی کا منصب عطا کر کے نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اور سرکاری طور پر آپ کے سفر کا انتظام بھی کر دیا۔

آگرہ سے مرخص ہو کر آپ دہلی وارد ہوئے۔ یہاں عہد آخر کا امام غزالی اور دنیائے علم و ادب کا شہریار، مولانا شیخ عبدالحقؒ صاحب محدث دہلوی جو گوشۂ عافیت میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا۔ رات کو

لہ مولانا عبدالحقؒ پہلے بزرگ ہیں۔ جو ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج کا باعث بنے حطۃ فی ذکر الصحاحؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ اول من جاء بعلم الحدیث فی الهند یعنے پہلا وہ شخص جو علم الحدیث کو ہند میں لایا۔ مزار مبارک دہلی میں حوض شمسی کے قریب واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

عالم خواب میں رسالت پناہی سے اشارہ پا کر ۶ شوال ۹۸۵ھ کی صبح کو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے درجہ کمال کو پہنچا۔ شیخ کی دیکھا دیکھی دہلی شہر کی ہزاروں سعید روحیں بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئیں۔ چند یوم یہاں قیام کرنے کے بعد آپ گھر کو روانہ ہوئے راستہ میں جہاں کہیں موقعہ ملا۔ ساکنان خطۂ ارضی کو وہ شرف و کمال بخشا کہ فلک الافلاک کے ملائکہ بھی رشک کھا اُٹھے۔ الغرض اس طویل سفر کو ختم کرنے کے بعد بخیر و خوبی اپنے محبوب والد ماجد کی آخری آرامگاہ پر حاضر ہوئے اور مرقد اطہر کی خاکِ پاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ اور پھر ان کے عطا کئے ہوئے خرقہ اور بوریا کو زینت دے رشد و ہدایت کا دروازہ کھول دیا۔ ہزاروں فاسق و بدکار آپ کی توجہ سے قطب و ابدال بنے سینکڑوں نے آپ کی عنایت سے بایزیدؒ اور جنیدؒ کا رتبہ پایا۔ سالہا سال تک مسند ارشاد کی عہد وسطیٰ کے اس بطلِ جلیل اور دنیائے تصوف کے اس شہریار سے زینت رہی اور اگرچہ یہ بلند شخصیت بظاہر شخصیتِ مفرد تھی۔ مگر باطن میں جہانِ معرفت بھی اس کی وسعت و شوکت کے آگے دنگ تھا۔ نہ اہل دنیا کی پرواہ تھی۔ نہ دنیا کی دولت سے کچھ سروکار تھا۔ نہ انسانوں کے ردّ و قبول اور جہان کی تحسین و آفرین کے محتاج تھے۔ اور نہ لومتہ لائم سے خائف، محض اپنی دنیا کے آپ بادشاہ تھے۔ رات اگر قیام میں گزرتی۔ تو دن روزہ سے بسر ہوتا۔ نہ دوستوں سے طمع تھی اور نہ دربار شاہی سے کچھ غرض بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں،
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ،

اسی لیل و نہار میں جب آپ کی پاکیزہ زندگی کے ۵۰ برس ختم ہو گئے تو ایک دن جبکہ

آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف تھے۔ اطلاع ملی کہ چند ڈاکو آپ کے مریدوں کی بستی کو لوٹ رہے ہیں آپ نے فرمایا۔ "اشارہ صحیح ہوا۔ بس رحلت کا وقت آپہنچا"۔ اُسی وقت ہاتھی پر سوار ہو ڈاکوؤں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مگر جونہی ان بدکاروں نے آپ کی سواری دیکھی بھاگ اُٹھے۔ مگر ایک مردود ازلی سلطان نامی لنگاہ جس کی قسمت میں آپ کا قاتل ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ اُس نے چھپ کر ایسا تیر مارا جو حضرت کے پہلو میں پیوست ہو کر رہ گیا۔ اور اسی صدمہ سے علوم دینیہ کے ماہر کلام ربانی کے واقف اسرار حقیقت وطریقت کے دانائے رموز حضرت موسیٰ پاک شہید ۲۲ شعبان ۱۰۰۱ھ کی رات کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون

تدفین

پہلے حضرت کو اپنے والد بزرگوار کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ لیکن بعد میں حضور کی اولاد کو عالم رویا میں القا ہوا کہ تم لوگوں نے اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب کو میری پائنتی میں دفن کر دیا ہے جس سے مجھے بے حد تکلیف ہو رہی ہے"۔ اس اشارہ پر آپ کے صاحبزادے مخدوم شیخ سید حامد گنج بخش ثانی نے جناب کو وہاں سے نکلوا کر موضع ہنگے ہٹی میں دفن کرایا۔ پندرہ برس بعد صاحبزادہ صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ حضرت کو ملتان خاص میں منتقل کر دیا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے جسد اطہر کو نکلوا کر دیکھا تو بالکل صحیح وسالم تھا۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ الْجَسَدِ ؎

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روز محشر تک
ہُوا اک مُوئے تن میلا نہ اک تارِ کفن بگڑا

صاحب سجادہ نے اعجازی طور پر حضرت کو گھوڑے پر سوار کیا اور اسی حالت میں حضرت اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ کی زندہ تفسیر بنے ملتان ورود فرما ہوئے۔ جس دروازہ سے آپ کا اعجازی داخلہ ہوا۔ وہ پاک دروازہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور جس دروازہ سے آپ کی مستورات داخل ہوئیں۔ وہ حرم دروازہ کہلانے لگا۔

حضرت کے جسدِ پاک کو نہایت تزک اور اہتمام کے ساتھ سرزمین پاک میں دفن کر کے اوپر شاندار عمارت تیار کی گئی۔ جو اب تک اسی حشمت و شوکت کے ساتھ مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔

حضرت کی اولاد امجاد

حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت مخدوم شیخ سید حامد گنج بخش المعروف سید فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مزار حضرت کے شرقی پہلو میں کٹہرا کے اندر واقع ہے۔ آپ حد درجہ کے عبادت گذار درویش تھے۔ ساری عمر درس تدریس اور ہدایت خلق میں بسر ہوئی۔ آپ کے فرزند ارجمند نواب موسیٰ پاک دین قدس سرہ العزیز جو آپ کے بعد سجادہ نشین بنے۔ ان کا حال ذیل میں دیا جاتا ہے۔

نواب موسیٰ پاک دین قدس سرہ العزیز

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا، کہ نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

حضرت کا اصل نام ابو الغیاث سید فتح علیؒ اور لقب شیخ الاسلام نواب موسیٰ پاک دین ہے

آپ حضرت صاحب الروضہ کے پوتے اور مخدوم سید حامد گنج بخش قدس سرہ کے فرزند ارجمند اور صاحب سجادہ تھے۔ والدہ ماجدہ امۃ الرزاق فاطمہ ایک سید حسینی خاتون تھیں۔ جس طرح حضرت شکل و صورت میں اپنے جد امجد حضرت غوث صمدانی کے ہم شکل تھے۔ اسی طرح کمالات میں بھی پورا پورا اتباع تھا حسن قابلیت، نکتہ سنجی اور بے پناہ اثر و نفوذ کے پیش نظر شاہجہان بادشاہ نے ملتان کی صوبیداری آپ کے سپرد کر رکھی تھی۔ اگرچہ حضرت خلق عظیم بدرجہ کمال تھا۔ مگر جلال، عظمت اور جہابت اس قدر تھی کہ بڑے بڑے دل گردہ رکھنے والے لوگ آپ سے آنکھ نہ ملا سکتے تھے۔ دارا شکوہ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ جب شاہ عالمگیر کے مقابلہ میں اُسے شکست ہوئی۔ تو آپ نے بہت افسوس کیا۔ مفتی اعظم مولانا بقا فاروقی ملتانی بحر السرائر لکھتے ہیں کہ ایک دن جبکہ میں حضرت کے دربار میں حاضر تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ

"جب تقدیر ایسی تھی۔ تو پھر اس طرح ہونا لازمی تھا"

میں نے جرأت کر کے عرض کی۔ کہ حضرت کے ارشادات کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ

"بابا! دارا شکوہ جو والد بزرگوار کی شفقت و الفت سے عروج کمال کو پہنچ چکا تھا۔ آج خدائے بے نیاز کی طرف سے پستی اور ادبار کی "فج عمیق" میں جا گرا ہے۔ اورنگ زیب نے اس کو شکست فاش دیکر تخت و تاج پر قبضہ کر لیا ہے"

مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پندرہ یوم کے بعد اطلاع پہنچی کہ ٹھیک اسی تاریخ کو اورنگ زیبؒ نے فتح پا کر جلوس کیا تھا۔

دارا شکوہ شکست کھا کر آگرہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور کے راستے ملتان پہنچا۔ اور حضرت سے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔

اگر آپ میرے پاس رہیں تو پھر کسی کی طاقت نہیں کہ آپ کو لے جا سکے بلکہ اگر میری یہ ڈاڑھی بھی خون سے رنگین ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر آپ کا بال بیکا نہ ہو گا۔"

دارا شکوہ کچھ دن یہاں رہا۔ مگر جونہی اورنگ زیب کی آمد سُنی اس قدر حیران و پریشان ہوا کہ حضرت کا ارشاد یاد نہ رہا۔ اور رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔

اورنگ زیب ملتان میں داخل ہو کر سیدھا آپ کے پاس آیا۔ اور کرخت لہجہ میں بولا۔

"دارا شکوہ کجا رفت"

آپ نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"دارا شکوہ دریں بارگاہ باریاب شدہ بُود و لیکن بے دستوری رفت بارفت

اورنگ زیب اپنی مخصوص سخت گیری کے باوجود خاموش ہو کر چلا گیا۔ بلکہ اپنے دل پر حضرت کے عظمت و جلال کا ایک غیر فانی نقش لے کر گیا۔ جس کا ثبوت اُس کی خود نوشت کتاب "عالمگیر نامہ" سے ملتا ہے۔ لکھتا ہے۔

"شیخ سید موسیٰ گیلانی و اسد کاشی ہر یک را بعنایت اسپ و بسیاری از بندہائے عقبہ غلاف بعطائے خلوت سرافرازی اندوختند عالمگیر نامہ ص ۲۸۴

بوستانِ جیلان کا یہ چہکتا ہوا بلبل جو ملتان کی سرزمین میں عرصہ سے نغمہ سرائی کر رہا تھا

۱۰۷۰ھ میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

۲۔حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ سید جمال محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کا مزار گوہر بار دہلی میں ہے۔

۳۔حضرت کے تیسرے صاحبزادے شیخ سید حسنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مقبرہ شاہ عنایت ولایت سے جانب شمال ایک احاطہ میں آپ کا پختہ مزار ہے۔ آپ بڑے پاک باز صاحب مقامات عارف ربانی اور محبوب یزدانی تھے۔ اب تک آپ کا تصرف باطنی کارفرما ہے۔ آپ کے مزار کے جنوب میں ایک حسین وجمیل مقبرہ کے اندر آپ کے دو صاحبزادے سید عنایت شاہ اور سید ولایت شاہ مدفون ہیں۔ درج سیادت کے یہ ہر دو گوہر صاحب کرامات، باعمل عالم اور شب بیدار زاہد تھے۔ قدس اللہ اسرارھم۔

۴۔حضرت موسیٰ پاک شہید کے سب چھوٹے صاحبزادے سید یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نہایت متقی، پارسا اور عبادت گذار درویش تھے۔ جہانگیر اعظم اور شاہ جہان کے زمانہ میں علی التواتر صوبہ دار ملتان مقرر ہوئے۔ چونکہ سخاوت میں حاتم ثانی تھے۔ اس لئے نواب سخی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ راجن کوٹنگ کے عقب میں ایک ناتمام گنبد بفلک مقبرہ نظر آتا ہے۔ یہی حضرت کی آخری آرامگاہ ہے۔ —— آپ کی باقیات الصالحات میں سے مخدوم الملک الحاج حضرت سید غلام میراں شاہ حسنی الحسینی قادری جیلانی سجادہ نشین درگاہ جمال الدین والی ریاست بہاولپور کا وجود مسعود مسلمانوں کے لئے بے حد غنیمت ہے۔ آپ علوم شرقیہ و غربیہ کے فاضل اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے مرید ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال رحمۃ اللہ سے آپ کو قلبی انس رہا ہے اور وہ بھی انہیں دل سے چاہتے تھے۔ اپنے مرشد کامل کی توجہ اور اسلامی دنیا کے

آتش نوا شاعر کے فیض صحبت کا آپ پر یہ اثر ہوا ہے کہ آپ کی ذات ہمہ تن خدمتِ اسلام کیلئے وقف ہو چکی ہے۔ آپ اسلامی تعلیم کے زبردست حامی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں دنیا بھر کے مشہور اسلامی مدارس کو آپ کی طرف سے امداد پہنچ رہی ہے جن میں سے جامعہ ازہر مصر اور ندوۃ العلماء خاص طور پر مشہور ہیں:

مسجد غوثیہ

روضہ مبارک کے شمال میں تین گنبدوں کی شاندار مسجد ہے۔ اصل عمارت اندر سے ۶۰×۲۹ فٹ ہے باہر کا مرمریں فرش ۶۰×۱۸ اور ۶۰×۲۴ فٹ ہے بائیں طرف سنگ موسیٰ کا ۵½ × ۲½ × ۲ ½ فٹ کا مصلی رکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت صاحب الروضہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

سجادہ نشین

عظمتوں کا فسانہ ہیں ہم لوگ   یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ

اس وقت حضرت کی مسند ارشاد کے مالک و مختار مخدوم المخادیم الحاج سید محمد صدرالدین شاہ صاحب جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔ جو خواص و عام میں بڑے پیر صاحب کے خطاب سے مشہور ہیں آجکل اس علاقہ میں آپ سے زیادہ عبادت گذار اور کوئی درویش نہیں۔ زہد و ریاضت کے علاوہ قوم و ملت جب کبھی من انصاری الی اللہ کا نعرہ لگاتی ہے۔ تو سب سے پہلے آپ ہی لبیک کہتے ہیں۔ آپ کے اثر و نفوذ کا یہ حال ہے۔ کہ فساد محرم ۱۹۲۴ء میں محض آپ کے ہی وجود کے طفیل بلدیہ ملتان کی مخلوق نے ہلاکت سے نجات پائی۔ آپ کے زیر اہتمام بڑے پیمانے پر لنگر جاری ہے۔ روزانہ سینکڑوں محتاج اور مسافر یہاں سے قوت لایموت حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی اولاد

بڑے پیر صاحب کے تین فرزند ہیں۔ بڑے صاحبزادے مخدوم زادہ سید غلام یٰسین شاہ صاحب ہیں۔ جن کی سادگی اور الٰہی شفقت و رافت ملتان بھر میں مشہور ہے۔

دوسرے فرزند سعادت مند مخدوم زادہ سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہیں۔ جو اتنے بڑے عہدہ دار ہونے کے باوجود حد درجہ کے درویش صفت بزرگ ہیں۔ علم الانساب تاریخ اور زبا مذاقی میں آپ کو خاص ورک حاصل ہے۔ حضرت غوث پاک سے عجیب قسم کی عقیدت اور گرویدگی رکھتے ہیں۔ عدل و انصاف میں ہر وقت اعدلوا هو اقرب للتقویٰ پیشِ نظر رہتا ہے۔ آپکے فرزندوں میں سے مخدوم زادہ حاجی سید محمد ولایت حسین جیلانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ پنجاب اسمبلی کے سب سے کمسن ممبر اور انجمن اسلامیہ کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اور چھ سال سے ڈسٹرکٹ بورڈ کے بلامقابلہ ممبر چلے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بڑے پیر صاحب کے پرائیوٹ سیکرٹری بھی ہیں۔ اور لنگر خانے کے منتظم و منصرم بھی۔ ملتان آکر بھی جو آپ کی ملاقات سے لطف اندوز نہ ہو سکے۔ اسے اپنی قسمت پر افسوس کرنا چاہیئے۔

بڑے پیر صاحب کے سب سے چھوٹے لختِ جگر اور نورِ نظر مخدوم زادہ حاجی سید محمد رضا شاہ صاحب جیلانی ہیں۔ آپ ۱۹۲۱ء سے پنجاب اسمبلی کے سرگرم ممبر چلے آتے ہیں۔ پچھلے پانچ سال تک ڈسٹرکٹ بورڈ کے غیر سرکاری چیرمین رہے ہیں اور جس طنطنہ اور شوکت و اجلال کے ساتھ آپ نے یہ عہدہ نباہا ہے۔ اس کی مثال پنجاب کے کسی بورڈ میں نہیں ملتی۔ طبع میں اگرچہ فروتنی اور انکسار بحدِ کمال ہے۔ مگر چہرے سے وہ جلال برستا ہے۔ کہ ہو بہو اپنے جدِ بزرگوار نواب

موسیٰ پاک دین رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر نظر آتے ہیں۔ والد بزرگوار کی طرح زہد و ریاضت کے ساتھ آپ کو عشق ہے۔ اگر رات کو خلق خدا سے الگ تھلگ اور ضروریاتِ زندگی سے بے نیاز ہو کر اپنے مولا کے حضور میں حاضر رہتے ہیں تو دن کو دل بہ یار دوست بہ کار کی حالت رہتی ہے۔ گویا

رشک سے لیتے نہیں نام کہ سن لے نہ کوئی،
چپکے چپکے ہم تمہیں یاد کیا کرتے ہیں،

بڑے پیر صاحب کے اعزّہ و اقارب

بڑے پیر صاحب، کے دو بھائی تھے۔ ایک مخدوم راجن بخش مرحوم تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے دوسرے خان بہادر مخدوم سید شیر شاہ صاحب ہیں۔ جو شرافت نفسی اور غربا پروری میں اپنی مثل آپ ہیں۔ مخدوم زادہ سید غلام محبوب سبحانی شاہ صاحب آپ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ جو طاعت و عبادت میں اپنے بزرگوں کا سچا نمونہ ہیں۔

آپ کے اعزّہ میں سے سید زین العابدین شاہ صاحب جیلانی صدر انجمن فدایان اسلام و نائب صدر انجمن اتحاد ملت کی شخصیت بھی اس قابل ہے۔ کہ زائر کو اگر وقت مل سکے تو ان کی ملاقات کا شرف ضرور حاصل کرے۔ آپ ملتان کی آج سے بیس سال گذشتہ کی زندہ تاریخ ہیں ملتان کا کوئی واقعہ ہائلہ اور حادثہ فاجعہ ایسا نہ ہو گا جس میں پڑ کر آپ نے کوئی نمایاں کام نہ کیا ہو۔ آپ ملتانی زبان کے بے پناہ خطیب اور ملتان شہر کے ممتاز قائد ہیں۔ اگر آپ کو ملتان شہر کے نظم و نسق کا استون حنانہ کہا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہو گا۔ نیز سید حاجی شاہ صاحب کونسل کلرک بھی اسی خانوادہ کے نیک نفس نوجوان ہیں۔

مقبرہ پیر حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے جانب غرب ایک دلکش و دلستاں مقبرہ کے اندر آپ محوِ خواب ہیں۔ عنفوانِ شباب میں آپ حد درجہ کے رنگین مزاج تھے۔ مگر جونہی حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ لہو و لعب سے کنارہ کش ہو کر زاہد مرتاض بن گئے۔ سچ ہے ؎

سالکانِ راہِ ہمت چوں ارادت بینند
ملکِ کاؤس و فریدوں بگدائے بخشند

اندرون حرم دروازہ

پیر قالہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کالے منڈی میں مسجد کے مقابل ایک حجرہ کے اندر آپ کا غربی مزار ہے آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ کہ ایک دفعہ ملتان میں سخت قحط پڑ گیا۔ خلق خدا بھوکوں مرنے لگی۔ بقول جناب سعدی علیہ الرحمۃ ؎

چناں قحط سالے شد اندر دمشق — کہ یاراں فراموش کردند عشق

دوست احباب سب ایک دوسرے کو بھول گئے۔ آل اولاد تنگ گردی رکھے جانے لگے اسی اثنا میں ایک آدمی گیہوں کی بوری اٹھائے۔ آپ کے سامنے سے گذرا۔ آپ نے لپک کر اُسے پکڑ لیا۔ بوری نیچے رکھ کر اوپر بیٹھ گئے۔ اور منادی کرادی۔ کہ جس نے گیہوں لینی ہوں لے جائے۔ خلقت کا ہجوم ہوگیا۔ شہر بھر کے گھروں میں غلہ گندم کے ڈھیر لگ گئے اور قحط کا نام تک نہ رہا۔ تب آپ بوری سے اُترے اور مالک سے کہا۔ "لے میاں اب اپنی بوری اُٹھالے"۔ اس نے دیکھا تو بوری ویسی کی ویسی بھری ہوئی تھی سچ ہے ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گرداند زِراہ

پیر جعفر شاہ صاحب شہید رح

محلہ سعد اللہ میں ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے مکان کے بالکل قریب آپ کا مزار شریف واقع ہے۔ اور مرقد کے عین درمیان میں ایک درخت ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے یہ درخت مسجد کی طرف جھکا ہوا تھا جس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سب نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔ صبح کو دیکھا۔ تو درخت مسجد کو چھوڑ کر گلی کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اور راستہ قریباً قریباً بند تھا۔ اب آنے جانے کا راستہ ہی نہ رہا۔ محلہ والوں نے مزار شریف پر مشکل کشائی کی استدعا کی جس پر دوسرے دن کی صبح کو درخت سرو کی طرح سیدھا ہوگیا۔

پیر سید برہان الدین شاہؒ

محلہ کتب فروشاں، بر سر بازار، احاطہ کے اندر آپ محو خواب ہیں۔ آپ عہد وسطیٰ کے باکمال درویش تھے۔ ساری عمر خلق خدا سے بے نیاز ہو کر اپنے مولا کی طاعت و عبادت کرتے رہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں زندگی صرف کر دی اور اپنی عمر گرانمایہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا۔ آج بھی جو اہل نظر یہاں سے گزرتے ہیں۔ اُن کو خشت و آہک کی قبر سے ایک گرج دار آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ

"مرداں بکوشید تا جامۂ زناں نپوشید"

پیر ادھم رحمتہ اللہ علیہ

سید برہان الدین رحمتہ علیہ کے مزار سے چند قدم بوہڑ دروازہ کو بائیں جانب محلہ ورکھاناں میں نو گز کی ایک طویل قبر ملتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ غازی محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی فوج کے سرفروش عرب مجاہدین کا مرقد ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ اس میں محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے صف شکن سورما محو خواب ہیں۔ خیر حجازی ہوں یا غزنوی مسلمانوں کے لئے باغنیمت ہیں مسلمان قوم من حیث المجموع آج بزدل ہو چکی ہے۔ خون آشامی تو ایک طرف رہی۔ قربانی کے جانور کو بھی اپنے سامنے ذبح ہوتے

دیکھ نہیں سکتی۔ اس منڈیر کے نیچے جس پر ہندو بچے بیٹھ کر دھوپ سینکتے ہیں جس پر ہندو عورتیں بیٹھ کر چرخے کاتتی ہیں جس پر گلی کے لڑکے گلی ڈنڈا کھیلتے ہیں۔ ہاں اسی منڈیر کے نیچے کوئی تین فٹ کے قریب ایک عمیق گڑھے کے اندر آج بھی اُبلتا ہوا گرم خون موجود ہے۔

مسلمانوں کا خون، جو خدائے حی قیوم کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کو پروانہ وار یہاں پہنچے جنہیں شوق تبلیغ ملتان شہر کھینچ کر لے آیا۔ اور یہاں سے

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست

تو نیز بر سرِ بام آکہ خوش تماشائیست

کے مصداق رب بے نیاز کے دشمنوں کے ہاتھوں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ آج ان کی آرامگاہ حریفاں وطن کے تمسخر و تضحیک کا نشانہ بنی ہوئی ہے مسلمان پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اور ایک آنکھ بھی ادھر نہیں دیکھتے۔ کیا محسن کشی کی اس سے اور زیادہ شرمناک مثال ہو سکتی ہے؟

پیر حاجی محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ

حرم دروازہ اور لوہاری دروازہ کے مابین برلب فصیل احاطہ کے اندر آپ کا مزار ہے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

خانقاہ مبارک شیخ الاسلام اعلیحضرت سید جمال الدین ابوالفضل

شیخ محمد یوسف شاہ گردیز علیہ الرحمۃ والغفران

وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوسُفَ فِی الْاَرْضِ

اگر گیتی سراسر باد گیرد   چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

بوہڑ دروازہ کے اندر، بائیں سمت، شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ ایک فراخ کوچہ جاتا ہے۔ اس میں ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دائیں جانب زینہ دار دروازہ ملتا ہے۔ یہاں سے ثانی کے یوسف کی حسین و دلکش خانقاہ بخوبی نظر آسکتی ہے۔

فیروزی رنگ کی یہ نظر فریب عمارت، ملتانی صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ روغنی اینٹوں سے بنی ہے۔ اگرچہ تعمیر کو کئی صدیاں گذر چکی ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاریگر ابھی بنا کر ہٹے ہیں۔ لندن کے عجائب گھر میں محکمہ آثار قدیمہ ہندوستان کے جس قدر بہترین نمونے انڈین کارنر میں رکھے ہیں۔ حضرت کی خانقاہ کے ماڈل کو سب سے پہلے جگہ دی گئی ہے۔ لاریب یہ ایک ایسی فنی نادرہ کاری ہے۔ کہ اس کی تعریف کا حق ادا ہو نہیں سکتا۔

خانقاہ مبارک باہر سے ۲۷ فٹ لمبی اور ۲۲ فٹ چوڑی ہے۔ اندر کی دیواریں بھی باہر کی طرح منقش ہیں۔ اور فرش پر خوبصورت اینٹوں کا فرش ہے۔ چھت پر شیشے جڑے ہیں۔ اور

جب بجلی کے قمقمے روشن ہوتے ہیں۔ تو روغنی دیواروں کے انعکاسی عمل سے ایک عجیب سی چمک پیدا ہوتی ہے۔

خانقاہ معلّٰی میں متعدد مزار ہیں۔ اور حضرت کا مرقد ان میں بدرجۂ امتیاز موجود ہے۔ زائر کو کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ نہ صرف یہ کہ مزار مبارک غیر معمولی طور پر طویل و عریض ہے۔ بلکہ سرہانے کی جانب مزار میں دس انچ قطر کا ایک گول سوراخ بھی ہے جس کی نسبت ذیل کی پر لطف روایت مشہور ہے۔ کہ جب آپ کے فیض عام کا چرچا ملک ہند سے نکل کر دور دراز مقام تک جا پہنچا تو ایک باکمال درویش بیعت کی غرض سے ملتان کو روانہ ہوا۔ سفر سقر کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد جب یہ عاشق زار یہاں پہنچا۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ حضرت کا وصال ہو چکا ہے۔ بے اختیار چلا اُٹھا۔ اور گریہ زاری کرتا ہوا مرقدِ انور سے چمٹ گیا۔ اُسی وقت قبر شق ہوئی۔ اور حضرت کا دست مبارک باہر نکلا۔ آواز آئی "اے میرے پردیسی دوست مایوس نہ ہو۔ اُٹھ اور ہاتھ بڑھا" درویش خوشی سے اچھل پڑا حضرت کے دست مبارک کو چوما، سر آنکھوں سے لگایا۔ اور بیعت کر کے سعادتِ ابدی حاصل کی یہ خبر آناً فاناً شہر بھر میں پھیل گئی۔ ہزارہا فاسق و بدکار حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر تائب ہوئے۔ اور صدہا کافروں کو نورِ ایمان نصیب ہوا۔ اس کے بعد دستور ہو گیا۔ کہ جب کوئی صاحبِ حال فاتحہ کیلئے حاضر ہوتا۔ تو آپ ہاتھ باہر نکال دیتے۔ چنانچہ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب حضرت شیخ الاسلام مخدوم صدرالدین عارف باللہ جانشین درگاہ حضرت غوث بہاءُ الحق زکریا رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ تو آپ نے دست مبارک کو چومنے کے بعد عرض کی۔ کہ

اے بلبل بوستانِ نبوت و اے گلبن گلستانِ رسالت! آپ کے کمالاتِ

صوری و معنوی عالم آشکار ہیں۔ تاہم رعایت شریعت اپنے جد امجد حضرت سرکار دو عالم آپ پر لازم ہے۔"

اس دن کے بعد حضرت کے ہاتھ کا باہر نکلنا موقوف ہو گیا۔

حضرت کے حالاتِ زندگی

سلطان محمود غزنویؒ کے عہد میں ایک بلند پایہ درویش بغداد سے غزنی تشریف لاتے اور دارالسلطنت سے چند میل دور گردیز کے مقام پر قیام کیا۔ سلطان علماء و صلحا کا دلی معتقد تھا جب اُسے ان کے زہد و اتقا کا حال معلوم ہوا تو خود اپنے خصوصی مصاحبین کے ہمراہ گردیز پہنچکر حضور کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور درخواست کی۔ کہ

آپ نے یہاں تشریف لاکر محمود کی جس قدر عزت افزائی کی ہے۔ اُسکا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ اب کمال عنایت یہ ہوگی۔ کہ جناب اسی مقام پر مستقل طور پر سکونت فرمائیں۔ جناب کے لنگر خانہ و دیگر ضروریات کے لئے قصبہ گردیز کی جملہ ملکیت نذر کرتا ہوں۔ انشاءاللہ یہ خادم امور ملکی سے جب بھی فرصت پائیگا۔ یہاں ضرور حاضر ہوا کریگا۔

اگرچہ یہ درویش مستغنی المزاج بزرگ تھے۔ اور دنیا کی اس داد و دہش کی مطلقاً پرواہ نہ تھی۔ تاہم سلطان کی دلجوئی کے لئے یہ نذر قبول فرمائی اور سکون و اطمینان کے ساتھ مسندِ ارشاد پر بیٹھ خلقِ خدا کو اوج کمال پر فائز کرنے لگے۔ یہ درویش حضرت مخدوم سید علی قصور رحمتہ اللہ علیہ تھے جنہیں قدرت نے مخدوم شاہ

محمد یوسف علیہ الرحمۃ والغفران کا جد امجد ہونا مقدر کر رکھا تھا۔ اس مقام پر آپ کے گھر میں فرزند ارجمند پیدا ہوا جس کا نام آپ نے سید ابوبکرؒ رکھا۔ آپ کی پرورش اس حزم و احتیاط سے کی۔ کہ آپ سن رشد میں پہنچکر یکتائے روزگار بنے اور منزل سلوک میں وہ درجہ حاصل کیا۔ کہ خود مخدوم شاہ قصورؒ بھی دنگ رہ گئے اپنے اس بلند اقبال فرزند کی شادی خانہ آبادی ایک قریبی رشتہ دار کے ہاں طے فرمائی۔ جیسے آپ کو باکمال فرزند عطا کیا تھا۔ ویسے نیک نام اور رابعہ دوراں بہو عطا ہوئی۔ اس قدسی صفات جوڑے کے دم قدم سے آپ کا مشکوئے معلی جگمگا اُٹھا۔

۴۸۳ھ میں قدرت نے مخدوم شاہ علی قصورؒ پر ایسی بے مثال کرم بخشی فرمائی کہ اسکی ساکنانِ خطۂ ارضی سے ملاءِ اعلیٰ تک ایک دھوم مچ گئی۔ یعنے آپ کے نور دیدہ قدوۃ السالکین امام العارفین حضرت مخدوم سید ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لخت جگر پیدا ہوا۔ آپ نے فرط طرب سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ خود اس عزیز کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ اس نور نظر کی شکل اس قدر دلکش اور دلستاں تھی کہ آپ نے یوسف نام رکھا۔ نومولود کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور کان میں اذان دی تربیت کے متعلق ہدایات دیکر واپس لوٹ آئے۔ اور اس خوشی میں اس قدر صدقات و خیرات کئے کہ آپ کے نواح میں کوئی محتاج نہ رہا۔

سید ابوبکرؒ اپنے زمانہ کے باکمال شیخ تھے۔ اور آپ کی اہلیہ بے مثال عارفہ تھی۔ دونو کے فیض تربیت سے یہ ہونہار بروا پروان چڑھنے لگا۔ اگر ماں نے بچے کو کمسنی میں صوم صلوٰۃ کا پابند کر کے "طریق ذکر" میں کامل بنایا۔ تو والد نے قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم متداولہ کا عالم بنا کر جذبہ و سلوک اور مقامات فنا و بقا میں بایزید کے درجہ تک پہنچا دیا۔ والدین کی اس شفقت و رافت

کے ساتھ ساتھ جو بے پناہ طاقت کام کر رہی تھی۔ وہ آپ کے جدِ امجد کی توجہ تھی۔ نہ صرف انہوں نے آپ کو بیعت کیا۔ بلکہ روحانیت کے جملہ مدارج طے کرا کے اپنے عہد کا قطب الاقطاب بنا دیا۔ جب آپ اپنے گھرانہ کے جملہ باکمال افراد سے منازلِ سلوک حاصل کر چکے۔ تو پھر آپ پر سیر و سیاحت کا شوق غالب ہوا۔ ایران و توران اور روم و شام تک سفر کر کے اُس زمانہ کے باخدا درویشوں سے ملاقات کی اور ہر ایک سے ممکن استفاضہ کر کے ہزاروں خلقِ خدا کو گمراہی سے بچایا۔ رشد و ہدایت کا دروازہ ہر وقت کھُلا تھا۔ اس کے لیئے سفر و حضر کی کوئی قید نہ تھی۔ اسی زمانہ میں آپ کا گذر ایسے علاقہ سے ہوا جہاں کے لوگ ایک عظیم الجثہ شیر سے نالاں تھے۔ آپ نے لوگوں کی آہ و زاری سے متاثر ہو کر جنگل کا رخ کیا۔ اچانک شیر کی گرج آئی۔ اور ساتھ ہی وہ کوہ پیکر آفت نمودار ہوئی۔ لوگ دُور سے ہی دیکھ کر کانپ رہے تھے۔ شیر اچھلتا کودتا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ مگر جونہی اسکی نگاہ حضرت کے چہرہ پر پڑی۔ فوراً جھک گیا اور اپنا سر خاک پر رکھ دیا۔ آپ نے بڑھ کر اُس کو دونوں کانوں سے پکڑا۔ اور فرمایا۔ آج سے توبہ کرو کہ پھر تم کسی کو نہ ستاؤ گے۔ شیر نے جواب میں سر ہلا دیا۔ اور اُس وقت اُس کی کیفیت یہ تھی کہ آپکی ہیبت سے لومڑی کی طرح کانپ رہا تھا۔ پھر آپ اُس پر سوار ہو کر شہر کو چلدیئے۔

ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت اپنے احباب کے ساتھ ایک دریا کے کنارے تشریف رکھتے تھے۔ ایک ہولناک اژدہا رینگتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے کان کے نزدیک سر لے گیا۔ جیسے کوئی کسی سے آہستہ کان میں بات کرتا ہے۔ آپ نے دوستوں سے فرمایا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ یہ سانپ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ اللہ اور ابن رسول اللہ ہی بہتر جانتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ یہ میری خدمت میں رہنا چاہتا ہے۔

چنانچہ آپ نے سانپ سے فرمایا۔ کہ ہاں تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ مگر میری شرط یہ ہے کہ آج کے بعد تم کسی کو ستاؤ گے۔ اس کے بعد آپ کا معمول ہو گیا۔ کہ جب کہیں جانا ہوتا۔ شہر سے باہر نکل کر نعرہ لگاتے۔ شیر دم ہلاتا ہوا حاضر ہو جاتا۔ آپ اس پر سوار ہو جاتے۔ اور اس سانپ کو بطور تازیانہ کے ہاتھ میں لے لیتے۔ ان دنوں جبکہ آپ سیروا فی الارض کی تعمیل میں بلخ و بخارا اور سمرقند و تاشقند کی جانب پھر رہے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کشف کے ذریعے یہ سانحہ معلوم کر کے گھر لوٹ آئے اور خود ان کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

والد بزرگوار کی بے وقت رحلت نے آپ پر بڑا اثر کیا۔ اور سیر و سیاحت کو ترک کر کے اپنے جد امجد کے حضور میں رہنے لگے۔ اگرچہ آپ کا اکثر وقت حجرہ عبادت میں گذرتا۔ مگر جب کبھی باہر تشریف فرما ہوتے۔ آپ سے ایسی ایسی کرامتیں ظہور میں آتیں۔ کہ دانائے روزگار حیران رہ جاتے۔ اور بسا اوقات جد بزرگوار منع فرماتے کہ کشف و کرامات کا اظہار مناسب نہیں۔ مگر یہاں عنانِ اختیار اپنے ہاتھ میں کہاں تھی! آخر الامر ایک دن یہی چیز دادے اور پوتے کے درمیان فراق کا باعث بن گئی۔ اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ گردیز کے نواح میں ایک بڑا قبیلہ آپکا مرید تھا۔ اچانک اس گھرانے میں ایک لڑکا سخت بیمار ہو گیا۔ جب دوائیں اور دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ اور لڑکا کمال لاغر اور نحیف ہو گیا۔ تو تمام مرید جمع ہوئے اور اس بچے کو لے کر مخدوم شاہ علی قصورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ

"اے شیخ کامل! ہم سب حضور کے غلام اور کمال عقیدتمند ہیں۔ ہمارے گھر کا صرف یہی ایک چراغ ہے۔ جو گل ہونے کو ہے۔ آپ درگاہ الٰہی

میں دُعا فرمائیں۔ کہ وہ اپنے حبیب کے صدقے اس نونہال کو شفائے
کاملہ عطا فرمائے "

حضرت مخدوم صاحب نے ان کی گریہ وزاری کے جواب میں فرمایا۔ کہ ہم سب کو رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیئے "۔ اہل قبیلہ نے کمال عجز وانکسار کیا۔ مگر حضور نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور رضائے الٰہی کے منتظر ہو کر خاموش ہو رہے۔ اسی اثنا میں وہ لڑکا جان بحق ہو گیا۔ اور لوگ روتے پیٹتے لاش کو اُٹھا کر واپس گھروں کو روانہ ہوئے۔ چونکہ ان بچاروں کا صرف یہی بچہ تھا۔ اس لئے وہ کمال دردرسیدہ تھے۔ اور ان کے شور اور واویلا سے ایک کہرام سا برپا ہو گیا۔ اتفاقاً حضرت شاہ محمدؒ یوسف رحمتہ اللہ علیہ عبادت سے فارغ ہو کر راستے میں تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے یہ دردناک منظر دیکھا اور خدام سے حقیقتِ حال دریافت کی۔ اتنے میں وہ تمام لوگ آپ کے قریب آپہنچے۔ اور لاش رکھ کر اپنی بدقسمتی اور تباہی پر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت چونکہ رقیق القلب اور بے حد کریم النفس تھے آپ سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ نہایت جذبہ و جلال کے ساتھ فرمایا۔ تم روتے کیوں ہو۔ تمہارا لڑکا تو زندہ ہے۔ اس فرمان کرامت نشان کے سنتے ہی بحکم خدائے بلند وبرتر وہ لڑکا کلمہ پڑھتا ہوا اُٹھ بیٹھا۔ مرید جو چند منٹ پہلے زار وقطار رو رہے تھے۔ خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ اور آپ کے قدموں میں گر پڑے۔ جب حضرت شاہ علی قصورؒ کو اس امر کی اطلاع پہنچی۔ تو وہ غصہ سے کانپ اُٹھے اور حضرت کو بلا کر فرمایا۔ کہ

"اے فرزند! اس قدر توفیق تو خداوند عالم نے اس فقیر کو بھی دے رکھی تھی
میں تو پروردگار عالم کی رضا میں دست اندازی کرنا کمال بے ادبی سمجھتا تھا

کیونکہ فقرا کا شیوہ "تسلیم و رضا" ہوتا ہے۔ مگر تو نے آج فقیر کو خدا کے حضور شرمندہ کر دیا۔ اس لئے اب ہم دونو کا یکجا رہنا ممکن نہیں رہا۔ لہذا اچھا یہی ہے کہ تم ملتان چلے جاؤ۔ کیونکہ وہ ملک ویران اور تباہ ہو رہا ہے شاید تمہاری وجہ سے خداوند عالم وہاں کے باشندگان کو توفیق ہدایت عطا کر دے۔"

حضرت نے جب اپنے جد بزرگوار کی یہ ناراضی اور پھر سفر ملتان کا حکم سنا۔ تو سخت آزردہ ہوئے۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ حضرت مخدوم شاہ علی قصور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے فرزند دلبند کی سفارش کرتیں۔ فرمایا

"بیٹا! تمہارے خانوادے کا کام شروع سے اشاعت اسلام رہا ہے اپنے جد بزرگوار کا حکم مانو۔ اور ملتان چلے جاؤ۔ مجھے امید ہے۔ کہ تیرے طفیل دین الہی کی کوئی بڑی خدمت انجام پائیگی۔ جاؤ نصرت الہی تمہارے شامل حال ہو۔"

والدہ ماجدہ کا یہ عزم و استقلال دیکھ کر آپ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ جھک کر ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور اپنا جبہ سنبھال گرد یز سے باہر نکل آئے۔ للکار کر آواز دی۔ ایک جانب سے دم ہلاتا ہوا شیر حاضر ہوا۔ اور دوسری جانب سے رینگتا ہوا سانپ آ پہنچا۔

حضرت اُچھل کر شیر پر سوار ہو گئے۔ سانپ کو ہاتھ میں لیا۔ اور ملتان کو چل پڑے۔

غازی محمد بن قاسمؒ کے حملے کو صدیاں گذر چکی تھیں۔ ملتان جو کبھی "دارالاسلام" تھا اور حجازی حکومت کا زبردست حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اب ہر طرف سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ قرامطہ نے اہل بلدیہ پر جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ کفر و الحاد کی گھٹائیں چاروں طرف سے گھر گھر کر چھا رہی تھیں۔ اور ظالموں کے ہاتھوں نہ مساجد کو امان تھی اور نہ معابد و منادر محفوظ تھے۔ ہر طرف تباہی اور بربادی کا دور دورہ تھا۔ اسی لیل و نہار میں ایک دن جبکہ آفتاب عالمتاب کا اُفق مشرق سے طلوع ہو رہا تھا۔ ایک خوبصورت جوان شیر کی سواری کئے ہاتھ میں تازیانہ کی جگہ سانپ پکڑے شہر میں داخل ہوا۔ سرزمین ملتان اور اہل ملتان نے ایسا اعجاز پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور اس پر طرہ یہ کہ جتنی ہیبت شیر سے ٹپک رہی تھی۔ اس سے کئی گنا زیادہ جلال سوار کے چہرے پر برس رہا تھا۔ لوگوں نے دیکھا تو دم بخود رہ گئے، حیران پریشان کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ شیر خراماں خراماں آبادی سے گذرتا ہوا دریا تک جا پہنچا۔ سوار کچھ سوچ کر شیر سے اُترا۔ اور برلبِ جُو — مصلیٰ بچھا عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گیا۔ یہ سوار حضرت شاہ محمد یوسف تھے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

وائی سوارِ شیر کہ در دستِ مار کرد مخدوم شاہ یوسفؒ اینجا قرار کرد

اس وقت ملتان شہر مائی پاکدامن علیہا الرحمتہ کے قریب آباد تھا۔ حضرت کی دیکھا دیکھی باشندگان شہر نے بھی برلبِ راوی مکانات بنوانے شروع کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک شہر آباد ہو گیا دریا کے کنارے اگرچہ آپ نے اپنا صرف ایک حجرہ بنوا رکھا تھا۔ لیکن لوگوں نے ادباً ایک طویل رقبۂ زمین حضور کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ چنانچہ آج تک محال راوی میں سادات گردیزی کی ملکیت چلی آتی ہے۔ حضرت بالعموم نصف شب کو بیدار ہو کر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے

تھے فضاہائے نیم شبی کے بعد آہِ سحر گاہی کی باری آتی۔ صبح کی نماز مسجد میں ادا ہوتی۔ اور بالعموم خود امامت کے فرائض ادا فرماتے۔ اس کے بعد پھر یادِ الٰہی میں محو ہو جاتے۔ پھر دن چڑھے رشد و ہدایت کا دروازہ کھلتا۔ خلقِ خدا جو اس چشمۂ فیض پر مور و ملخ کی طرح جمع ہوتی۔ اسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متمتع کرتے۔ پھر لنگر شروع ہوتا۔ امیر و غریب سب اس دستر خوان سے شکم سیر ہو کر کھاتے۔ آفتاب عالمتاب کی طرح ملتان کے اس یوسف کا سلوک ہر گبر و ترسا سے یکساں ہوتا۔ بلا تفریق رنگ و ملت ہر کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا ملتا۔ اور پھر لنگر خانہ میں ایک آدھ نہیں۔ سو دو سو نہیں۔ اڑھائی اڑھائی ہزار تک ایک ہی وقت میں مرید دستر خواں پر جمع ہو جاتے تھے۔ اور اس شہباز کے لنگر میں ہر چیز فراواں رہتی۔ اس کے باوجود استغنیٰ کا یہ عالم تھا۔ کہ مرید مروارید اور لعل ہائے ناب کے طشت بھر کر نذر گذارتے۔ مگر وہ دریائے راوی میں پھینک دیئے جاتے

ؔ نازِ شہاں نمی کشم، زخمِ کرم نمی خورم
ورنگر اے ہوس فریبِ ہمت ایں گدائے را

الغرض اسلام کا یہ پہلا مبلّغ اپنے لیل و نہار اسی شغلِ عزیز میں صرف کرتا رہا۔ اپنے زہد و اتقا کی جاذبیت اور کشف و کرامات کی بے پناہ کشش سے خلقِ خدا کو اس قدر اثر پذیر کیا کہ وہ کافر دماغ جو اسلام کے نام سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ اب ناموسِ اسلام پر جانیں نچھاور کرنے لگے۔ اور وہ ملتان جہاں چند سال پہلے خدا اور اُس کے رسول کا نام لینا جرم عظیم خیال کیا جاتا تھا۔ اب پانچوں وقت اللہ اکبر کی صدا سے گونجنے لگا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ ملتان نے نہ تو شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریّا کو دیکھا تھا۔ اور نہ موسیٰ پاک شہید

اور حافظ محمد جمال اللہ رحمہم اللہ کے قدسی نفوس نے سرزمین ملتان کو سرفراز کیا تھا۔ حرف آپ اور محض آپ کی ذات تھی۔ جس کے آہنین عزم اور بے پناہ قوت ارادی نے وہ کام کر دکھایا جس کو محمود غزنویؒ کی خون آشام تلوار بھی نہ کر سکی۔ جب آپ کا مقصد حل ہو گیا۔ اور عمر اکیاسی برس کے قریب پہنچ گئی۔ تو آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ میرا سفرِ آخرت قریب آ پہنچا۔ انشاء اللہ اس سال ہم اس دارِ فانی سے عالم باقی کو کوچ کر جائیں گے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۵۳۱ھ چہار شنبہ کے پہر دن کو گلشن نبوت کا یہ بلبل ہزار داستان دفعۃً ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اس خبر کے سنتے ہی شہر بھر میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ اور حضرت کے جنازہ کو لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ آخر الامر انتہائی حزن و ملال کے ساتھ آپ کے جسد اطہر کو اسی حجرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں حضرت نے ایک زمانہ عبادت و اطاعتِ الٰہی میں صرف فرما دیا تھا۔ قدس اللہ سرہٗ و اوصل الینا فتوحہٗ

لاریب حضرت اپنے زمانہ کے شیخ الہند تھے۔ اور دوسرے اجمیری۔ مژدہ باد اے رسول اللہ کے لختِ جگر! زندہ باد اے شیرِ خدا کے سعید فرزند۔ کہ آپ نے اسلامیانِ ہند کی آبرو رکھ لی۔ اور مسلمانوں کو وہ شرف و افتخار بخشا جو آج تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا۔

روضہ اقدس کے قریب کی عمارتیں

حضرت کی خانقاہ کے متصل غربی جانب سید مراد شاہ گردیزی کا مزار ہے۔ آپ ریاست بہاولپور کے اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ و چیف جج تھے۔ آپ کے مزار پر حسب ذیل کتبہ مرقوم ہے

سید مراد شاہ چو در خلد آرمید　　گلزارِ مغفرت بسر تربتش دمید

بر صفحہ بیاضِ جہاں نوکِ کلکِ من　　در خطۂ کبودی خطِ سیہ کشید

سیری کہ بر مرادِ جہاں یافت دسترس　　در عرصۂ نہ جدِ چہ بر کام دل چمید

در بزمِ کامرانی دایوانِ معدلت　　در داد و دین و دانش چوں او کسے ندید

تاریخ سالِ نقلش دل گفت با ادب

باوصل شاہِ مرداں بمرادِ دل رسید

۱۳۳۹

سید صاحب کے مرقد کے پاس ملتان کے علم دوست رئیس سید ناصر زین شاہ صاحب گردیزی کا حسین و جمیل مزار ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی خان بہادر مخدوم حسن بخش صاحب گردیزی محو خواب ہیں۔ خانقاہ مبارک کے مشرق میں شیخ سید عبدالجلیل کرہ وقار گردیزی کا مقبرہ ہے۔ جنوب میں سلطان شیر شاہ سوری کی بنائی ستون دار مسجد ہے۔ جو مخدوم صدرالدین راجو عرف باباراجن کے زمانہ میں بن کر تیار ہوئی۔ مسجد اب تک اچھی حالت میں ہے۔ چھت منقش ہے۔ اور آٹھ ستون پر استادہ ہے۔ شمال میں حضرت امیرالمومنین اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا قدم مبارک رکھا ہے۔ اور پاس ہی امام باڑے کی وسیع عمارت ہے۔ محرم کے ایام میں یہاں عزادارانِ حسینؑ کا ایک اجتماعِ عظیم ہوتا ہے۔ ہر شخص سیاہ پوش اور دلفگار نظر آتا ہے۔ ہائے حسینؑ اور واہ حسینؑ سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی ٹھیک اُس وقت جبکہ سوگواروں کے ماتم کی دلدوز صدائیں، پُر درد آہیں اور جگر خراش نالے اُٹھ اُٹھ کر حضرت کی خانقاہ سے ٹکرا رہے ہوتے ہیں حضرت کے مرقد سے ایک مہیب اور تحیّر انگیز آواز پیدا ہوتی ہے۔ کہ

"اے محبانِ حسین! جنابِ امام کی بیکسانہ شہادت پر تمہاری آنکھیں بہت رو چکی ہیں لیکن ابھی تک تمہارے دلوں کا رونا باقی ہے۔ کیونکہ سچا ماتم وہ ہے۔ جو صرف ہاتھ کا ہی نہیں بلکہ دل کا ماتم ہو۔ اور عبرت و بصیرت کی آنکھ سے پھوٹ نکلا ہو۔ اس لئے اگر تم نے رونا ہے تو پہلے اپنے دل کو رلاؤ۔ ورنہ صرف آنکھوں کی اس روانی کو لے کر کیا کرو گے جس میں دل کی اشک فشانی کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ انسان کی ساری کائناتِ حیات صرف دل ہی کی زندگی سے ہے

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے

حضرت کی خانقاہ کے شمال مغرب میں ۲۷×۲۷ فٹ کا تالاب ہے تاریخ تعمیر کا کتبہ "عجب چشمہ کوثر" ۱۱۹۴ھ ہے۔ کوئی وقت تھا۔ کہ ملحقہ کنوئیں سے پانی آبشار تک پہنچتا اور پھر وہاں سے موتیوں کی بارش کرتا چاند کی چادر بنا کر نیچے گرتا تھا اب خشت و آہک کا ایک گڑھا سا نظر آتا ہے۔ خزاں کی موجودہ حسرت و یاس بہار کی رونق کا تصور دلا کر زائر کے دل کو بے چین سا کر دیتی ہے۔

سلاطینِ وقت اور ساداتِ گردیز

شاہانِ وقت حضرت کی اولاد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور جب بھی کوئی بادشاہ

ملتان میں داخل ہوتا حضرت کی درگاہ میں حاضری دیکر آپ کے سجادہ کا شرفِ نیاز حاصل کرتا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے سب سے پہلے جن کو بادشاہِ وقت سے ملاقات کا موقعہ ملا ہے وہ مخدوم سید عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ ملاقات رات کو تسبیح خانہ میں عمل میں آئی۔ حضرت مخدوم نے نزدیک جاکر سلطان شہاب الدین غوری کو السلام علیکم کہا۔ بادشاہ وقت نے کھڑے ہوکر سنت نبوی کے مطابق اس کا جواب دیا۔ اور معانقہ فرماکر اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور رخصت کے وقت بھی یہی رسم ادا ہوئی۔

۱۲۳۹ء کے قریب رضیہ سلطانہ کبیر خاں کی گوشمالی کے لئے ملتان پر حملہ آور ہوئی۔ اور جب خداوند پاک نے اُس کو اس مہم میں کامیابی عطا فرمائی۔ تو وہ حضرت کے آستان پر حاضر ہوئی اور آپ کے خاندان کو کئی مواضعات "معافی" میں نذر کیے۔ مخدوم سید صدر الدین راجو کے زمانہ میں سلطان شیر شاہ نے ستون دار مسجد تعمیر کی اور سلطان اسلام شاہ نے شرقی ڈیوڑھی بنوائی جس پر حسب ذیل عبارت کندہ کی گئی۔

"عمارت خانقاہ عالیجاہ قدوۃ الواصلین عمدۃ المحققین قطب الاقطاب
بندگی حضرت شاہ یوسف گردیز در عہد سجادہ حضرت شیخ المشائخ
صدر الدین راجو بفرمان سلطان السلاطین اسلام شاہ فی سنہ ۹۵۶ھ
وبپرداخت سیادت پناہ سید احمد حسین راجو حسینی الواسطی"

اب یہ ڈیوڑھی گر چکی ہے۔ موجودہ سجادہ نشین مخدوم سید محمد یوسف مدظلہ العالی اسکی از سر نو تعمیر کرا رہے ہیں۔ اگر کتبہ مذکور کی سلیں پھر اسی مقام پر نصب کر دی جائیں۔ تو ایک تاریخی

یادگار کو دوبارہ زندگی مل جائے گی۔

مخدوم سید محمد یوسف رابع کے عہد میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ملتان میں تشریف لائے۔ اور آپ کی خدمت میں خلعت اور مادہ فیل نذر گذرانی۔ عالمگیر نامہ مولفہ منشی محمد کاظم مطبوعہ کلکتہ کے صفحات ۲۱۰ و ۲۱۷ پر اس امر کی شہادت موجود ہے۔

"سید محمد یوسف از اولادِ کرام عزیز مصر کرامت شاہ یوسف گردیزیؒ

کہ مرقد شریف آنجناب در بلدۂ طیبۂ ملتان است بعطائے خلعت

و مادۂ فیل سرمایۂ اعتبار اندوختند"

اس خاندان کے پاس شاہ جہان بادشاہ، محمد دارا شکوہ، شاہ عالمگیر محمود شاہ، فرخ سیر شاہ عالم اور اکبر شاہ ثانی کے متعدد فرامین موجود ہیں۔ اور ان میں یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ان کی عبارت میں جہاں بادشاہ کا نام آتا ہے۔ وہاں تھوڑی سفید جگہ چھوڑ کر بادشاہ کا نام پیشانی پر لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح جہاں حضرت یا آپ کے کسی سجادہ یا اولاد کا اسم مبارک آیا ہے۔ وہاں بھی یہی صورت عمل میں لائی گئی ہے۔ یعنی ان کا نام نامی فرمان کی پیشانی پر بادشاہ کے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ سلاطین وقت آپ کے خاندان کا کس قدر ادب اور احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت کے موجودہ سجادہ نشین مخدوم شیخ حاجی محمد یوسف صاحب ڈویژنل درباری و آنریری مجسٹریٹ ملتان ہیں۔ جو نہایت منکسر المزاج اور نیک نہاد بزرگ ہیں۔ شریعت و تقویٰ کے حد درجہ پابند ہیں۔ اور آمدنی کا شمار کر کے پائی پائی تک خمس اور زکواۃ ادا کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت کی خانقاہ میں مسجد کے اندر بجلی کے پنکھے لگوائے ہیں امام باڑہ

میں دروازے لگوائے ہیں۔ اسلام شاہ کی ڈیوڑھی کو از سرِ نو تعمیر کیا جارہا ہے۔ اور یہ سب کچھ آپ کی اس محبت اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔ جو آپ کو اپنے جدِ اعلیٰ کی خانقاہ معلیٰؒ سے حاصل ہے۔ آپ کے اعزہ میں سے حاجی سید قاسم علی شاہ و سید محمد نواز شاہ صاحبان ریٹائرڈ ای اے سی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جو آجکل گوشۂ عافیت میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہیں سید محمد رمضان شاہ صاحب عبد الجلیل شاہ رئیس بلدیہ و سید حامد شاہ صاحب میونسپل کمشنر و سید احمد علی شاہ صاحب اے۔ ٹی۔ او ریلوے تموّل اور نیک نفسی کے سبب نمایاں شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت کی جملہ اولاد فطرتاً مرنجان مرنج واقع واقع ہوئی ہے۔ اور اگر خلقِ خدا کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی۔ تو ان کے وجود سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچا۔

مزارِ گوہر بارِ شیخ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ گردیز سے محلہ حمام کو جائیں۔ تو راستہ میں دائیں طرف چبوترے پر آپ کا مزار ملتا ہے۔ مزار بہت لمبا چوڑا ہے۔ قیاس یہ ہے۔ کہ یہاں بھی صرف شیخ دفن نہیں بلکہ نوگزہ ہی قبر کی طرح اس میں بھی کئی مسلمان شہداء آسودۂ خاک ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

تاریخی عمارتیں

ٹاؤن ہال

یہ عالیشان عمارت لوہاری دروازہ کے باہر واقع ہے۔ لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہند نے اس کا بنیادی پتھر رکھا اور بلدیہ نے اس پر مصارف کثیر سے نارتھ بروک کلاک ٹاور اور ریڈن ہال تعمیر کرایا۔ ریڈن ہال اور دیگر کمروں میں تو روزانہ اچھی خاصی رونق رہتی ہے۔ مگر نارتھ بروک کلاک ٹاور سالہا سال سے بلدیہ کے ذہن سے اُترا ہوا ہے۔ کئی بار اخبارات میں اس امر کے مقالے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ بلدیہ کا تمسخر بھی اُڑایا جا چکا ہے۔ مگر آج تک اس کا کوئی ایکشن نہیں لیا گیا اگر یہ کلاک بن جائے۔ تو کچہری کے ملازموں اور سکول کے بچوں کو کس قدر فائدہ ہو۔ کاش میونسپلٹی جہاں سڑکوں اور دیگر امور عامہ پر فیاضی سے روپیہ بہا رہی ہے۔ وہاں اس کلاک کی تقصیر معاف کر کے محض لارڈ نارتھ بروک آنجہانی کی روح کو ایصال ثواب کی خاطر دو صد روپیہ کی منظوری دیدے!

مینارۂ یادگار

یہ گاؤدم مینار قلعہ کے عین درمیان میں واقع ہے۔ اور تقریباً پچاس فٹ بلند ہے اس کو سر ہربرٹ ایڈورڈز نے مسٹر اگینو اور مسٹر اینڈرسن کی یادگار کے طور پر تعمیر کرایا تھا چبوترے

کے مغربی جانب ایک مرمریں لوح پر مدفون جان بازوں کے وقایع کندہ ہیں۔جن کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

"پیٹرک الیگزنڈر وانز ایگینو بنگال سول سروس اور ولیم اینڈرسن لفٹننٹ نمبر ۱ بمبئے فیلیر رجمنٹ جو صاحب ریذیڈنٹ لاہور کے نائب تھے۔سرکار عالیہ کی جانب سے اس غرض کیلئے ملتان بھیجے گئے تھے۔کہ دیوان مولراج کی خواہش کے مطابق اس کو حکومت ملتان کے فرائض سے سبکدوش کیا جائے۔قلعہ کی فوج نے ۱۹ اپریل ۱۸۴۸ء کو دونوں افسروں پر حملہ کرکے ان کو زخمی کردیا اور دوسرے دن ان کی سکھ فوج نے نمک حرامی کرکے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔اور قومی اعتماد اور مہماں نوازی کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ان دونوں افسروں کو شہر ملتان کی دیواروں کے نیچے عیدگاہ میں نہایت بے رحمی سے قتل کردیا۔اس طرح یہ بہادر نوجوان سردار ۲۵ اور ۲۸ سال کی نوجوانی کی عمر میں جو قابل فخر امیدوں سے پُر اور آئندہ کے لئے یقینی طور پر مفید ثابت ہوتی۔اپنے آخری دم تک اپنے ملک کی عزت و آبرو بچاتے ہوئے،زخمی،بے یار و مددگار،ہاتھ میں ہاتھ لئے حملہ آوروں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔انہوں نے انتہائی وقار سے اطاعت اختیار کرنے سے انکار کیا۔ اور اس طریق سے پیش از وقت یہ ثابت کردیا۔کہ ہزارہا انگریز ان کی موت کا انتقام لینے کے لئے عنقریب آجائینگے۔اور مولراج کو اس کے قلعہ اور لشکر سمیت نیست و نابود کردینگے۔تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشنگوئی کیسی سچی ثابت ہوئی۔ان کے فاتح بھائیوں نے ان کی لاش کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اس جگہ مفتوحہ قلعہ کی چوٹی پر ۲۶ جنوری ۱۸۴۹ء کو پورے

ملہ مرقع ملتان صہ۲۲

فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ صوبہ پنجاب ممالک محروسہ سلطنت برطانیہ میں شامل کر لیا گیا جن کی ابتدا ان افسروں کے قتل سے ہوئی۔"

مینارہ کے پاس مشرقی سمت تین اور مقبرے ہیں۔ جو میجر جارج شلف کپتان ہونگز ورتھ لفٹنٹ جے تھامسن اور سی ڈی گریہم افسران فوج کی یادگار میں تعمیر کئے گئے تھے۔ ان پر کتابے کندہ ہیں۔ ناظرین خود پڑھ سکتے ہیں:

مقتل نواب شہید

مقبرہ دربار شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مشرق میں وہ تاریخی میدان واقع ہے جہاں ملت اسلامیہ کا محافظ، ملتان کا صد سالہ مجاہد نواب مظفر خاں ۱۲۳۳ھ میں اپنے فرزندوں اور پوتوں سمیت سکھوں سے لڑتا ہوا شہید ہوا ؎

آں شہیدانِ محبت را امام — آبروئے ہند و چین و روم و شام
آنکہ صحرا ہا ز تدبیرش بہشت — آنکہ نقش خود بخونِ خود نوشت

آنکہ گفتارش ہمہ کردار بود،
مشرق اندر خواب او بیدار بود — اقبالؔ

باغیچہ مرزا جان

دہلی دروازے کے اندر، ایک قلعہ نما فصیل ہے یہ ایک دلکش عمارت ہے۔

۲۸ × ۱۹ فٹ کا سامنے صحن ہے اور پیچھے ایک ہال اور دو کمرے بنے ہیں۔ یہ مسلمان نوابوں کے عہد کی عمارت ہے۔ اپنے وقت میں یہ عمارت بے حد دلفریب اور خوش منظر ہو گی۔ مگر اب ایک بڑے نواب غلام نقشبند خاں کی ملکیت ہونے کے باوجود ویران پڑی ہے۔ نہ کوئی چمن ہے۔ اور نہ کوئی سبزہ ہے۔ تین چار بیگھے کے قریب زمین بھی بے کار پڑی ہے۔ درمیان میں صرف ایک بڑ کا درخت ہے جس کے نیچے دو چار جانور بندھے رہتے ہیں۔ اور اوپر ایک آدھ گدھ یا اُلو کا بسیرا رہتا ہے۔ ہُو کا عالم اور کسی وقت اس مکروہ جانور کی سمع خراش آواز۔ ورنہ اللہ بس باقی ہوس کا نقشہ رہتا ہے

نواب موصوف عابد اور سادگی پسند ہونے کے ساتھ ساتھ حد سے زیادہ کفایت شعار بھی واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے اس عمارت کو ان کی فیاضی سے بہرہ مند ہونے کا موقعہ نہیں ملتا۔ ملحقہ مسجد شکستہ ہو چکی ہے۔ اور حمام لکڑیوں کی دکان کا کام دے رہا ہے :

شیش محل

یہ نادرۂ روزگار عمارت غفران پناہ نواب محمدؐ شاکر خاں صوبیدار ملتان کی تعمیر کردہ ہے چونکہ اس میں شیشے کثرت سے جڑے گئے تھے۔ اس لئے شیش محل کے نام سے مشہور ہوئی یہی وہ تاریخی محل ہے۔ جہاں نواب مظفر خاں شہید نے سالہا سال تک اس رواداری اور بے تعصبی سے عدل و انصاف کیا۔ کہ اہل ملتان نوشیرواں کو بھول گئے۔ مگر افسوس جہاں زمانے کے بیرحم ہاتھوں نے بوڑھے نواب اور اُس کے شیردل بال بچوں کا خاتمہ کر دیا۔ اُسی طرح اس عمارت کو

بھی مسخ کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ آج اس عمارت میں نہ شیشے کا کام ہے اور نہ نقاشی و منبت کاری کا کچھ نشان ملتا ہے۔ ستم پر ستم یہ کہ جو کچھ ہے وہاں تک بھی مسلمانوں کی رسائی نہیں۔ اگرچہ دنیا بھر کی تاریخی عمارتیں گورنمنٹ عالیہ کے عہد میں واگذار ہو چکی ہیں لیکن ملتان! جہاں تاریخی عمارتوں کا پہلے سے فقدان ہے۔ اس عنایت سے اب تک متمتع نہیں ہو سکا۔ شجاع آباد کا جہاز محل، ملتان کا شیش محل یہی دو عمارتیں ایسی ہیں۔ جہاں قومی تڑپ رکھنے والے مسلمان اسلاف کی شوکت و دارائی ماتم کر سکتے تھے۔ مگر آج تک ان کی واگذاری کے لئے نہ تو ملتان کی قریشی گیلانی برادری کو خیال آیا۔ اور نہ محکمہ آثار قدیمہ نے اس امر کی ضرورت محسوس کی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ محکمہ آثار قدیمہ (Archaeological Survey) اب ایک حد تک حسن پرست بن گیا ہے۔ جس مکان میں اُسے کوئی دلکشی یا خوبصورتی نظر نہیں آتی۔ اپنی حفاظت میں نہیں لیتا۔ اس لئے شجاع آباد کا جہاز محل ہو یا ملتان کا شیش محل۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے کتنے وقیع کیوں نہ ہوں۔ آثار قدیمہ کے محدب شیشوں کے اندر ان کا پرتاؤ نہیں پڑ سکتا۔ جب اہل درد یہاں سے گذرتے ہیں۔ تو شیش محل کا یونین جیک ہوا میں فراٹے لیتے ہوئے عہد ماضی کی داستان کچھ ایسے طنز آمیز لہجہ میں سناتا ہے۔ کہ وہ پہروں خون کے آنسو روتے رہتے ہیں۔ خدا کرے اسلامی عہد کی یہ یادگار کسی طرح واگذار ہو جائے ؎

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا خوش برساں،

ملتان کے باغات

عروس البلاد ملتان میں اہل بلدیہ و چھاونی کی تفریح کے لئے چار باغ موجود ہیں جو اگرچہ کافی سرسبز و بارونق ہیں۔ مگر اگلی سی بات کہاں۔ سب سے زیادہ مشہور عام خاص باغ ہے

باغ خاص و عام

یہ باغ شہزادہ مراد بن شاہجہاں کا شرمندۂ احسان ہے۔ اسلامی عہد میں یہاں بڑی رونق تھی۔ باغ کے شرقی جانب شاہی محلات، آبشاریں اور آرام گاہیں تھیں۔ جن کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ساتھ ہی ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ جو اب تک جامع مراد کے نام سے مشہور ہے۔ خالصہ دور میں دیوان ساون مل جیسی منصف شخصیت نے اس باغ کو زینت بخشی اپنے محلات باغ کے جنوب میں تعمیر کرائے۔ عدالت گاہ خاص باغ میں تعمیر ہوئی۔ خود باغ میں کچہری لگاتا۔ اور فرصت کے وقت باغ کی سیر کرتا۔

جب دیوان صاحب کی توجہ مبذول ہوئی۔ تو مالیوں نے شب و روز کی کوشش سے اس کو رشکِ ارم بنا دیا۔ اب بھی اس میں کافی رونق رہتی ہے۔ اور پبلک جلسے بالعموم یہاں منعقد کئے جاتے ہیں۔

حضوری باغ

لوہاری دروازہ کے باہر شہزادہ مراد کا بنایا ہوا ایک اور باغ "حضوری باغ" کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمان فرمانروا جب عدالتی مصروفیات سے فارغ ہوتے تو یہاں آکر آرام لیتے تھے۔ دیوان صاحب نے بھی اس کی رونق اور شہرت کو بحال رکھا۔ اب صرف عہد رفتہ کی ایک سوگوار یادرہ گیا ہے۔ نہ وہ چمن رہے ہیں۔ اور نہ وہ شاہی دور کی حسین وجمیل عمارتیں۔ صرف شہزادہ مراد کا ایک انقلاب زدہ بنگلہ منہ کھولے کھڑا ہے۔ مگر امتداد زمانہ کے باعث نہ اس میں کچھ دلکشی رہی ہے اور نہ دلفریبی۔ مغلیہ عہد کا وہ گلستاں باغ جسکی گلی گلی شاہجہان کے گھرانے کی پروردہ تھی جس کا ہر گلبن سدوزئی خاندان کے رفعتِ کمال کا شاہد تھا۔ جہاں آٹھوں پہر نازنینانِ حرم کی چہل پہل سے فردوس بریں کا نقشہ جما رہتا تھا۔ آج "تلک الایام نداولہا" کی زندہ تفسیر بنا ہوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

لنگے خاں گارڈن

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

یہ دلفریب باغ بوہڑ دروازہ کے باہر واقع ہے۔ اب چاروں طرف سے کٹ کٹا کر مختصر سا رہ گیا ہے۔ ورنہ پہلے نالہ ولی محمد خاں کے دونوں طرف لگا ہوا تھا۔ جب جنت آشیاں

نواب علی محمد خاں نے یہ نالہ احداث کرایا۔ تو اس کے جواں ہمت بھائی ہنگے خاں نے روپیہ پانی کی طرح بہا کر یہ شاندار باغ لگوایا۔ اس میں بارہ دریاں فوارے اور مرمریں نشست گاہیں تعمیر کرائیں اور نواب شہید نے دور دراز سے ناشپاتی، امرود عنب وانار، انب، زیتون، انجیر و انار جیسے قیمتی درخت اور یاسمن، چنبیلی، سوسن، صد برگ، داؤدی اور ہزارہ جیسے نایاب پودے منگوا کر لگوائے جس سے یہ گلکدہ "فردوس ارضی" بن گیا۔ مگر جونہی ان کے گھرانے پر "خزاں" کا گذر ہوا یہ نزہت گاہ بھی بہار سے محروم ہوگئی۔ اس کا جنوبی نصف حصہ دفتر انسپکٹر صاحب مدارس اور گورنمنٹ ہائی سکول کے تصرف میں ہے۔ مشرقی حصے کو سول ہسپتال کا سفید ہاتھی دبا بیٹھا ہے آرامگاہ پر لائبریری نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور جو کچھ حصہ رہ گیا ہے۔ وہ بھی حال سے بے حال نظر آتا ہے۔ گیندا ہو یا گلنۂ عقیق ہو یا نرگس بیمار سب مسموم اور مدقوق ہو رہے ہیں۔ نالہ ولی محمد جو کبھی "نہر رکنا باد" کو شرماتا تھا۔ اب محض ایک واٹر کورس رہ گیا ہے۔ اس لئے زائر کو یہاں آکر کچھ خاص فرحت نصیب نہیں ہوتی۔

کمپنی باغ ملتان چھاؤنی

یہ سیر گاہ ٹھنڈی سڑک پر ملتان چھاؤنی میں واقع ہے۔ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی یادگار ہے۔ کافی وسیع ہے۔ اور ہر قسم کے درخت اور پھول اس میں پائے جاتے ہیں۔ مگر شہر اور چھاؤنی سے دور ہونے کے باعث چنداں بارونق نہیں۔ ہاں البتہ ساتھ کی ٹھنڈی سڑک پر صبح و شام کافی چہل پہل رہتی ہے۔

خالصہ یادگاریں

آغا پورہ

دہلی دروازہ کے باہر نشیب میں آبادی کا کافی حصہ آغا پورہ کے نام سے مشہور رہا ہے یہاں کم و بیش سات گوردوارے بنے ہوئے ہیں۔ اور آبادی زیادہ تر سہج دہاری سکھوں کی ہے کہتے ہیں کہ یہاں پہلے پہل بہادر شاہ کے اُستاد بھائی نند لال صاحب نے سکونت اختیار کی تھی۔ چونکہ وہ غزنی کے باشندہ تھے۔ اس لئے لوگ اُنہیں "آغا" کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ حصہ بھی آغا پورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

بیٹھک گورونانک صاحب

بیان[1] کیا جاتا ہے کہ گورونانک صاحب شاہ شمس رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرہ پر زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے سکھ روضہ مبارک کو بیٹھک گورو صاحب تصور کر کے ثواب کی خاطر حاضری دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] منقول از سردار تیجا سنگھ صاحب بی اے انگلش ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان

گوردوارہ بھائی دیال

سکھوں یہ مشہور گوردوارہ دہلی دروازہ کے اندر واقع ہے۔ رقبہ ایک بیگھ کے قریب ہوگا۔ نہایت عالیشان عمارت ہے۔ فرش سنگ مرمر کا ہے اردگرد دکانیں ہیں۔ درمیان میں گوردوارہ ہال ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں مسافروں کی رہائش اور خوراک کا وسیع پیمانے پر انتظام ہے۔ جس میں ہندو مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ ہر مسافر سے پوری پوری ہمدردی کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔

گوردوارہ کی آمدنی کا بڑا ذریعہ "اوقاف اراضی" ہے۔ جس کا انتظام گوردوارہ ایکٹ کے ماتحت ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔ ملتان شہر والوں شہر میں اکثر سہج دہاری سکھ آباد ہیں۔ اس گوردوارہ کے علاوہ چند ایک اور گوردوارے بھی ہیں۔ مگر وہ چنداں مشہور نہیں شہر میں ایک گورو نانک کنیا پاٹھ شالہ بھی ہے۔ جو پندرہ بیس سال سے جاری ہے۔

سنگھ سبھا ملتان چھاؤنی

ملتان چھاؤنی میں بالعموم کیسہ دہاری سکھ آباد ہیں۔ اور ان میں اکثر ملازمت پیشہ ہیں جو باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ ان کے زیر اہتمام ایک سنگھ سبھا قائم ہے جس کا ایک عالیشان گوردوارہ گنگ منڈی میں واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک سکھ کنیا پاٹ شالہ اور ایک لائبریری بھی ہے۔ اور مسافروں کی رہائش کے لئے مسافرخانہ بھی بنا ہوا ہے۔ باہر سڑک پر

خالصہ ہوٹل ہے۔ جہاں شام کے وقت کافی چہل پہل رہتی ہے۔

ہندو یادگاریں

سورج مندر

ملتان میں ہندو تہذیب کا سب سے بڑا شاہکار سورج مندر تھا۔ جس کے درشن کو ہندوستان کے طول و عرض سے ہندو جاتری کھچ کھچا کر جمع ہوتے تھے۔ اور اس کا شمار سندھ کے مرکزی بت خانوں میں ہوتا تھا۔ اس میں ایک بڑا بت رکھا ہوا تھا جس کی آنکھوں میں لعل[۱] لگے ہوئے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ یہ ایوب علیہ السلام کا بت ہے۔ غازی محمد بن قاسم نے جب سنہ ۷۱۲ء میں ملتان فتح کیا۔ تو اس نے بت خانے کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ بلکہ برہمن آباد کی طرح یہاں کے پجاریوں کو بھی ہر طرح کی آزادی عنایت کی۔ بعد میں جو مسلمان گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی جہاں مسجدوں کے لئے اوقاف مقرر کئے۔ وہاں سورج مندر[۲] اور دیگر چھوٹے چھوٹے

۱۔ البلاذری کی اصل عبارت یہ ہے۔ وکان بد الملتان تہدی الیہ الاموال وینذر الیہ النذور ویحج الیہ السند فیطوفون بہ ویحلقون رؤسہم ولحاہم عندہ ویزعمون ان صنماً فیہ ہو ایوب النبی علیہ السلام۔ ۲۔ رسالہ یثرب ماہ جون سنہ ۱۹۲۸ء

مندروں کے لئے بھی بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔ دنیائے اسلام کا مشہور مورخ ۹۱۶ء میں ملتان داخل ہوا لکھتا ہے کہ دُور دور سے ہزاروں ہندو جاتری اس مندر کے درشن کو آتے تھے۔ اور لاکھوں روپے کے تحائف اس مندر کی مورتی پر چڑھائے جاتے تھے۔ اور بخورات جلانے کے لئے عود ہندی اور صندل کی سینکڑوں من لکڑیاں لاتے۔ جو اس وقت دو سو دینار فی من کے حساب فروخت ہوتی تھیں۔ اس مندر کے طفیل اسلامی حکومت بیرونی حملوں سے بے خوف تھی۔ کیونکہ جب کوئی ہندو راجہ اعلانِ جنگ کرتا۔ تو اس جانب سے بُت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی جاتی تھی جس سے مخالفوں کے حوصلے پست ہو جاتے۔

۹۸۰ء میں ملتان فرقہ قرامطی کے سردار جلم بن شعبان کے تصرف میں آیا۔ جہاں اُس نے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو منہدم کیا۔ وہاں سورج مندر کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ گو اس کی بعد میں تعمیر ہوئی۔ مگر پھر گرا دیا گیا" شاہ عالمگیرؒ کے زمانہ میں یہاں جو جامع مسجد[1] تعمیر ہوئی۔ وہ بھی جنگِ ملتان کے دوران میں ایک گولہ سے مسمار ہو گئی"۔ کیونکہ مول راج نے اس کو بارود خانہ بنا رکھا تھا۔

کننگھم نے بھی ۱۸۵۳ء میں اس مسجد کے کھنڈر ملاحظہ کئے۔ قدیم مورخین ہیون سانگ البلاذری، البیرونی، قزوینی، ادریسی اور مسعودی وغیرہ نے اس مندر کا جلی الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ جس سے اس کی عظمت کا اچھی طرح سے تصور ہو سکتا ہے۔

---

[1] مرقع ملتان از میر اولاد علی صاحب گیلانی ایم۔ اے

مندر پرہلاد پوری

ملتان شہر میں جس مندر کو تاریخی اعتبار سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ پرہلاد جی کا مندر ہے۔ پرہلاد جی کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بہت پرانے زمانہ میں ملتان پر راجہ ہرناکش نامی ایک مغرور راجہ راج کرتا تھا۔ دولت کی فراوانی اور حکومت کی وسعت سے اُس کے دماغ میں اس قدر تکبر آگیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو مافوق الفطرت ہستی خیال کرنے لگا۔ اور جب اُسے دنیا میں اپنا کوئی ہمسر نظر نہ آیا۔ تو اس نے اپنی رعایا کو دربار عام میں طلب کر کے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ (میں تمہارا رب ہوں) کا اعلان کر دیا۔

بھلا خدائے واحد کو چھوڑ کر اس مشتِ خاک کی کون پوجا کرتا۔ ہزارہا عباد اور زہاد نے راجہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس پر حکومت نے بھی پوری طاقت کے ساتھ اُن کا مقابلہ کیا۔ ہزاروں سعید روحیں پکڑ کر قید خانوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دی جاتیں اور سینکڑوں موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے۔ جب اس کے ظلم وستم کی انتہا ہو گئی۔ تو وہ قادرِ مطلق جس نے آتشکدہ نمرود کو سیدنا ابراہیم کے لئے گلکدہ بنا دیا تھا۔ اسی نے ہرناکش کی گوشمالی کے لئے اُسی کے محل میں پرہلاد نامی ایک حسین و جمیل شہزادہ پیدا کیا جس نے سن تمیز کو پہنچتے ہی علی رؤس الاشہاد باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور خلق خدا کو خدائے حی و قیوم کی عبادت کی تلقین کرنے لگا۔ جب راجے پر بچے کے موحدانہ عقائد واضح ہوئے تو وہ جھنجھلا اُٹھا۔ اور نازک اندام راجکمار کو قلعہ پر سے گرانے کا حکم دیا۔ مگر حافظ حقیقی نے

اس معصوم موحد کو بال بال بچا لیا۔ گرم تیل کے کڑھاؤ میں پھینکوایا۔ مگر پھر بھی بچ نکلا۔ دریا میں دھکیلا گیا۔ لیکن نہ ڈوبا۔ آخر راجہ کی بہن رانی ہولکا نے جو مہاراج کی ہم خیال تھی۔ کہا بھیا! آپ ناحق پریشان نہ ہوں۔ میں نے ریاضت کر کے اپنے جسم کو آگ سے بچا لیا ہے۔ اگر آپ کا ارشاد ہو تو میں پرہلاد کو گود میں لے کر چتا میں بیٹھ جاؤں۔ راجہ نے یہ تجویز بے حد پسند کی اور رانی پرہلاد کو لے کر جلتی ہوئی آگ میں بیٹھ گئی۔ خدا کی قدرت! کہ پرہلاد تو اس نار نمرود سے بچ نکلا۔ مگر ہولکا جل بھسم کر راکھ ہو گئی۔ چنانچہ اس عبرتناک واقعہ کی یاد میں ہولی منائی جاتی ہے۔ جب راجہ کو اس دفعہ بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ حکم دیا کہ لوہے کے ایک ستون کو آگ سے گرم کر کے اس کے ساتھ پرہلاد کو باندھ دیا جائے۔

چنانچہ سارا دن یہ ستون آگ سے گرم ہوتا رہا۔ اور جب شام کے وقت معصوم پرہلاد کو اس آتشیں ستون سے باندھنے لگے۔ تو ستون شق ہو گیا۔ اور اس میں سے وشنو جی مہاراج شیر نر (نرسنگھ) کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ اور راجہ کو اپنے گھٹنوں پر لٹا کر مار ڈالا۔ اسی یوم سے راجکمار پرہلاد، پرہلاد بھگت کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور یہ مندر آپ کی یادگار کے طور پر تعمیر ہوا۔

مندر کے اندر ایک مورتی نرسنگھ بھگوان کی ہے۔ اور ایک پرہلاد بھگت اور تیسری مورتی لکشمی جی کی رکھی ہے۔ اور ان کے پیچھے وہی تاریخی ستون ہے۔ جس سے نرسنگھ بھگوان جلوہ گر ہوئے تھے۔

ماہ جیٹھ میں یہاں نرسنگھ چودش کا بڑا میلہ لگتا ہے۔ شام کے قریب لوگ ایک دوسرے پر کھیرے ککڑیاں پھینکتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہندو جاتری اس میلے پر حاضر ہوتے ہیں۔

پہلے اس مندر کا دروازہ خانقاہ شیخ الاسلام میں تھا۔ مگر شاہ محمودؒ نے مسجد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ بند کرادیا۔ ۱۸۱۰ء میں ہندوؤں نے چندہ کرکے مندر کا کلس بہت اونچا کردیا اس پر حضرت شیخ الاسلام کی خانقاہ مبارک کے سجادہ نشین نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور ہندو مسلمانوں میں سخت کشیدگی پیدا ہوگئی۔ جس سے شہر میں بلوہ بھی ہوا۔

۱۸۴۸ء میں میگزین کے اُڑ جانے کے باعث اس مندر کو بھی نقصان پہنچا۔ ۱۸۵۵ء کے بعد چندہ وغیرہ کرکے اس کی ضروری مرمت کی گئی۔ اب مندر اچھی حالت میں ہے۔ سرکار کی طرف سے کچھ جاگیر بھی مقرر ہے۔ اندر صرف ہندو اور سکھ جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو قریباً تمام مندروں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔

سمادھ دیوان ساون مل سورگباشی صوبیدار ملتان

(عہدِ آخر کا نوشیرواں)

زندہ است نام فرخِ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

مقبرہ شاہ شمسؒ سے جانب شرق ایک فرلانگ کے فاصلے پر دیوان صاحب کی سمادھ ملتی ہے۔ تعویذ پر ایک مخروطی گنبد نما عمارت بنی ہے۔ گنبد کے باہر تالاب ہے۔ اور تالاب کے باہر چاروں طرف باغ لگا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بیرونی فصیل سے اندرونی تعویذ تک ہر چیز مثمن شکل کی ہے۔ اور دیکھنے والے کو خوب لطف آتا ہے۔

حالات دیوان ساون مل

دیوان صاحب خالصہ عہد کے بے نظیر منصف اور عادل گورنر تھے۔ ۱۸۲۱ء سے ۱۸۴۴ء تک بیس برس کامل دارالامان ملتان پر فرمانروائی کی۔ اور اس عمدگی و دانائی سے اپنا عہد نباہا۔ کہ دوست و دشمن سب عش عش کر اُٹھے۔ یہ نیک دل فرمانروا پانچ گھڑی دن چڑھے عدالت میں آ کر اجلاس کرتا تھا۔ اور اکثر مقدمات خود فیصل کرتا۔ فیصلہ ایسا صائب اور ناطق ہوتا۔ کہ فریقین مطمئن ہو جاتے۔ قیلولہ کے بعد پھر کاغذات کی پڑتال ہوتی۔ ایک ایک کاغذ کو بذاتِ خود ملاحظہ کرتا۔ اور ساتھ ہی مناسب ہدایات بھی دیتا جاتا۔ چوری اور رہزنی کا مطلقاً سدباب ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ چور یا ڈاکوؤں کو دیوان صاحب کی دوہائی دی جاتی۔ تو وہ مرعوب ہو کر بھاگ جاتے۔ ایک دفعہ اس کے اپنے لڑکے کے متعلق رپورٹ پیش ہوئی۔ کہ اس نے کسی کھیت سے گنا توڑ لیا ہے دیوان نے مقدمہ سماعت کرنے کے بعد اُس کے دونوں کندھوں پر بھاری بوجھ رکھ کر چار گھنٹے کے لئے کھڑا رہنے کی سزا دی۔ زناکاری کے متعلق یہ حکم تھا۔ کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو کسی آشنا کے ساتھ دیکھ پائے۔ تو دونوں کو جہنم پہنچا دے۔ تمام جوان لڑکیوں کا حکماً بیاہ کرا دیا۔ اور اعلان کیا۔ کہ آئندہ کوئی بالغ لڑکی کنواری نہ رہے۔ ان مصروفیات کے ہوتے ہوئے چند عمارات بھی تعمیر کرائیں۔ جن میں سے شوالہ لوہڑ روازہ، تالاب سورج کنڈ، تالاب و مکانات بدھلہ سنت کچہری عام و خاص اب تک اس کی یاد کو تازہ کر رہی ہیں۔

۱۸۴۴ء کو یہ شیر دل، عدل پرور اور نیک نام صوبیدار جبکہ دربار برخاست کر کے محل میں داخل ہو رہا تھا اپنے ایک منظورِ نظر سپاہی کے ہاتھوں زخمی ہو کر انتقال کر گیا۔ رہے نام اللہ کا۔

سماوھ باوا سفرا

روضہ شاہ شمس علیہ الرحمتہ کے قریب باوا صاحب کی سماوھ واقع ہے۔ بسنت کے دن یہاں بڑا میلہ لگتا ہے۔ اور ہندو سبھا کے زیر اہتمام گانے بجانے اور ٹورنامنٹ کا انتظام بھی ہوتا ہے ؛

مندر رام تیرتھ

دہلی دروازہ کے باہر جہاں سے میلسی، بدھلہ سنت اور دنیاپور کے لئے سڑکیں جدا ہوتی ہیں۔ وہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد کا بنا ہوا پختہ تالاب اور ایک مندر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب نرسنگھ بھگوان جوش اور غضب کی حالت میں ظاہر ہوئے۔ تو ان کا غصہ فرو کرنے کے لئے شری رام چندر جی ملتان تشریف لائے۔ جس مقام پر آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں یادگار کے طور پر ایک خام تالاب بنایا گیا۔ مہاراجہ رام چندر جی نے یہ بر دیا۔ کہ جو شخص اس تالاب میں اشنان کریگا۔ اس کو تیرتھ اشنان کا درجہ ملے گا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تالاب کی تعمیر پر بیس ہزار کے قریب روپیہ صرف کیا۔ ایک جاہ کی معافی اور دو روپیہ یومیہ وظیفہ بھی عطا کیا۔ اب سرکار دولتمدار کی طرف سے مبلغ یکصد روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ اور بھادوں کے مہینہ میں پورنماشی کے روز یہاں ہندوؤں کا بڑا بھاری میلہ لگتا ہے ؛

سمادھ مہنت کیشوپوری

تالاب رام تیرتھ کے کنارے مہنت صاحب کی سمادھ واقع ہے۔ کہتے ہیں۔کہ مہنت صاحب حد درجہ کے عبادت گذار انسان تھے۔ ملتان شہر کا نام محض ان کی وجہ سے کیشوپوری مشہور ہے۔ اس عمارت میں چند ایک اور سمادھیں بھی ہیں۔ اور دیوتاؤں کی مورتیاں بھی بنی ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی ایک سردابہ ہے۔ جہاں دوپہر کے وقت فقیر لوگ آرام کرتے ہیں۔

مسوان ناتھ (شمشان بھومی)

رام تیرتھ کے جنوب میں ہندوؤں کا شمشان واقع ہے۔ جس کے ساتھ ایک دھرسالہ ہے۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۴۸ء کو اس مقام پر انگریزوں اور مولراج کے درمیان سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی اور کرنل پیٹن داد شجاعت دیتا ہوا مارا گیا۔

گیان تھلہ

باولی دلی دروازہ کے جنوب میں گیان تھلہ کا استھان ہے۔ نہایت وسیع مکان ہے۔ یہاں اکثر سادھو، فقیر اور اپدیشک جمع رہتے ہیں۔

گئوشالہ

گیان تھلہ کے قریب گئوشالہ کی وسیع عمارت واقع ہے۔ جس میں محتاج گائیں پرورش پاتی ہیں۔ خرچ خوراک کی ذمہ وار ہندو پنچائت ہے۔ انتظام قابل تعریف ہے۔

مندر نرسنگھ پوری

پہلے یہ مندر قلعہ کے اندر واقعہ تھا۔ حاکم وقت کی اجازت کے بغیر کوئی اندر نہ جا سکتا تھا۔ اس لئے جاتریوں کو پوجا پاٹ میں تکلیف ہوتی تھی۔ مندر پرہلاد پوری کے مہنت باوارام جی داس نے فتح چند ٹنگسالیہ کے گوردوارہ میں ایک نیا مندر بنوایا۔ اور نرسنگھ جی کی مورتی کو اس میں منتقل کر دیا۔ اس کے بعد ۱۸۶۲ء کے قریب سیٹھ کالورام صاحب خزانچی نے دس ہزار کے مصارف سے اس پر شاندار عمارت تعمیر کی۔ اب تک یہ مندر پرہلاد پوری کے مہنت کے زیر اہتمام چلا آتا ہے اور ہندو جاتری ہزاروں کی تعداد میں درشن کو حاضر ہوتے ہیں۔

مندر جین سوئمبر

یہ دلفریب مندر چوک بازار کے بالکل قریب چوڑی سرائے میں موجود ہے۔ عمارت پر ساٹھ ہزار کے قریب خرچ ہوا تھا۔ پاس ہی ایک چھوٹی سی پاٹھ شالہ بھی ہے۔

مندر ہنومان جی

یہ خوبصورت مندر چوک بازار میں واقع ہے۔ اور اس میں ہنومان جی کی مورتی رکھی ہے۔

دوارہ بھگت بنارسی داس جی

تین سو سال گذرے بنارسی داس نام کا ایک خدارسیدہ بھگت ملتان میں رہتا تھا اس کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے یہ مندر تعمیر کیا گیا۔ ہندو لوگ بڑی تعداد میں درشن کو حاضر ہوتے ہیں۔ یہ مندر بھی حرم دروازہ کے اندر واقع ہے۔

مندر توتلا مائی

ایک ہندی دوہا مشہور ہے ؎

ہنگلاج پچھم شاستری توتل گھر ملتان نگر کوٹ دکھ بھنجنی تینوں دیوی پروہان

اس کا مطلب یہ ہے کہ تین دیویاں قابل ذکر ہیں۔ شاستری ہنگلاج کے مغرب میں توتلا کا مقام ملتان ہے۔ اور دکھ بھنجنی کا استھان نگر کوٹ میں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اس دیوی کا استھان سورج کنڈ والی سڑک پر واقع تھا۔ شاہ عالمگیر نے اس مندر کو مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو دیوی خود بخود چل کر پانس کے کنوئیں میں جا پڑی۔ جو اب تک چاہ مورت والا کے نام سے مشہور

ہے۔ اتفاق سے بادشاہ کا لڑکا بعارضہ قولنج بیمار ہوگیا۔ مندر کے پوجاری نے جو علم طب سے اچھی خاصی واقفیت رکھتا تھا۔ شہزادے کا علاج کیا جس پر اُسے آرام آگیا۔ بادشاہ نے خوش ہوکر اجازت دیدی۔ کہ وہ مورتی کو نکال کر شہر کے کسی مکان میں لے جائے۔ چنانچہ پوجاری مورتی کو اُٹھا کر حرم دروازہ کے اندر لے آیا۔ جو عمارت اب مورتی پر موجود ہے۔ مدن ہزاری کاروار کے زمانہ میں تعمیر ہوا ___ اور دیوان ساون مل نے تین چار ہزار روپے صرف کر کے اسے اور وسیع کیا۔ اسلامی دور اور خالصہ عہد میں اس مندر کیلئے یک صد روپیہ سالانہ مقرر تھا۔ اسکے علاوہ ایک چاہ دیویاں والہ بھی معاف تھا۔ مگر اب کوئی معافی وغیرہ نہیں ہے۔

مندر جوگ مایا

یہ مندر اسٹیشن ملتان شہر کے قریب واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ہرناکش کو سزا دینے کیلئے نرسنگھ اوتار آتشیں ستون سے برآمد ہوئے تو اس کے غیض وغضب کو فرو کرنے کیلئے متعدد دیوتا اور دیویاں ملتان پہنچیں اور جہاں جہاں جس نے قیام کیا۔ وہاں انکی یادگاریں استھان بن گیا۔ چنانچہ یہاں جوگ مایا نے قیام کیا۔ پہلے اس جگہ ایک چبوترہ تھا جس پر بکریاں وغیرہ چڑھائی جاتی تھیں۔ جب اورنگ زیب بادشاہ نے تلا مائی کے مندر کو مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہاں کے سارے جوت منتقل ہو کر اس تھلہ پر آگئے تب سے اس چبوترہ کا نام "جوت استھان" پڑگیا اور بعد میں "جوگ مایا" کے نام سے مشہور ہوا۔ دیوان ساون مل نے اپنے دور میں کئی ہزار خرچ کر کے یہاں خشت و آہک کا شاندار مندر تعمیر کرادیا۔ ۱۸۶۶ء میں لالہ نرسنگھ داس صاحب سپرنٹنڈنٹ

کمشنر محکمہ بندولبست نے ہمت کر کے اس کی ضروری مرمت کرائی چنانچہ اب تک مندر اچھی حالت میں ہے اس کے اندر ہر وقت جوت روشن رہتے ہیں۔ سال میں دو دفعہ یعنے ماہ چیت اور اسوج کے نوراترہ میں یہاں زبردست میلہ لگتا ہے ؛

چندر کنڈ و تارا کنڈ

سورج کنڈ جاتے وقت یہ مقامات راستے میں ملتے ہیں۔ مشہور ہے کہ نرسنگھ جی کے غیظ و غضب کو دور کرنے کے لئے ان مقامات پر چاند دیوتا اور تارا دیوتا اُترے تھے۔ ہندو جاتری سورج کنڈ جاتے وقت یہاں آرام کرتے ہیں۔

سورج کنڈ

یہ تالاب ملتان شہر سے چار میل جنوب کو واقع ہے۔ اس مقام پر ہرناکش کے قتل کے وقت سورج دیوتا اُترے تھے۔ اور انہوں نے یہ بر دیا تھا۔ کہ جو اس تالاب میں نہائیگا۔ وہ پھل پائیگا۔ چنانچہ سورج دیوتا کے ارشاد کی تعمیل میں ایک بڑا تالاب بنایا گیا۔ دیوان ساون مل کے وقت تالاب قریباً ناقابل استعمال ہو چکا تھا۔ دیوان صاحب نے جہاں باقی مناور کو مرمت کرایا وہاں اس تالاب کو بھی از سر نو تعمیر کرایا۔ اور اوپر سکونتی عمارتیں بنائیں۔ خالصہ دور میں پانچ روپیہ یومیہ اور ایک پیسہ فی روپیہ محصول پرمٹ سے معاف تھا۔ اور سات چاہات بھی معاف تھے اب گورنمنٹ عالیہ کے عہد میں یہ معافی نصف رہ گئی ہے۔

سال بھر میں دو بڑے میلے یہاں لگتے ہیں۔ ایک ماہ بھادوں کی بدی کھشٹی میں اور دوسرا ماگھ کی سدی ستمی میں ہر دو میلوں پر ہزار ہا ہندو جمع ہوتے ہیں۔ اور تالاب میں اشنان کرتے ہیں۔ سماوھ کے ساتھ ایک لمبا چوڑا باغ بھی ہے جس میں میلے کے موقعہ پر جاتری آرام کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہ مقام ہندوؤں کے نزدیک بے حد متبرک ہے۔ اس جگہ کا مہنت بھی حد درجہ کا خلیق اور عبادت گذار واقع ہوا ہے۔

اعتذار

میری دلی خواہش یہ تھی۔ کہ جس طرح اسلامی عمارات اور مقابر کے حالات مفصل درج ہوئے ہیں۔ ہندو معابد اور مناور کے متعلق بھی سیر حاصل مقالات سپرد قلم ہوتے۔ مگر افسوس کہ انتہائی کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا۔ مسٹر بھیم سین ظفر اور جناب زار میری تشنہ کامی کے تمام تر ذمہ وار ہیں۔ جنہوں نے حتمی وعدے کے باوجود مناور کے متعلق مواد بہم نہ پہنچایا۔ اس لئے مجبوراً مجھے لالہ بالکشن صاحب بترہ اور رائیزادہ تیرتھ رام صاحب بی اے کے مقالات پر قناعت کرنا پڑی۔ اس لئے اگر ہندو اہل قلم مناور و معابد کے متعلق ناقدانہ نگاہی کے ساتھ کچھ زیادہ مواد بہم پہنچا سکیں تو انتہائی شکریہ کے ساتھ اگلے ایڈیشن میں شائع کر دیا جائیگا۔ وباللہ التوفیق

فریدی

کتابت

ابوسعید شیر محمد کاتب بیٹھک کاتبان ملتان شہر

طباعت

باہتمام ایم محمد فاضل صاحب منیجر تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور
پبلشر نور احمد صاحب فریدی ملتان نے شائع کی

ملنے کا پتہ

۱۔ ادبی کتب خانہ حسین آگاہی ملتان شہر

۲۔ کتب خانہ چشتیہ بیرون لوہر دروازہ ملتان شہر

۳۔ ایم عطاء اللہ صاحب فرخ ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان

۴۔ حافظ نجم الدین تاجر کتب اندرون لوہر دروازہ ملتان